ان کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں
آیتِ تطہیر سے ظاہر ہے شانِ اہلبیت!

حسین پاک رضی اللہ عنہ اور واقعہ کربلا

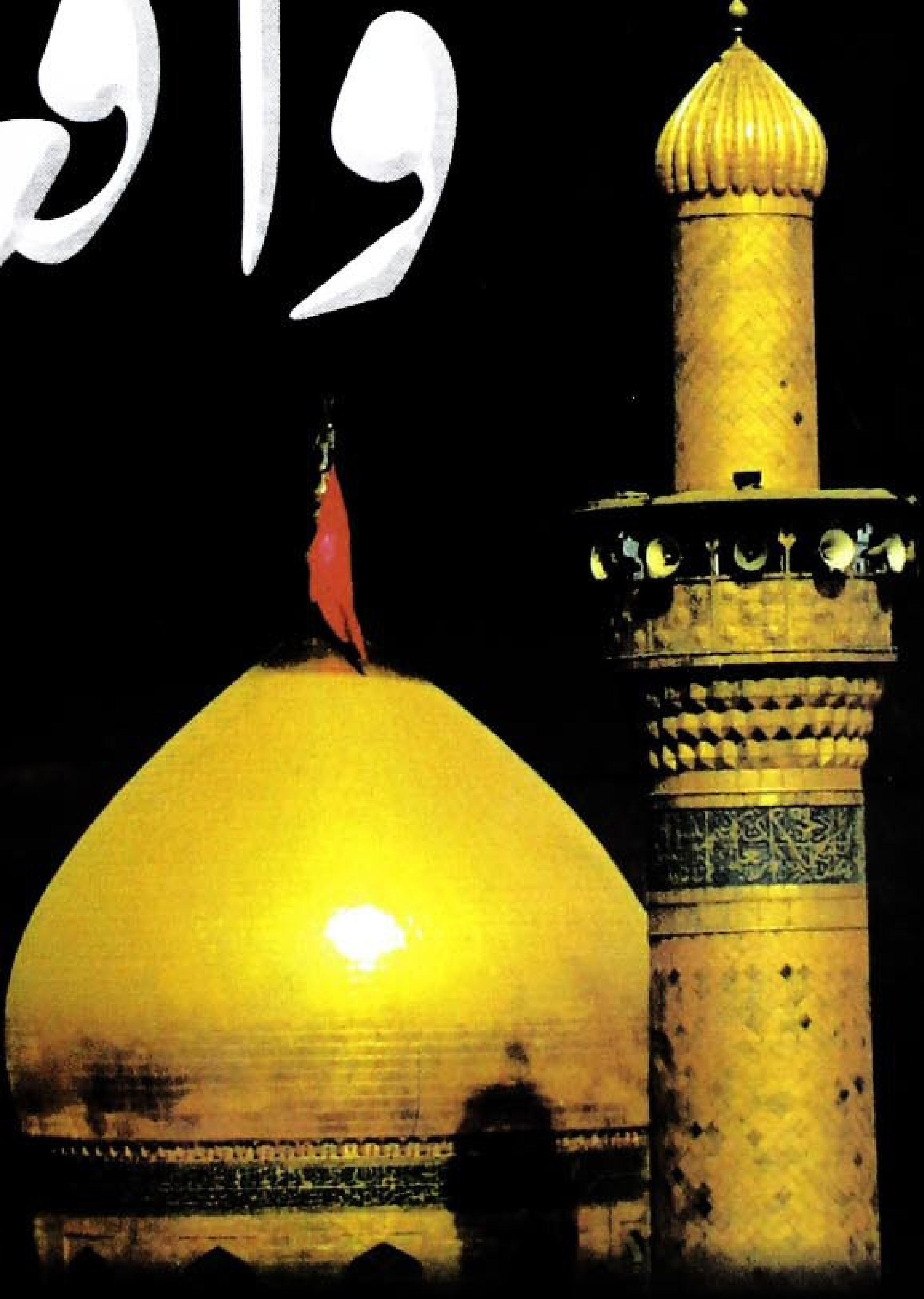

ازقلم:

حضرت محبوب الٰہی سید علی حسینی صاحب دامت فیوضہم برکاتہم

نظرِ ثانی:

محمد شکیل مصطفیٰ اعوان صابری چشتی

ناشر
اکبر بک سیلرز لاہور

Marfat.com

Marfat.com

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ
اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ۝ پ ۲۲ :ع ۱

ان کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں
آیۂ تطہیر سے ظاہر ہے شانِ اہلبیت!

حسین رضی اللہ عنہ پاک
اور
واقعۂ کربلا

از قلم :
حضرت محبوب الٰہی سید علی حسینی صاحب دامت فیوضہم و برکاتہم

نظر ثانی :
محمد شکیل مصطفیٰ اعوان صابری چشتی

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور
Ph: 37352022

DATA ENTERED
11-3-5/6/2

Marfat.com

﴿جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں﴾

نام کتاب	....	حسین پاک رضی اللہ عنہ اور واقعہ کربلا
مؤلف	....	حضرت محبوب الٰہی سیّدنا علی حسینی دامت فیوضہم و برکاتہم
صفحات	....	232
تعداد	....	600
کمپوزنگ	....	زاہد اقبال
اشاعت	....	مارچ 2017ء
ناشر	....	اکبر بک سیلرز، لاہور
قیمت	....	-/250 روپے

2.97.931
142241

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر
40 اردو بازار
لاہور

Marfat.com

شرفِ انتساب

سیّد الشہداء

و

تمام شہدائے کربلا

رضوان اللہ علیہم اجمعین

کے نام

Marfat.com

ترتیب

تصدیقات علمائے کرام ــــــــ ۱۰
حب اہل بیت ــــــــ ۱۲
اہل بیت کے امام دوئم امیر المومنین حضرت امام حسن علیہ السلام ــــــــ ۱۵
قصیدہ ــــــــ ۱۶
جدول بذکر حالات حضرت امیر المومنین ــــــــ ۱۸
امام حسن علیہ السلام ــــــــ ۱۸
مختصر فضائل و محامد ــــــــ ۲۰
حضرت امیر المومنین فرزند رسول امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ ــــــــ ۲۰
خلافت ــــــــ ۳۱
خلافت سے دست برداری ــــــــ ۳۱
حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت ــــــــ ۳۴
زہر کا دیا جانا ــــــــ ۳۶
آپ اسلام دوستی کا ایک بے مثال نمونہ تھے ــــــــ ۳۸
اہل بیت کے امام سوئم سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام ــــــــ ۴۱
قصیدۂ مبارک ــــــــ ۴۲
جدول بذکر حالات ــــــــ ۴۳
حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام ــــــــ ۴۳

Marfat.com

ازواج اور اولاد	۴۴
حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل	۴۵
حصہ اوّل	۵۳
حسین پاک رضی اللہ عنہ اور یزید پلید	۵۳
سلام بحضور امام عالی مقام	۵۴
یگانہ، صاحب تاثیر اور بے مثال بیان	۵۶
شہیدوں کو مردہ مت کہنا	۵۸
جنتی جوانوں کے سردار کی خبر شہادت	۶۰
دعا کیوں نہیں کی گئی	۶۳
حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کی پیشین گوئی	۶۵
تمام عالم کے معرکوں کے مقابلے میں معرکہ کربلا پر غور	۶۶
یزید پلید کون تھا؟	۶۷
یزید پلید کی حکومت	۶۸
امام پاک کا بیعت سے انکار	۶۹
مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کو روانگی	۷۰
حضرت امام پاک کی خدمت میں کوفیوں کی درخواستیں	۷۲
حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی کوفہ کو روانگی	۷۶
حضرت مسلم کی شہادت اور اس کے اسباب	۷۹
حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے فرزندوں کی شہادت	۸۵
حضرت امام پاک کی مکہ مکرمہ سے کوفہ کو روانگی	۸۹
حضرت امام پاک اور حر	۹۱
قیامت نما حادثہ	۹۳
زمین کربلا کا خونی منظر	۹۳

Marfat.com

ابن زیاد کا یزید کی بیعت طلب کرنا ۹۴
عمرو بن سعد ۹۵
مقام غور ۹۶
کربلا میں پانی کا بند کیا جانا ۹۶
دس محرم ٦١ھ کے محشر نما واقعات ۹۸
میدان کربا میں حسینی قافلے کی خاص شخصیتیں ۹۹
دشمنان اہل بیت ۱۰۱
یزیدی لشکر کی ترتیب ۱۰۲
حسینی لشکر کی ترتیب ۱۰۲
خطبہ ۱۰۳
جواب خطبہ ۱۰۴
میدان کربلا میں حضرت امام کی کرامت ۱۰۵
امام عالی مقام کی دوسری کرامت ۱۰۶
میدان کربلا میں حضرت امام کی تیسری کرامت ۱۰۶
کربلا میں محبان اہل بیت کی عدیم المثال جانبازیاں ۱۰۸
وہب بن عبداللہ کلبی ۱۰۸
حر بن یزید ریاحی وغیرہ وغیرہ ۱۱۱
خاندان اہل بیت ۱۲۰
حضرات کے اسمائے گرامی ۱۲۱
حضرت قاسم رضی اللہ عنہ ۱۲۳
حضرت عباس رضی اللہ عنہ ۱۲۷
حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ ۱۳۰
حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ ۱۳۶

Marfat.com

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ ۱۳۸
حضرت امام حسین علیہ السلام ۱۳۹
خطبہ ۱۴۱
مشہور بہادر ۱۴۳
شمر پلید ۱۴۷
نظم ۱۴۸
امام پاک کا استقلال ۱۴۸
رباعی ۱۵۰
اہل بیت کی کربلا سے کوفے کو روانگی ۱۵۱
شہدائے کرام کا دفنایا جانا ۱۵۳
قابل قدر کتاب ۱۵۵
واقعات کوفہ و دمشق و مدینہ منورہ کا صحیح اور ۱۵۵
لاجواب بیان، قابل مطالعہ و یقین اہل ایمان ۱۵۵
حصہ دوم ۱۵۵
حسین پاک رضی اللہ عنہ اور یزید پلید ۱۵۵
اثر خامہ ۱۵۵
سر مبارک ۱۵۶
کوفے میں جلوس ۱۵۸
سر مبارک کا قرآن پڑھنا ۱۶۱
سر مبارک ۱۶۳
ابن زیاد پلید کے سامنے ۱۶۳
حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ ۱۶۶
اور ابن زیاد پلید ۱۶۶

Marfat.com

قافلہ اہل بیت کی کوفہ سے دمشق کو روانگی ۱۶۸
عزیز بن ہارون ۱۶۸
راہب کا اسلام لانا ۱۷۲
قافلہ دمشق میں ۱۷۳
یزید پلید کی کچہری ۱۷۵
حضرت امام زین العابدین ۱۷۸
اور یزید پلید ۱۷۸
حضرت زینب کا رسول اللہ سے فریاد کرنا ۱۷۹
خطبہ ۱۸۲
ماتم اور سوگ ۱۸۶
یزید پلید کے محل میں نوحہ ولباس ماتم ۱۸۶
بخشش کی اپیل ۱۸۸
دمشق سے مدینہ منورہ ۱۸۸
اہل مدینہ ۱۹۰
حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ ۱۹۳
واقعات روز عاشورہ ۱۹۴
حضرت امام پاک کے گستاخوں کو قدرتی عذاب ۱۹۸
امام پاک کی شہادت کے بعد ۲۰۷
یزید پلید کا رویہ ۲۰۷
فضیلت مدینہ طیبہ ۲۰۸
واقعہ حرہ ۲۱۰
مدینہ طیبہ میں قتل وغارت کا طوفان ۲۱۰
مکہ معظمہ کی بے حرمتی ۲۱۹

Marfat.com

قاتلانِ امام سے انتقام ____ ۲۲۱
ابن زیاد کی ہلاکت ____ ۲۲۳
نظم برانجام ____ ۲۲۵
یزیدیوں کے انجام پر ایک نظر ____ ۲۲۶
حضرت امام کے انجام پر ایک نظر ____ ۲۲۷
شانِ اہل بیت ____ ۲۳۰

Marfat.com

تصدیقات

علمائے کرام

واقعات شہادت حضرت امامین جلیلین رضی اللہ عنہما میں ایک مفصل کتاب کی اشد ضرورت تھی جو کہ صحیح احتیاطوں اور آداب کی پاسداریوں کے ساتھ جمع کی گئی ہو۔ افراط و تفریط سے پاک ہو، مجالس شہادت میں اس کو بے دریغ پڑھا جا سکے۔ پڑھنے والے پر کوئی شرعی الزام نہ آئے اور واعظین کے لئے وہ بہترین و معتمد سرمایہ ہو۔

ایسی کوئی کتاب اب تک نہ لکھی گئی تھی۔ حضرت محبوب الٰہی سیّدنا علی حسینی صاحب دامت فیوضھم و برکاتھم نے یہ کتاب ''حسین پاک'' لکھ کر اس ضرورت شدیدہ کو پورا فرما دیا ہے۔ یہ آپ ہی کا حصہ تھا۔ بے شک آپ نے یہ خاص و عام پر بڑا احسان فرمایا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف عالی وقار کی عمر شریف کو دراز فرمائے تاکہ آپ اور بھی ایسی قابل قدر تصنیفات سے مومنین و مسلمین پر احسان فرماتے رہیں۔ آمین، آمین! ثم آمین

(۱) تصدیق و تقریظ جلیل از فاضل اجل مناظر بے بدل استاذ العلماء حضرت مولانا غلام الدین صاحب دامت برکاتہ، جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی۔

Marfat.com

(۲) تصدیق بے مثیل، فاضل العلماء ناصر دین وملت حضرت مولانا مفتی محمد حسین صاحب مہتمم دار العلوم جامعہ نعیمیہ لاہور۔

(۳) تصدیق جلیل فاضل اجل، فخر پاکستان، زینت القراء حضرت مولانا قاری غلام رسول صاحب دامت برکاتہ۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حبِ اہل بیت

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی حبیبہ سیّدنا محمد معدن الجود والکرم وعلی الہ الطیبین الطاھرین واصحابہ و اولیاء امتہ اجمعین اما بعد!

قال اللہ تعالٰی فی القراٰن المجید : قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْھَا وَتِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَھَا وَمَسٰکِنُ تَرْضَوْنَھَآ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَجِھَادٍ فِیْ سَبِیْلِہٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ ط وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ o

(پ۱۰:ع۹)

''میرے حبیب! فرما دیجئے کہ اے لوگو! تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری عورتیں، تمہارا کنبہ، تمہاری کمائی کے مال اور وہ تجارت جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہاری پسند کے مکان ان میں سے کوئی چیز بھی اگر تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے تو انتظار کرو کہ اللہ اپنا عذاب اتارے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا''۔

Marfat.com

ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ماں باپ، اولاد، عورت، عزیز واقارب، دوست واحباب، مال ودولت، مکان، وطن اور خود اپنی جان سے زیادہ لازم اور واجب ہے۔

جب ثابت ہو گیا کہ ایمان ونجات کا دارومدار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر ہے، تو آپ سے محبت رکھنے والے آپ کی اولاد کو بھی دل وجان سے محبوب رکھتے ہیں اور ان کی محبت عین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے۔ تو جو بدبخت ان سے بغض وعداوت رکھے یا ان کی توہین وبے ادبی کرے وہ اللہ ورسول کا دشمن ہے۔

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى

(پ۲۵: ع۴)

''پیارے حبیب، فرمادیجئے کہ اے مومنو! میں تم سے تبلیغ رسالت اور ارشاد ہدایت کے بدلے کچھ اجرت نہیں چاہتا مگر میرے اقرباء کی محبت لازم پکڑو''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ! من قرابتك هولاء الذين وجبت علينا مودتهم، قال علي وفاطمة وولديهما

(طبرانی، زرقانی علی المواہب ص۲۰، حاتم)

ترجمہ: یارسول اللہ! وہ آپ کے قریبی کون ہیں جن کی محبت ہم پر فرض کی گئی ہے۔ فرمایا: علی اور فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے۔

(طبرانی، زرقانی علی المواہب ص۲۰، حاتم، بغوی، سفینہ نوح ص۷)

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں علی ہر

Marfat.com

مومن کا مددگار ہے اور دوست ہے۔ (ترمذی، مشکوٰۃ ص ۵۶۴، سفینہ ص ۶۴)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں: جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یا علی جو کوئی تجھ سے محبت رکھے گا وہ مومن ہے اور جو تجھ سے بغض رکھے گا وہ منافق ہے۔ (مسلم مشکوٰۃ ص ۵۶۳)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہمارے نزدیک حضرت علی سے بغض رکھنا منافق کی نشانی ہے۔

(ترمذی شریف، سفینہ نوح ص ۴۷)

حضرت ابو یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حسین منی و انا من حسین احب اللہ من احب حسینا

(ترمذی، سفینہ نوح ص ۹)

حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں، اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے گا جو حسین سے محبت کرے گا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ خورشید رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

من احبنی و احب ھذین و اباھما و امھما کان معی فی درجتی یوم القیامۃ (ترمذی ص ۷)

جس نے مجھ کو محبوب رکھا اور ان دونوں (حسن اور حسین) کو اور ان کی والدہ کو اور ان کے باپ علی کو محبوب رکھا وہ قیامت کے دن میرے ساتھ ہوگا۔

Marfat.com

اہل بیت کے امام دوئم

امیر المومنین

حضرت امام حسن

علیہ السلام

Marfat.com

قصیدہ

یہ قصیدہ مبارک ۲ ذوالحجہ ۱۳۷۶ھ کو سید علی حسینی نے جنت البقیع کی حاضری اول کے موقع پر حضرت امام حسن علیہ السلام کی مدح میں کہا ہے:

پنجتن مظہر کامل ہیں حق کی شان و عزت کے
نظر آتے یہاں کثرت میں ہیں انداز وحدت کے
گدا تھے منتظر ان کرم فرماؤں کی دعوت کے
خدا دن خیر سے لایا ہے ان کے گھر ضیافت کے
میں قربان حضرت امام حسن عالی تحمل کے
جو بالکل ہو بہو نقشہ ہیں سلطان رسالت کے
رسول اللہ تھے ان کو سونگھتے ارشاد فرماتے
یہ میرے پھول ہیں سید شباب اہل جنت کے
تصرف میں زر معنیٰ و مضمون کے خزانہ ہیں
ہر اک لفظ زبان ان بادشاہ علم و شرافت کے
تحمل میں کوئی ہمسر نظر آتا نہیں ان کا
رحم دل اور بہادر گوہر نامی شجاعت کے
شہنشاہی لوٹا کر بند کیا خون و فسادوں کو
یہ احسان ہیں امام دوم کے گردن پہ امت کے

Marfat.com

توسل سے اس گھر کے جو دعا کی ہوگئی پوری
چھٹیں جائیں حسابوں سے عوض ان کی محبت کے
بزرگیاں کل دنیا کی ہیں گم ان کی فضیلت میں
بیاں میں آیت تطہیر جن کی شان وحدت کے
ضیائے شمس جیسا دور کرتی ہے اندھیروں کو
فزوں تر اس سے بھی انوار ہیں ان کی کرامت کے
عرب وعجم، سب دنیا جسے پانے سے قاصر ہے
مالک ہیں یہ اس ارفع و اعلیٰ شان وعزت کے
محبّ اِن کا ہے مومن اور کفر ہے دشمنی ان کی
تمام امت کے ذمہ ہیں فرض ان کی مودّت کے
ذکر اللہ کے بعد ان کا ذکر سب سے مقدم ہے
نجات ہے ان کی نزدیکی یہ ہیں مخصوص قدرت کے
مع عیال حاضر علی حسینی ہے یا امام
کرو شاد ان کو صدقہ جد امجد کی محبت کے

(سید علی حسینی)

Marfat.com

جدول بذکر حالات حضرت امیر المومنین

امام حسن علیہ السلام

نام مبارک	حسن
کنیت	ابو محمد
لقب	مجتبیٰ
جائے پیدائش	مدینہ منورہ
تاریخ پیدائش	بروز سہ شنبہ ۱۵ رمضان ۳ ھ
نام والد بزرگوار	حضرت علی کرم اللہ وجہہ
والدہ محترمہ	جناب سیدہ پاک سلام اللہ علیہا
حاکم وقت پیدائش	جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم
تاریخ وفات	بروز پنجشنبہ ۲۸ صفر ۵۰ ھ
جائے شہادت	مدینہ منورہ
سبب شہادت	پانی میں زہر دے دیا گیا تھا، قاتل نامعلوم
عمر شریف	۴۵ سال ۶ ماہ چند روز
مدت خلافت	۶ ماہ
بادشاہ وقت شہادت	حضرت معاویہ بن ابوسفیان
مدت امامت	دس سال
جائے دفن	جنت البقیع مدینہ منورہ

Marfat.com

تعداد ازواج چار (علاوہ کنیزاں)

دختران	پسران
فاطمہ کبریٰ، فاطمہ صغریٰ، ام الحسن،	قاسم، عبداللہ، حسن مثنیٰ، زید،
ام الحسین، ام عبداللہ، ام سلمہ،	عبدالرحمٰن، ابوبکر، عمر، اسماعیل،
رقیہ	جعفر، حمزہ، عبداللہ، اصغر،
	یعقوب، حسین، طلحہ

Marfat.com

مختصر فضائل ومحامد

حضرت امیر المومنین فرزند رسول امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ

السلام اے پھول زہراؑ و مصطفیٰ   السلام اے نور چشم مرتضیٰ
بے حساب و دائمًا ابدًا درود   از حسینی بر شما یا مجتبیٰ

حضرت امام حسن مجتبیٰ بن حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ، امامان اہلِ بیت میں سے امام دوئم ہیں۔ آپ کی مبارک ولادت ۱۵ رمضان المبارک ۳ھ کی شب کو مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا جنتی نام حسن اور شبر رکھا۔ آپ کی کنیت ابو محمد اور لقب سید وتقی عرف سبط رسول اللہ ہے اور آپ کو ریحانۂ رسول بھی کہتے ہیں۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جب امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت کا مژدہ پہنچا تو آپ تشریف لائے اور فرمایا کہ اسماء میرے فرزند کو لاؤ۔ اسماء نے ایک کپڑے میں لپیٹ کر حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے داہنے کان میں اذان اور بائیں میں تکبیر کہی اور حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے دریافت فرمایا کہ تم نے اس فرزند عزیز کا کیا نام رکھا ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ! میری کیا مجال کہ میں آپ کی بغیر اجازت نام رکھنے پر سبقت کرتا لیکن جب آپ دریافت فرماتے ہیں تو اپنا خیال پیش کرتا ہوں کہ حرب رکھا جائے۔ باقی حضور مختار ہیں۔

Marfat.com

آپ نے انتظار فرمایا یہاں تک کہ حضرت جبرئیل حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! حضرت علی کو بارگاہ رسالت میں وہ قرب حاصل ہے جو کہ حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ کی بارگاہ میں تھا۔ لہٰذا مناسب یہ ہے کہ اس فرزند سعادت مند کا نام حضرت ہارون کے فرزند کے نام پر رکھا جائے۔ حضور نے وہ نام دریافت فرمایا تو عرض کیا کہ شبر تھا۔ آپ نے فرمایا کہ جبرئیل! لغت عرب میں اس کے کیا معنی ہوئے۔ عرض کیا کہ حسن، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام حسن رکھا۔ آپ سے پہلے حسن کسی کا نام نہیں تھا۔ یہ جنتی نام سب سے پہلے آپ ہی کو عطا ہوا ہے۔

بخاری کی روایت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال سے کسی کو بھی وہ مشابہت حاصل نہ تھی جیسی کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو حاصل تھی۔ آپ سینے سے لے کر سر تک ہو بہو حضور کے مشابہ تھے۔ حضور نے ساتویں روز آپ کا عقیقہ کیا اور سر کے بال جدا کئے گئے اور حکم دیا کہ بالوں کے وزن برابر چاندی صدقہ کی جائے۔

بخاری ومسلم نے حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، شہزادہ بلند اقبال حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ آپ کے دوش اقدس پر تھے اور حضور فرما رہے تھے کہ یا الٰہی! میں اس کو محبوب رکھتا ہوں اور تو بھی اسے محبوب رکھ۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز تھے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ آپ کے پہلو میں تھے۔ حضور ایک مرتبہ لوگوں کی طرف نظر فرماتے اور ایک مرتبہ اس فرزند جمیل کی

Marfat.com

طرف۔ میں نے سنا کہ حضور نے ارشاد فرمایا، یہ مرا فرزند سید ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی بدولت مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح فرمائے گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حسن وحسین (رضی اللہ عنہما) دنیا میں میرے دو پھول ہیں اور آپ ان دونوں کو پھول کی طرح سونگھتے اور سینے سے لگایا کرتے تھے۔ (بخاری)

حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو کندھے پر اٹھایا ہوا تھا تو ایک شخص نے کہا کہ شہزادے تیری سواری کیا اچھی ہے جس پر تو سوار ہے وہ تمام دنیا سے بہتر ہے۔ یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سوار بھی تو بہت اچھا ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ (امام) حسن اور (امام) حسین (علیہما السلام) تمام جنتی جوانوں کے سردار ہیں (ترمذی)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ:

من احبنی واحب ھذین وابا ھما امھما کان معی فی درجتی یوم القیامۃ (ترمذی)

جس نے مجھ کو محبوب رکھا اور ان دونوں (امام حسن اور امام حسین) کو اور ان کے ماں باپ کو محبوب رکھا وہ قیامت کے دن میرے ساتھ ہوگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب آیہ کریمہ:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ط نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ آپ کے اقربا کون کون ہیں

۱۶۲۲۳۶۱

Marfat.com

جن کی محبت ہم پر فرض کی گئی ہے فرمایا: علی، فاطمہ، حسن، حسین (طبرانی، احمد، بغوی، زرقانی علی المواہب)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے حسن وحسین دونوں میرے بیٹے ہیں جس نے ان کو محبوب رکھا اس نے مجھ کو محبوب رکھا۔ جس نے مجھ کو محبوب رکھا اس نے اللہ تعالیٰ کو محبوب رکھا، اللہ تعالیٰ نے اس کو جنت میں داخل کیا اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا' جس نے مجھ سے بغض رکھا، اس نے اللہ تعالیٰ سے بغض رکھا جس نے اللہ تعالیٰ سے بغض رکھا، اللہ تعالیٰ نے اسے جہنم میں داخل کیا۔ (المستدرک حاکم ص ۱۶۶، ج ۳)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو لئے ہوئے فرما رہے تھے کہ یہ دونوں میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ یا اللہ! میں ان کو محبوب رکھتا ہوں، پس تو بھی ان کو محبوب رکھ اور اس کو بھی محبوب رکھ جو ان کو محبوب رکھے۔ (ترمذی باب المناقب)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو دیکھا تو فرمایا کہ یا اللہ میں ان دونوں کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی ان کو محبوب رکھ۔ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب شہر مدائن فتح ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں فرش چرمی بچھا کر اس پر مال غنیمت جمع کیا۔ سب سے پہلے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ آئے اور فرمایا اے امیر المومنین! ہمارا حق جو اللہ تعالیٰ

Marfat.com

نے مقرر فرمایا ہے ہمیں دے دو، آپ نے فرمایا: بالبرکة والکرمة اور ایک ہزار درہم نذر کئے۔ ان کے جانے کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے، ان کو بھی ایک ہزار درہم دیئے۔ پھر ان کے جانے کے فوراً بعد آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ آئے تو ان کو آپ نے پانچ سو درہم دیئے تو حضرت عبداللہ نے کہا یا امیر المومنین! میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جوان تھا اور آپ کے حضور جہاد کرتا تھا اور حسنین تو اس وقت بچے تھے اور یہ مدینہ منورہ کی گلیوں میں کھیلا کرتے تھے۔ آپ نے ان کو ایک ایک ہزار اور مجھے پانچ سو درہم دیئے ہیں۔

آپ نے فرمایا: بیٹے! پہلے وہ مقام اور فضیلت تو حاصل کرو جو حسنین کریمین کو حاصل ہے، پھر ہزار درہم کا مطالبہ کرنا۔ ان کا باپ علی مرتضیٰ اور ماں فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہما، نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، نانی خدیجۃ الکبریٰ، چچا جعفر طیار، ماموں ابراہیم بن رسول اللہ ہیں۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ خاموش ہو گئے۔

اس واقعہ کی خبر جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پہنچی تو فرمایا کہ میں نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ عمر ابن الخطاب اہل جنت کے چراغ ہیں۔ حضرت علی کے اس فرمانے کی خبر جب حضرت عمر کو پہنچی تو وہ مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ حضرت علی کے دروازہ پر حاضر ہوئے۔ حضرت علی باہر تشریف لائے تو حضرت عمر نے کہا کہ یا علی! آپ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے متعلق سنا ہے کہ آپ نے مجھے چراغ اہل جنت فرمایا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا، ہاں میں نے خود سنا ہے۔

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ حدیث آپ اپنے ہاتھ مبارک سے لکھ

Marfat.com

دیجیے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے ہاتھ مبارک سے لکھ دی۔ حضرت علی کا لکھا ہوا فرمان حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لے لیا اور اپنی اولاد کو وصیت فرمادی کہ جب میری وفات ہوتو بعد غسل و تکفین کاغذ میرے کفن میں رکھ دینا۔ چنانچہ جب آپ شہید ہوئے تو وہ کاغذ حضرت علی کا لکھا ہوا حسب وصیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کفن میں رکھ دیا گیا۔ (الریاض النضرۃ ج ۱ ص ۲۸۲ فصل الخطاب، ازالۃ الخفا)

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ منبر شریف پر جلوہ افروز ہو کر خطبہ دے رہے تھے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ جو ابھی بچے ہی تھے تشریف لائے اور فرمایا اترو میرے نانا جان کے منبر سے۔ حضرت ابوبکر صدیق آبدیدہ ہوگئے اور فرمایا آپ نے سچ کہا ہے۔ بے شک یہ منبر آپ کے نانا جان کا ہی ہے اور پیار سے اٹھا کر گود میں بٹھا لیا۔ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا واللہ! اس بچے نے میرے کہنے سے نہیں کہا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا۔ آپ سچے ہیں، میں آپ کو اس کی تہمت نہیں لگاتا۔ (۱) (اسعاف الراغبین)

ایک مرتبہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ان کے دروازہ پر تشریف لے گئے اور وہاں جا کر دیکھا کہ عبداللہ بن عمر دروازہ پر کھڑے ہوئے حاضر ہو کر اذن مانگ رہے ہیں لیکن اتفاق سے ان کو حاضر

---

(۱) اس بارے میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بچوں کا قاعدہ ہے کہ جب کسی کو اپنے بڑے کے مقام پر بیٹھے ہوئے یا اس کا کپڑا اپنے ہوئے دیکھتے ہیں تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہاں سے اٹھو یا یہ کپڑا اتار دو کہ ہمارا ہے۔ پس ان کی ایسی باتیں قابل استدلال نہیں ہوتیں اور مثل مشہور ہے کہ

الصبی صبی ولو کان نبیا کہ بچہ بچہ ہی ہوتا ہے اگرچہ وہ نبی ہی کیوں نہ ہو۔ اس میں شک نہیں کہ انبیاء کرام وائمہ عظام کمالات نفسانی اور مراتب ایمانی میں تمام خلق سے ممتاز ہوتے ہیں لیکن احکام بشریہ اور خواص لڑکپن ان میں بھی پائے جاتے ہیں۔ اسی واسطے مقتدا ہونے کے لئے عقل کے حد کمال پر پہنچنا ضروری کیا گیا ہے چالیس سال کی عمر سے پہلے کسی کو منصب نبوت عطا نہیں ہوا۔ (تحفۂ اثنا عشریہ)

Marfat.com

ہونے کی اجازت نہ ملی تو آپ نے خیال کیا کہ مجھے کب اجازت دیں گے لہٰذا واپس آگئے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اس خیال سے واپس چلے گئے ہیں تو آپ فوراً امام رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور فرمایا کہ مجھے آپ کے تشریف لانے کی اطلاع نہ تھی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس خیال سے واپس آگیا کہ جب آپ نے اپنے بیٹے کو اجازت نہیں دی تو مجھے کب اجازت دیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ زیادہ فائق ہیں، عمر کے بیٹے سے۔ خدا نے تمہاری بدولت ہی ہمارے سروں پر بال اگائے اور تمہاری بدولت ہی راہ راست پائی اور تمہاری برکت سے اس مرتبہ کو پہنچے ہیں۔

ایک روایت میں ہے: اذا جئت فلا تستاذن (صواعق محرقہ ص ۱۷۷)

جب آپ تشریف لایا کریں تو بغیر اجازت آجایا کریں، آپ کو اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے دونوں پاؤں پر سے اپنی چادر سے خاک جھاڑی تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابو ہریرہ! یہ کیا کرتے ہو؟ ابو ہریرہ نے عرض کیا حضور مجھے معاف کیجئے گا واللہ! جتنے آپ کے مراتب میں جانتا ہوں اگر لوگوں کو معلوم ہو جائیں تو وہ آپ کو کندھوں پر اٹھائے پھریں۔ (اظہار السعادت)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی رکاب پکڑے ہوئے تھے۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ ان سے بڑے ہیں اور ان کی رکاب پکڑے ہوئے ہیں۔ فرمایا حسین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند

Marfat.com

ہیں تو کیا ان کی رکاب پکڑنے میں ہماری سعادت نہیں ہے۔ (تسوید القوس للشیخ ابن حجر)

ایک روز حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو کاندھے پر اٹھالیا اور کہا کہ اے حسن آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل مشابہ ہو۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امام حسن کا منہ مبارک کھولتے اور ان کے دہن مبارک میں اپنی زبان پاک داخل فرماتے اور کہتے کہ خداوندا میں اسے دوست رکھتا ہوں اور تو بھی اسے دوست رکھ اور جو جو کوئی اسے دوست رکھے تو ان کو بھی اپنا دوست بنالے۔ تین بار اسی طرح فرمایا۔ (المستدرک حاکم ج ۲ ص ۱۶۹)

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امام حسن کی زبان مبارک اور ہونٹ چومتے تھے اور جب شہزادے بھوکے پیاسے ہوتے تو آپ ان کے منہ میں اپنی زبان مبارک دیتے اور وہ چوستے تو پھر دن بھر بھوک پیاس کی شکایت نہ ہوتی۔

حضرت ابوبکر صدیق فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اپنے لڑکپن میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھانے کے وقت آتے، جب حضور سجدہ کرتے تو یہ حضور کی گردن پر چڑھ بیٹھتے تو پھر حضور اپنا سر مبارک آہستہ آہستہ اٹھاتے یہاں تک کہ وہ اتر جاتے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اس شہزادے کے ساتھ وہ کام کرتے ہیں جو کہ اور کسی کے ساتھ نہیں کرتے تو حضور نے فرمایا کہ یہ بچہ دنیا میں میرا پھول ہے اور بلاشبہ یہ میرا بیٹا سید ہے۔ اس کے سبب سے حق تعالیٰ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح فرمائے گا۔ (صحیح بخاری)

حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسن و حسین جنتی

Marfat.com

جوانوں کے سردار ہیں۔ (ترمذی)

ابن سعد نے عبداللہ ابن زبیر سے روایت کی کہ حضور کے اہل بیت میں حضور کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ اور حضور کو سب سے پیارے حضرت امام حسن تھے میں نے دیکھا کہ حضور جب سجدہ میں ہوتے اور یہ والا شان صاحبزادے آپ کی گردن مبارک یا پشت اقدس پر بیٹھ جاتے تو جب تک یہ اتر نہ جاتے آپ سر مبارک نہ اٹھاتے اور میں نے دیکھا کہ اگر حضور رکوع میں ہوتے تو ان کے لئے اپنے قدموں کو اتنا کشادہ فرما دیتے کہ یہ بیچ میں سے نکل جاتے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے مناقب تو بہت کثیر ہیں۔ علم و وقار حشمت و جاہ، جود و کرم اور زہد و طاعت میں آپ کا بہت بلند پایہ ہے۔ ایک ایک آدمی کو ایک ایک لاکھ کا عطیہ مرحمت فرما دیتے تھے۔

حاکم نے عبداللہ بن عبیدہ سے روایت کیا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے پچیس حج پا پیادہ ادا کئے تھے۔ کئی کوتل گھوڑے آپ کی سواری کے لئے موجود ہونے کے باوجود از روئے تواضع اور اخلاص اور ادب کے حج کا سفر پیدا فرمایا کرتے تھے۔

آپ کا کلام بہت شیریں تھا، اہل مجلس نہیں چاہتے تھے کہ آپ گفتگو ختم فرمائیں۔

صواعق محرقہ میں ہے کہ حضرت امام حسن نے دیکھا کہ ایک شخص حق تعالیٰ سے دس ہزار درہم مانگتا تھا۔ آپ نے دس ہزار درہم اس کے پاس بھیج دیئے۔

''فصل الخطاب'' میں روایت ہے کہ ایک دن حضرت امام کھانا کھا رہے تھے کہ ایک شخص نے آ کر عرض کیا کہ مجھ پر دس ہزار درہم قرض ہیں۔ آپ للہ ادا

Marfat.com

کر دیجئے۔ آپ نے کھانا چھوڑ کر اس کو دس ہزار درہم عنایت فرمائے لیکن یہ نہ کیا کہ کھانا کھانے کے بعد تک اس کو ٹھہرائے رکھتے۔

روایت ہے کہ ایک دن ایک اعرابی آیا اور آپ کی جناب میں بے ادبانہ باتیں کرنے لگا۔ امام حسن نے فرمایا کہ شاید تو بھوکا ہے۔ اس نے جواب نہ دیا اور اسی طرح بکتا رہا۔ تب آپ نے غلام کو اشارہ کیا کہ ہزار درہم کا ایک توڑا لا کر اسے دے دے۔ غلام نے لا کر دیا اور امام نے فرمایا کہ اے اعرابی! معاف رکھنا اس وقت یہی موجود ہے۔ یہ سن کر اعرابی نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے کریم ابن کریم ہیں۔ میں نے یہ حرکت اور گستاخی آپ کے حلم اور مروت کو آزمانے کے لئے کی تھی۔

''شواہد النبوت'' میں روایت ہے کہ حضرت امام حسن اور عبداللہ ابن زبیر ہم سفر تھے۔ راہ میں ایک باغ آیا۔ ایک خرمے کے درخت کے نیچے آپ کا فرش بچھایا گیا اور دوسرے درخت کے نیچے ابن زبیر کا بستر بچھا۔ ابن زبیر نے کہا کاش! کہ اس پیڑ میں خرمے پھلے ہوتے۔ حضرت امام حسن نے پوچھا کیا خرمے کھانے کو تمہارا بہت جی چاہتا ہے؟ ابن زبیر نے عرض کیا ہاں۔ امام صاحب نے ہاتھ مبارک اٹھائے اور ہونٹوں میں کچھ پڑھا اسی وقت درخت ہرا ہو گیا اور اس میں خرمے لگے اور فوراً ہی پک کر تیار ہو گئے۔ شتربان نے کہا کہ یہ سحر ہے۔ حضرت امام حسن نے فرمایا کہ یہ سحر نہیں ہے بلکہ فرزند رسول کی دعا قبول ہوئی ہے۔ پھر اس پیڑ پر سے خرمے توڑے اور سب نے کھائے۔

''لطائف اشرفی'' میں ہے کہ سفر حج میں پا پیادہ چلتے چلتے آپ کے پاؤں متورم ہو گئے تو خادموں نے عرض کی کہ آپ کی سواری کے لئے کوتل گھوڑے حاضر

Marfat.com

ہیں۔ آپ سوار ہولیں مگر آپ نے قبول نہ کیا اور غلاموں کو فرمایا کہ جب منزل پر پہنچو گے تو ایک حبشی تیل لائے گا اس سے تیل لے کر ملیں گے جب منزل پر پہنچے تو غلاموں نے کہا کہ حبشی کوئی نہیں آیا۔ آپ نے فرمایا، ابھی آجائے گا تو پھر حبشی آموجود ہوا۔ تیل خریدنے لگے تو حبشی نے کہا کہ کس کے لئے خریدتے ہو۔ امام کی طرف اشارہ کر کے کہا ان کے لئے، تو حبشی نے کہا میں قیمت نہیں لوں گا۔ تیل دے کر حبشی نے عرض کیا کہ یا امام میری بیوی دردزہ سے پریشان ہے۔ آپ نے فرمایا، اللہ نے آسانی کر دی۔ تیرے گھر میں لڑکا پیدا ہوا ہے لیکن وہ حبشی نہیں وہ شکل میں ہماری طرح ہے۔ جب وہ گھر گیا تو بیٹا ماہ پارا پیدا ہو چکا تھا۔

ابن سعد نے علی بن زید بن عدنان سے روایت کی کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے دوبار اپنا تمام مال راہ خدا میں لٹا دیا اور تین مرتبہ نصف مال لٹایا ہے۔

آپ کے حلم وتحمل کا یہ حال تھا کہ ابن عسا کر نے روایت کیا کہ آپ کی وفات کے بعد مروان بہت رویا تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آج تو تو رو رہا ہے اور ان کی زندگی میں ان کے ساتھ کس کس طرح بدسلوکیاں کیا کرتا تھا تو مروان پہاڑ کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا کہ میں اس پہاڑ سے زیادہ حلم والے کے ساتھ ایسا کرتا تھا۔

اللہ رے حلم کہ مروان کو بھی اعتراف ہے کہ آپ کی بردباری پہاڑ سے بھی زیادہ تھی۔

آپ کا حلم اس مرتبے کا تھا باوجودیکہ آپ خلیفہ تھے نماز پڑھتے وقت آپ کو ایک شخص نے خنجر چبھو دیا لیکن آپ نے اس کو سزا نہ دی اور فرمایا، اے عراق والو! ہمارے حق میں اللہ سے ڈرو، میں تمہارا بادشاہ اور امام ہوں ہم اہل بیت نبوت ہیں

Marfat.com

اور تمہارے مہمان ہیں۔ آپ کا یہ فرمان سن کر مسجد میں کوئی بھی ایسا نہ تھا جو روتا نہ ہو۔

خلافت

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد آپ خلیفہ ہوئے۔ تمام مسلمانوں نے آپ کے ہاتھ پر بخوشی بیعت کی۔ چھ مہینے تک آپ نے امور خلافت کو احسن طریقہ سے انجام دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی نیابت کو کما حقہ ادا فرمایا ہے۔

خلافت سے دست برداری

حضرت امام حسن مع اپنے لشکر کے مدائن میں تھے کہ آپ کو معلوم ہوا کہ عبداللہ بن عامر کی قیادت میں حضرت معاویہ کی ایک فوج مدائن کے قریب پہنچ چکی ہے۔ یہ اطلاع پاتے ہی آپ مقابلہ کے لئے مدائن سے باہر نکلے۔ عبداللہ بن عامر نے حضرت امام حسن کے لشکر کو اپنی طرف آتے دیکھا تو وہ اپنے لشکر سے علیحدہ ہو کر دوڑتا ہوا امام حسن کے لشکر کی طرف آیا اور امام حسن کے لشکریوں سے کہا کہ میں لڑنے کے لئے نہیں آیا بلکہ میرا مقصد صلح کرانا ہے۔ حضرت امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں میرا سلام پہنچاؤ اور عرض کرو کہ عبداللہ اس خیال سے آیا ہے۔

حضرت امام حسن جو جھگڑے فسادوں سے دل برداشتہ ہوئے پڑے تھے اور مسلمانوں کے سچے خیر خواہ اور فسادوں کو مٹانے والے تھے انہوں نے جب یہ بات سنی تو صلح کے ارادے سے مدائن واپس چلے آئے اور آپ نے عبداللہ بن عامر کو فرمایا کہ اگر حضرت معاویہ میری یہ چند شرطیں منظور کر لے تو صلح کے لئے تیار ہوں۔

Marfat.com

ان شرطوں میں سے سب سے مقدم شرط یہ ہے کہ حضرت معاویہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر عامل رہنے کا وعدہ کرے اسی طرح باقی بھی تمام شرائط مسطور فرما دیں۔ عبداللہ بن عامر معاویہ کے پاس پہنچا اور واقعہ بیان کیا۔ صلح کی شرائط سننے کے بعد حضرت معاویہ نے کہا کہ مجھ کو یہ تمام شرطیں منظور ہیں اور ان کے علاوہ اور بھی جو شرائط حضرت امام حسن پیش کریں میں انہیں منظور کرنے کے لئے تیار ہوں کیونکہ ان کی نیت نیک ہے اور وہ دل سے مسلمانوں میں صلح و خیر خواہی کے حامی نظر آتے ہیں یہ کہہ کر امیر معاویہ نے ایک سادہ کاغذ پر اپنی مہر لگائی اور دستخط کر کے عبداللہ بن عامر کو دے دیا اور کہا کہ یہ کاغذ حضرت امام حسن کے پاس لے جاؤ اور ان سے کہو کہ جو جو شرطیں آپ چاہیں اس کاغذ پر تحریر فرما دیں، میں سب کو پورا کرنے کے لئے تیار ہوں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ اس صلح کے شدید مخالف تھے۔ ان کو جب معلوم ہوا تو یہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ حضرت معاویہ اپنے وعدے پر قائم رہنے والا نہیں۔ نیز پچھلے تجربات سے ثابت ہو چکا ہے کہ وہ نہایت درجے کا چالاک اور موقع سے ناجائز فائدہ اٹھانے کا عادی ہے لیکن حضرت امام حسن نے ان کو حکمت اور راز کی باتیں سمجھا کر واپس کر دیا تو پھر مندرجہ ذیل شرائط پر صلح ہوگئی:

(۱) اس وقت امام حسن اپنی بادشاہی حضرت معاویہ کے سپرد کرتے ہیں لیکن حضرت معاویہ کے بعد مسلمان جسے چاہیں اپنا بادشاہ بنائیں گے۔

(۲) حضرت معاویہ کے ہاتھ اور زبان سے سب اہل اسلام محفوظ و مامون رہیں گے۔

Marfat.com

(۳) حضرت معاویہ سب کے ساتھ نیک سلوک کرے گا۔

(۴) حضرت علی کے طرف داروں اور متعلقین سے حضرت معاویہ گزشتہ زمانے کی کسی بھی بات کا مواخذہ نہیں کرے گا۔

(۵) صوبہ اہواز کا خراج حضرت امام حسن کو برابر پہنچاتا رہے گا۔

(۶) کوفہ کے خزانہ میں اس وقت جتنا روپیہ ہے اس سے حضرت معاویہ کو کوئی سروکار نہیں۔

اس عہد نامہ پر حضرت امام حسن کے دستخطوں کے علاوہ اور بھی بہت سے مقتدر حضرات کے دستخط ہوئے۔

اب امیر معاویہ کوفہ پہنچا اور سب لوگوں سے حلف وفاداری لیا۔ عمرو بن عاص کے کہنے پر حضرت امام حسن نے مجمع عام میں تقریر فرمائی جس کا خلاصہ یہ ہے:

مسلمانو! میں فتنہ کو بہت مکروہ سمجھتا ہوں۔ تم میرے جد امجد کی امت ہو میں چاہتا ہوں کہ تم سے فتنہ وفساد دور ہو جائے اور مسلمانوں کی جان و مال محفوظ رہیں۔ اسی غرض کے لئے میں نے حضرت معاویہ کے ساتھ صلح کر لی ہے۔ اگر امارت و بادشاہی ان کا حق تھا تو ان کو پہنچ گیا اور اگر میرا حق تھا تو میں نے انہیں بخش دیا۔

یہ واقعہ صلح ربیع الاول ۴۱ھ مطابق ۶۶۱ء میں ہوا اور اس صلح ہونے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ پیشین گوئی پوری ہوگئی، جو آپ نے فرمایا تھا کہ یہ میرا بیٹا سید ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔

حضرت امام حسن کا خلافت سے دستبردار ہونا آپ کے دوستوں کو ناگوار ہوا انہوں نے طرح طرح کے اشاروں اور کنایوں سے آپ پر اپنی ناراضی کا اظہار کیا

Marfat.com

تو آپ نے انہیں سمجھا دیا کہ مجھے گوارا نہ ہوا کہ بادشاہی کے لئے تمہیں قتل کرادوں۔اس کے بعد آپ کوفہ چھوڑ کر مدینہ طیبہ میں اقامت فرما ہو گئے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت

مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت معاویہ نے جب صلح کر لی تھی تو معاہدہ پر پورے طور پر عمل کرنے کا یقین دلایا تھا۔اس لئے ممکن ہے کہ حضرت معاویہ امام حسن کی موجودگی کو اپنی حکومت کے استحکام کے لئے مضر نہ سمجھتے ہوں مگر یزید بن معاویہ کو اپنی حکومت کے باقی رہنے کا یقین نہ تھا۔چنانچہ عام طور پر یہ بات بیان کی گئی ہے کہ حضرت امام حسن کو یزید کی سازش سے زہر دیا گیا' یہ توصیح ہوسکتا ہے۔

لیکن یہ جو بعض مؤرخین نے زہر دینے کا الزام جعدہ بنت اشعث پر لگایا ہے اور اس کو حضرت امام کی زوجہ بتایا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ یزید نے اس سے نکاح کا وعدہ کیا تھا اس طمع میں آ کر اس نے امام کو زہر دیا ہے یہ بات نہیں کیونکہ اس روایت کی صحیح سند کہیں بھی نہیں تو بغیر کسی صحیح سند کے ایک مسلمان پر قتل کا الزام لگا دینا اور پھر ایسے قتل عظیم کا الزام یہ کسی طرح بھی جائز نہیں ہوسکتا۔

باوجودیکہ روایت کے لئے کوئی سند نہیں ہے یہ لکھنے والوں نے بغیر کسی معتبر ذریعہ یا معتمد حوالہ کے لکھ دیا ہے اور یہ خبر واقعات کے لحاظ سے بھی ناقابل اعتبار ہے کیونکہ واقعہ کی تحقیق خود واقعہ کے زمانہ میں جیسی آسانی سے ہوسکتی ہے ویسی تحقیقات بعد کو مشکل سے بھی نہیں ہوسکتی اور یہاں تو خود حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اس کا پتا نہیں بتایا گیا۔

دیکھو تاریخیں خود بتاتی ہیں کہ حضرت امام حسین اپنے برادر معظم سے زہر

Marfat.com

دہندہ کا نام دریافت فرماتے رہے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو زہر دینے والے کی خبر نہیں۔ اب رہی یہ بات کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کسی کا نام لیتے انہوں نے بھی ایسا نہیں کیا، بلکہ حضرت امام حسن کا تو یہ بیان ہے کہ مجھے زہر دینے والے کا صحیح پتا نہیں چل سکا اور شک وشبہ کی بنا پر کسی کا نام لینا درست نہیں تو اب جعدہ کو قاتل معین کرنے والا کون ہے جبکہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ یا صاحبزادوں میں سے کسی کو بھی اپنی حیات تک زہر دینے والے کا ثبوت نہیں پہنچا۔ ان میں سے کسی نے بھی اس پر شرعی مواخذہ نہیں کیا۔

ایک اور پہلو اس واقعہ کا خاص طور پر قابل غور ہے وہ یہ کہ حضرت امام کی بیوی کو غیر کے ساتھ ساز باز کرنے کی یہ شنیع تہمت لگانا ہے اور یہ ایک بدترین تبرا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ خارجیوں کا افترا ہے۔

صحیح اور معتبر ذرائع سے پتا چلتا ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بہت کثیر الزوّج تھے۔ آپ نے سو کے قریب نکاح کئے اور طلاقیں دیں تو حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے دارالحکومت سے اعلان فرما دیا تھا کہ امام حسن کی عادت ہے کہ یہ طلاق دے دیا کرتے ہیں کوئی اپنی لڑکی ان کے ساتھ نہ بیاہے مگر مسلمان لڑکیاں اور ان کے والدین یہ تمنا کرتے تھے کہ امام کی کنیز ہونے کا شرف ملے۔ اسی کا اثر تھا کہ حضرت امام حسن عورتوں کو طلاق دے دیا کرتے تھے تو پھر بھی وہ اپنی باقی زندگی حضرت امام کی محبت میں شیدایانہ گزار دیتی تھیں اور ان کی حیات کا لمحہ لمحہ حضرت امام کی یاد اور پیار میں گزرتا تھا۔ ان احوال کو غور کرتے ہوئے بہت بعید ہے کہ امام کی زوجہ امام پاک کے فیض صحبت کی قدر نہ کرے اور ایک پلید کو خیال میں لائے اور امام جلیل کے قتل جیسے سخت جرم کا ارتکاب کرے۔

Marfat.com

زہر کا دیا جانا

ابن سعد، عمران ابن عبداللہ اور ابن طلحہ سے روایت کرتے ہیں کہ کسی نے حضرت امام حسن کو خواب میں دیکھا کہ آپ کی دونوں چشم مبارک کے درمیان سورۂ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ لکھی ہوئی ہے۔ بیان کرنے سے کئی عزیز تو خوش ہوئے لیکن جب یہ خواب حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ کے سامنے بیان کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اگر یہ واقعی خواب دیکھا ہے تو حضرت امام کی عمر کے چند ہی روز رہ گئے ہیں۔ یہ تعبیر صحیح واقع ہوئی کہ انہی دنوں میں آپ کو زہر دے دیا گیا۔ زہر کے اثر سے اسہال کبدی لاحق ہوئے اور آنتوں کے ٹکڑے کٹ کٹ کر اسہال میں خارج ہونے لگے جس سے کہ آپ کو چالیس دن تک سخت تکلیف رہی۔ آپ کے برادر عزیز حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ آپ کو کس نے زہر دیا ہے تو فرمایا کہ کیا تم زہر دینے والے کو قتل کرو گے۔ جواب دیا: بے شک۔ پھر حضرت امام حسن نے فرمایا کہ جس کے متعلق میرا گمان ہے اگر درحقیقت وہی قاتل ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس سے خوب بدلہ لے لے گا اور اگر وہ نہیں ہے تو میں نہیں چاہتا کہ میرے سبب کوئی بے گناہ مبتلائے مصیبت ہو۔

وفات سے قبل آپ نے حضرت امام حسین کو وصیت کی کہ جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب خلافت حضرت والد صاحب کرم اللہ وجہہ تک پہنچی تو تلواریں نیاموں سے نکل آئیں اور یہ معاملہ طے نہ ہوسکا یہاں تک کہ میں نے خلافت کو خیر باد کہہ کر فتنوں سے بریت حاصل کی میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ خلافت اور امامت عظمیٰ دونوں چیزیں ہمارے خاندان میں جمع ہونا ہمارے لئے

Marfat.com

ضرر رساں ہے مجھے اندیشہ ہے کہ میرے بعد کوفہ کے فریب کار لوگ آپ کو خلافت کے لئے ابھاریں گے اور بعد میں دھوکا دیں گے، ان سے ہوشیار رہنا۔ اس کے بعد زہر زیادہ اثر کر گیا اور آپ کی حالت بگڑتی چلی گئی۔

وفات کے قریب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ان کے برادر محترم کو گھبراہٹ اور بے قراری زیادہ ہے اور چہرۂ مبارک پر حزن وملال کے آثار نمودار ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے تسکین خاطر کے لئے عرض کیا کہ اے برادر گرامی! آپ کیوں رنجیدہ ہیں۔ بے قراری کا کیا سبب ہے۔ مبارک ہو کہ آپ کو عنقریب حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں باریابی حاصل ہوگی اور جناب مرتضیٰ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت سیدہ پاک اور حضرت قاسم وطاہر اور حضرت حمزہ وجعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ملاقات ہوگی۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے پیارے حسین! میں کچھ ایسے امر میں داخل ہونے والا ہوں کہ آج تک جس کی مثال نہیں دیکھی تھی اور مخلوق الٰہی میں سے ایسی خلق کو دیکھ رہا ہوں جس کی مثل میں نے کبھی بھی نہیں دیکھی۔ اس بات کے ساتھ ہی آپ نے حضرت امام حسین کے پیش آنے والے واقعات اور کوفیوں کی بدسلوکی وایذارسانی کا تذکرہ بھی کیا۔ اس ارشاد مبارک سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت آپ کی نظر کے سامنے کربلا کا ہولناک منظر اور حضرت امام حسین کی تنہائی کا نقشہ پیش تھا اور کوفیوں کے مظالم کی تصویریں آپ کو غمگین کر رہی تھیں۔

اس کے ساتھ ہی آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے درخواست کی تھی کہ روضہ اطہر میں میرے مدفن کی جگہ

Marfat.com

عنایت ہو جائے انہوں نے منظور فرمالیا ہوا ہے۔ میری وفات کے بعد ان کی خدمت میں پھر عرض کیا جائے۔

لیکن میں گمان کرتا ہوں کہ کچھ لوگ مانع ہوں گے، اگر وہ ایسا کریں تو لڑائی نہ کرنا اور مجھے جنت البقیع میں دفن کر دینا۔ اس وقت آپ کی عمر شریف پینتالیس سال چھ ماہ اور چند روز کی تھی کہ آپ پانچویں ربیع الاول ۴۹ھ کو اس دار ناپائیدار سے مدینہ طیبہ میں زہر کے اثر سے شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

آپ کی وفات پر ساری مملکت اسلامیہ میں غم اور افسوس کیا گیا۔ مدینہ کے بازار بند ہو گئے اور شہر میں سناٹا چھا گیا۔

آپ کی تمنا تھی کہ اپنے نانا کے قدموں میں دفن ہوتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے بخوشی اجازت دے دی تھی لیکن مروان مانع ہوا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمراہیوں نے ہتھیار پہن لئے۔ اس وقت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے انہیں بھائی کی وصیت یاد دلا کر ہتھیار رکھوائے۔ آپ کے جنازے کے ساتھ اس قدر ہجوم تھا کہ اس سے قبل مدینہ میں کبھی نہیں دیکھا گیا تھا۔ اب یہ فرزند رسول جنت البقیع میں اپنی والدہ محترمہ کے قدموں میں مدفون ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ورضوانہ

آپ اسلام دوستی کا ایک بے مثال نمونہ تھے

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مدت اگرچہ صرف چھ ماہ ہے لیکن ان چند مہینوں میں آپ نے انتہائی ایثار اور قربانی سے کام لے کر اتنا بڑا کارنامہ انجام دیا ہے کہ جس کے لئے سمجھدار مسلمان تا قیامت حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ

Marfat.com

کے شکر گزار رہیں گے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے مملکت اسلامیہ کے اس قصر کو جو مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگی کی وجہ سے متزلزل ہو رہا تھا اور منہدم ہونے کے قریب پہنچ گیا تھا' اپنی خلافت کی قربانی دے کر نئے سرے سے مستحکم کر دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام دوستی اور مسلمانوں کے خون کی حفاظت اور ان کو جنگوں کی ہولناکیوں سے بچانے کے لئے امام حسن رضی اللہ عنہ نے جو قربانی دی ہے وہ قابل قدر ہے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نامور بہادر تھے اور بڑے لائق سپہ سالار تھے۔ حرب الدار اور جنگ جمل و جنگ صفین وغیرہ میں آپ کے کارنامے قابل داد ہیں۔

خزانہ میں کافی روپیہ تھا کوفی فوج اگر غدار تھی تو ہوا کرے رسول اللہ کی اولاد ہونے کی وجہ سے لاکھوں عرب آپ کے اشارہ پر جانیں قربان کرنے کے لئے آمادہ تھے یہاں تک کہ شامی بھی آپ کو بڑی عزت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ایسی حالت میں آپ جو چاہتے کر سکتے تھے۔ لیکن باوجود اس قدر طاقت کے محض اس لئے تاج وتخت کو ٹھکرا دیا تاکہ ان کے نانا کی امت ٹکڑے ٹکڑے نہ ہونے پائے آپ نے اسلام کی خاطر ان تمام خاندانی مخالفتوں کو بھلا دیا جو کہ مدتوں سے بنی ہاشم اور بنی امیہ میں چلی آرہی تھیں۔

تمام مؤرخین اس بات کو تسلیم کرتے چلے آئے ہیں کہ اگر حضرت امام حسن اس خانہ جنگی کو جاری رکھتے تو دنیا میں اس مملکت اسلامیہ کا نشان تک نہ ملتا جس کی بنیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے دست مبارک سے رکھی تھی۔ یہ حضرت امام

Marfat.com

حسن رضی اللہ عنہ ہی کی ذات تھی کہ انہوں نے اپنا جائز حق چھوڑ کر اپنی حکومت کی قربانی دے کر عرب وعجم کے مسلمانوں کی ان تلواروں کو نیاموں میں ڈلوادیا جو کئی سال سے مسلمانوں کے خون سے رنگین ہوتی چلی آ رہی تھیں۔ اگر امام حسن ایسا نہ کرتے تو وہ وقت قریب آ گیا تھا کہ عرب وعجم کے مسلمان لڑ کر اس طرح فنا ہو جاتے کہ دنیا میں شاید ہی کوئی نظر آتا۔

مسلمانان عالم آپ کے اس احسان کو کبھی فراموش نہیں کریں گے کہ آپ نے خود تو شہنشاہی کو چھوڑ کر درویشی اختیار کر لی لیکن مسلمانان عالم کو تاج ور بنا دیا۔ آپ کے اس عمل کا نتیجہ یہ نکلا کہ اندرونی پارٹیاں اور پھوٹکیں تمام ختم ہو گئیں اور حکومت ہر طرح سے مضبوطی پکڑ گئی۔ پھر تھوڑے ہی عرصہ میں قسطنطنیہ پر اسلام کا جھنڈا لہرایا، سپین اور پرتگال میں اللہ اکبر کی صدائیں گونجیں، چین میں نعرۂ حق بلند ہوا، ہندوستان میں اسلام پھولا پھلا۔ ترکستان میں توحید کے نغمے گونجے یہاں تک کہ دنیا کا کوئی حصہ باقی نہ رہا جہاں مسلمان فاتح کی حیثیت سے نہ پہنچ گئے ہوں۔ رفتہ رفتہ مسلمان ساری دنیا کا بادشاہ بن گیا۔

اس وقت دنیا میں جتنی بھی اسلامی حکومتیں دکھائی دے رہی ہیں وہ سب کی سب حقیقت میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ایثار کا نتیجہ ہیں۔

پنجتن پاک پر الٰہی میرا درود وسلام، آلِ اطہار پر، صحابہ کرام پر بھی دوام۔

(سید علی حسینی)

Marfat.com

اہل بیت کے امام سوئم

سید الشہداء

حضرت امام حسین

علیہ السلام

Marfat.com

۱۴ شوال ۱۳۷۶ھ میں کربلا معلیٰ کی زیارت کے موقع کا محبوب الٰہی کے قلم سے

قصیدۂ مبارک

کسے یارا ہے ان گنبد نشین مولیٰ کی مدحت کا
صلہ ہے جن کی خدمت کا ابد گلزار جنت کا

یہ حق کے خاص مجموعہ جمالت اور جلالت کا
یہ صورت وحسن میں شیشہ ہیں سرکار رسالت کا

رسول اللہ تھے ان کو چومتے منہ میں زباں دیتے
زباں کو چوس کر پایا خزانہ سر وحدت کا

بہار چمن ہیں یہ حضرت زہرا و حیدر کے
لقب ان کا ہی ہے سید شباب اہل جنت کا

یہ شمع آلِ محمد امام سوم ہیں پیارے
ہے پایا گنج نبی وعلی کے بھید و امانت کا

سید الشہداء کا مرتبہ ان کو ہی زیبا تھا
ازل سے تا ابد دیکھیں گے سب نقشہ شہادت کا

نہ آج اسلام نہ ایمان نہ قرآن نظر آتا
نہ ہوتی مسجدوں میں اذاں نہ سنتے نام عبادت کا

نشاں مٹتا مجاہدوں کا اجڑتی ہستی کی بستی
تھا کام ان سب کو رکھ جانا شہ کربل کی ہمت کا

ان کا گھر وہ ہے کہ جس کی نزدیکی نجات ہے
ایام قحط میں یہ ہیں سماں باران رحمت کا

محبت ہے فرض ان کی کفران کی عداوت سے
احسان عام ہے خلقت پہ ان کے فیض ونعمت کا

عنصر اور خوخصلت ان کے خوب ہیں خوش ہیں
کہ شاخ ان کی رسول اللہ سے نکلی کنز حکمت کا

ذکر اللہ کے بعد ان کا ذکر سب سے مقدم ہے
نشاں کل امتوں سے اونچا ہے ان کی فضیلت کا

اگر اہل زمیں سے لوگ اچھے پوچھو تو یہ ہیں
یہ گھر ہے گھر نبوت کا امامت کا، ولایت کا

محمد شاہ معصوم و طیب مخفی و علی حسینی
ہیں آئے بخشو یا جدی انہیں شرف زیارت کا

(سید علی حسینی)

Marfat.com

جدول بذکر حالات

حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام

نام مبارک	حسین
کنیت	ابو عبداللہ
لقب	سید الشہداء
جائے پیدائش	مدینہ منورہ
تاریخ پیدائش	بروز پنج شنبہ ۵ شعبان ۴ ھ
نام والد بزرگوار	حضرت علی کرم اللہ وجہہ
والدہ محترمہ	جناب سیدہ پاک بنت رسول اللہ
حاکم وقت پیدائش	جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم
تاریخ شہادت	بوقت نماز ظہر بروز جمعہ ۱۰ محرم ۶۱ ھ
جائے شہادت	کربلا
سبب شہادت	یزید پلید کی عداوت کی وجہ سے شمر خبیث کے ہاتھ سے شہید ہوئے
عمر شریف	۵۶ سال ۵ ماہ ۵ دن
بادشاہ وقت	یزید پلید
مدت امامت	دس سال دس یوم
جائے دفن	کربلا معلیٰ

Marfat.com

ازواج اور اولاد:

ازواج	اولاد
شہر بانو	مادر علی اوسط یعنی امام زین العابدین
ام لیلیٰ	مادر علی اکبر
رباب	مادر علی اصغر و عبداللہ و سکینہ
ام اسحٰق	مادر فاطمہ صغریٰ
قضاعہ	مادر جعفر

Marfat.com

محافظ قرآن و اسلام فرزند رسول سید الشہداء

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل

السلام اے جدی! میں قربان میرے امی، ابی
آپ ہیں سردار جنت، آپ ریحان نبی
آپ کے گستاخ ہیں سب سیاہ قلب اور بدبخت
جن کی الفت آپ سے ہے جنتی وہ ہیں سبھی

(سید علی حسینی)

حضرت امام حسین علیہ السلام بن حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اماماں اہل بیت میں سے امام سوئم ہیں۔ آپ کی مبارک ولادت ۵ شعبان ۴ ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی ساتویں روز دو مینڈھوں سے عقیقہ کیا اور سر کے بالوں سے وزن کر کے چاندی خیرات کی۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا جنتی نام حسین اور شبیر رکھا۔ آپ کی کنیت ابو عبداللہ، لقب سید سبط رسول اور ریحانۂ رسول ہے۔ آپ کے برادر معظم امام حسن علیہ السلام کی طرح آپ کو بھی جنتی جوانوں کا سردار اور اپنا فرزند فرمایا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ سے کمال محبت تھی۔ حدیث شریف میں فرمایا ہے: عن ابن عباس: من احبھما فقد احبنی و من ابغضھما فقد ابغضنی۔

جس نے ان دونوں (امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے عداوت کی اس نے مجھ سے عداوت

Marfat.com

کی۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں فرزندوں کو اپنا پھول فرمایا:

مما ریحانی من الدنیا وہ دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔ (رواہ الترمذی)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں نونہالوں کو پھول کی طرح سونگھتے اور سینہ مبارک سے لپٹاتے تھے۔ (رواہ الترمذی)

لطائف اشرفی میں روایت ہے کہ حضرت امام حسین ایسے حسین وجمیل اور شکیل تھے کہ جب آپ اندھیرے میں بیٹھے ہوں تو چہرے اور پیشانی کی چمک دمک اور بیاض گردن سے لوگ جان لیتے تھے کہ وہ بیٹھے ہیں اور آپ سینے سے لے کر قدم تک بالکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔

روایت ہے کہ حضرت جبرئیل سیّدنا امام حسین کی مبارک باد دینے کے واسطے آرہے تھے تو راستے میں ایک فرشتہ جس کا نام قطرس تھا اس کے ماتحت ستر ہزار ملائک تھے کسی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی میں آگیا تھا۔ اس کے تمام پر وبال جاتے رہے۔ اس کا تیسرے آسمان پر مقام تھا لیکن اب یہ خاک پر پڑا رورہا تھا۔ حضرت جبرئیل نے اس سے استفسار حال کیا، تو اس نے آپ بیتی کہہ سنائی۔ جبرئیل از روئے ہمدردی اس کو ساتھ لے آئے اور مبارکباد دینے کے بعد حضور نبوی میں قطرس کی سفارش کے لئے درخواست کی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حالات سننے کے بعد قطرس کو فرمایا کہ اپنے پر وبال اور منہ کو حسین پاک کے پاؤں سے مل لے تو پھر قطرس آپ کے پاؤں مبارک کو چومنے اور مس کرنے لگا تو اس کے پر وبال سب درست ہوگئے اور وہ اپنی جگہ پر بحال ہوگیا۔

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت علی

Marfat.com

اور حضرت فاطمہ اور حضرت حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حق میں لڑائی کروں گا اس سے جو ان سے لڑے اور صلح کروں گا اس سے جس کی ان سے صلح ہو۔

حدیث شریف میں فرمایا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کوئی مجھے اور میرے نور عینین پیارے حسن اور حسین اور ان کے ماں باپ کو دوست رکھے گا وہ شخص جنت میں میرے ساتھ رہے گا۔

تفسیر کشاف میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی بہشت میں پہلے پہل میں جاؤں گا اور تم اور فاطمہ اور حسن اور حسین اور میری بیبیاں میرے دائیں بائیں ہوں گے اور باقی اولاد ہماری بیبیوں کے پیچھے پیچھے ہو گی۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک خیمے کے اندر تکیہ لگائے بیٹھے تھے اور اس خیمے میں آپ کے ساتھ حضرت علی، حضرت سیدہ پاک، حضرت حسن، حسین رضی اللہ عنہم تھے۔ پس آپ نے فرمایا اے مسلمانو! میں صلح کروں گا اس سے جو ان اہل خیمہ سے صلح کرے گا اور میں لڑوں گا اس سے جو ان سے لڑے گا میں دوست ہوں اس کا جو ان سے دوستی رکھے گا اور دشمن ہوں اس کا جو ان سے دشمنی رکھے۔ ان کو وہی دوست رکھے گا جو نیک بخت اور پاک طینت ہو گا اور ان سے وہی بغض رکھے گا جو کمبخت اور بدذات ہو گا۔

مدارج النبوت میں ہے کہ حضرت امام حسن و حسین مسجد میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں تھے تو حسین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ پر سوار ہو بیٹھے تو آپ نے بہت دیر تک سر نہ اٹھایا تو صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آج سجدے میں وحی تو نہیں نازل ہوئی تھی کہ حضور نے اس قدر تاخیر کی۔ آپ نے فرمایا کہ میرا بیٹا پیٹھ پر بیٹھا تھا۔ مجھے ناگوار ہوا کہ جب تک وہ جی بھر کر نہ بیٹھ لے،

Marfat.com

سر نہ اٹھاؤں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسن و حسین جوانان بہشت کے سردار ہیں۔

حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اہل بیت میں سے آپ کو سب سے پیارا کون ہے۔ فرمایا، حسن و حسین۔ آپ حضرت سیدہ پاک کو فرماتے تھے کہ میرے دونوں بیٹوں کو بلاؤ جب بلائے جاتے تو آپ حضرات حسنین کو سونگھتے اور ان کو گلے لگاتے اور سینے سے چمٹاتے تھے۔ (رضی اللہ عنہم)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ فرما رہے تھے کہ اچانک حضرت حسن و حسین مسجد میں آ گئے اور بسبب صغرسنی گرتے پڑتے تھے۔ آپ نے جو دیکھا تو خطبہ موقوف کر کے دونوں کو گود میں اٹھالیا اور اپنے آگے منبر پر بٹھا کر پھر فرمایا کہ حق تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ مال اور اولا دفتنہ ہے اور محل امتحان ہے۔ دیکھو ان دونوں پیاروں کو گرتے پڑتے دیکھ کر میں نے خطبہ موقوف کر کے اٹھالیا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسین مجھ سے اور میں حسین سے ہوں۔ دوست رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کو جو دوست رکھے حسین کو، حسین ایک پیارا نواسہ ہے، میرے نواسوں سے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے حسین سے محبت رکھی تو اس نے مجھ سے محبت رکھی اور جس نے حسین سے عداوت کی اس کی مجھ سے عداوت ہے۔

Marfat.com

کشف المحجوب میں ہے کہ ایک دن حضرت عمر بن خطاب بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور دیکھا کہ امام حسین آپ کی پیٹھ پر سوار ہیں اور ایک ڈوری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک میں لگام کی طرح دی ہوئی ہے اور اس کے دونوں سرے حضرت امام حسین نے باگ کی طرح اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے ہیں۔ حضرت امام حسین آپ کو ہانکتے ہیں اور آپ زانوؤں کے بل چلتے ہیں۔ حضرت عمر نے کہا، یا حسین! آپ کی کیا اچھی سواری ہے حضور نے جواب میں فرمایا۔ سوار بھی تو کیا خوب ہے۔

روایت ہے کہ ایک بار حضرت امام حسین لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کسی طرف سے تشریف لائے اور امام حسین کو دیکھ کر چاہا کہ پکڑیں لیکن امام حسین لڑکوں کے ساتھ بھاگے پھرتے تھے کبھی دائیں کبھی بائیں دوڑ جاتے تھے اور حضور ان کے پیچھے دوڑتے تھے تو پھر آپ نے فرمایا حسین بھاگتے کیوں ہو، کیوں نہیں کھڑے ہو جاتے۔ صاحبزادے نے جواب دیا نانا جان! آپ سے بھاگتا نہیں ہوں بلکہ آپ کے عشق و محبت کو جو میرے ساتھ ہے بھڑکاتا ہوں۔ آخر آپ نے ان کو پکڑا اور خوب گلے سے لگایا اور فرمایا خداوندا! میں اسے دوست رکھتا ہوں، تو بھی حسین کو اور اس کے دوستوں کو دوست رکھ۔

ایک دن حضرت امام حسین جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے اور بارش ہو رہی تھی۔ آپ چاہتے تھے کہ گھر جاؤں لیکن بارش کی وجہ سے جا نہ سکتے تھے اور بار بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منہ تکتے تو حضور نے پوچھا، پیارے حسین کیا بات ہے۔ عرض کیا امی جان کو دیکھنے کے لئے جی چاہتا ہے مگر کس طرح جاؤں بارش ہو رہی ہے۔ آپ نے دعا فرمائی، فوراً مینہ برسنا موقوف ہو گیا اور حضرت امام

Marfat.com

حسین گھر چلے گئے۔

روایت ہے کہ ایک دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ جا رہے تھے کہ ایک کوچے میں چند لڑکے کھیلتے دیکھے۔ آپ نے ان لڑکوں میں سے ایک کو گود میں اٹھالیا اور اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور بہت پیار کیا۔ صحابہ نے عرض کی، حضور ہمیں بڑا تعجب ہے یہ لڑکا ہے کون؟ اور اس سے اس قدر پیار کرنے کا کیا سبب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس سے پیار کرنے کا یہ سبب ہے کہ ایک دن میں نے اس کو دیکھا تھا کہ یہ لڑکا میرے پیارے حسین کے ساتھ کھیل رہا تھا اور حسین کی بڑی عزت کرتا تھا۔ اسی دن سے میں اس لڑکے کو اپنا دوست رکھتا ہوں اور کل قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا اور ساتھ ہی اس کے ماں باپ کو بھی بخشوادوں گا۔

لطائف اشرفی میں ہے کہ ایک دن حضرت امام حسن و حسین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو آپس میں کشتی لڑ رہے تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اس جگہ موجود تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے حسن شاباش! حسین کو پکڑو پکڑو تو حضرت سیدہ نے عرض کیا! ابا جان آپ بڑے کو فرما رہے ہیں کو چھوٹے کو پکڑے، آپ نے فرمایا میں اس لئے کہتا ہوں کہ جبرئیل حسین کو کہہ رہے ہیں کہ حسن کو پکڑو۔

عیون الریاض میں ہے کہ حضرت امام حسین فرماتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے جد بزرگوار کے حضور میں گیا۔ اس وقت ابی بن کعب حضور کے پاس بیٹھے تھے تو آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا: مرحبا لك يا ابا عبدالله يا زين السموات والارض۔

یعنی مرحبا اے حسین! اے زمین و آسمان کی زینت و رونق۔

Marfat.com

یہ سن کر ابن کعب نے کہا یا رسول اللہ! سوائے آپ کے اور بھی کسی سے زمین و آسمان کی رونق ہے تو آپ نے فرمایا کہ اے ابن کعب! خدا کی قسم حسین کی بزرگی آسمانوں میں دنیا سے زیادہ ہے۔

اکثر معتبر روایات میں ہے کہ ایک روز حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کھیل رہے تھے کہ حضرت عمر بن الخطاب کا بیٹا عبداللہ بھی آ کر صاحبزادوں کے ساتھ کھیلنے لگا تو حضرت امام حسین نے فرمایا کہ ہم تجھے نہیں کھیلنے دیں گے تو غلام زادہ ہے۔ تو پھر عبداللہ حضرت عمر کے پاس چلا گیا اور شکایت کی کہ امام حسین مجھے اپنے ساتھ کھیلنے نہیں دیتے اور کہتے ہیں تو ہمارا غلام زادہ ہے ہم تجھے اپنے ساتھ نہیں کھیلنے دیں گے تو یہ سن کر حضرت عمر نے کہا کہ کیا واقعی یہ سچ ہے کہ انہوں نے ایسا کہا ہے؟ اگر میں تیرے ساتھ چلوں تو تو ان سے یہی لفظ کہلوا سکے گا جو تو نے بتائے ہیں۔ عبداللہ نے کہا ہاں وہ ضرور کہہ دیں گے وہ اپنی زبان کو بدلا نہیں کرتے۔ اب حضرت عمر کاغذ قلم ساتھ لے کر اس جگہ پہنچ گئے اور دریافت کیا کہ صاحبزادے! آپ میرے بیٹے کو اپنے ساتھ کیوں نہیں کھیلنے دیتے اور کیا یہ سچ ہے کہ آپ اسے غلام زادہ سمجھ کر اپنے ساتھ نہیں کھیلنے دیتے تو حضرت امام حسین نے فرمایا کہ ہاں میں نے اس طرح کہا ہے تو حضرت عمر نے کہا کہ میں تو اس وقت بادشاہ ہوں اور آپ مجھے غلام کہتے ہیں کیا میں آپ کا غلام ہوں تو حسین پاک نے فرمایا کہ ہاں تم ہمارے غلام ہی تو ہو۔ تو پھر حضرت عمر نے کاغذ اور قلم پیش کیا اور کہا اچھا اس کاغذ پر لکھ دو کہ عمر ہمارا غلام ہے۔

اب حضرت امام حسین نے لکھ دیا کہ عمر ابن خطاب ہمارا غلام ہے پس امام کا یہ لکھنا تھا کہ حضرت عمر کی خوشی کی انتہاء نہ رہی اور کہا کہ میں بھی اقرار کرتا ہوں کہ میں

Marfat.com

آپ کا غلام ہوں وہ کاغذ لے کر خوشی خوشی اپنے گھر آئے اور وہ کاغذ محفوظ کر لیا اور فرمایا یہ میری بخشش کے لئے کافی ہے۔ پھر اپنے گھر والوں کو تاکید کر دی تھی کہ جب میں مروں تو یہ کاغذ قبر کے اندر میرے کفن میں رکھ دینا جہاں کوئی پوچھے گا یہ سند دکھادوں گا کہ میں تو حسنین کا غلام ہوں۔ (رضی اللہ عنہم)

پنجتن پاک پر الٰہی میرا درود و سلام
آلِ اطہار پر صحابہ کرام پر بھی دوام

Marfat.com

کتاب لاجواب
درواقعات شہادت شہدائے کربلا
بے مثال بیان قابل یقین اہل ایمان

حصہ اول

حسین پاک رضی اللہ عنہ

اور

یزید پلید

صدائے خامہ

جناب محبوب الٰہی سید علی حسینی حضرت امام عالی مقام کے فرزند کی زبان اور قلم سے اس کے جدامجد کے حالات وواقعات کا بیان ایک علیحدہ نوعیت اور جداگانہ حیثیت رکھتا ہے۔

Marfat.com

سلام بحضور امام عالی مقام

سلطان کربلا کو ہمارا سلام ہو
ملت کے پیشوا کو ہمارا سلام ہو

سیدہ کے لعل اور پیغمبر کے نور چشم
دل بند مرتضٰی کو ہمارا سلام ہو

رحمت خدا ہو سید الشہداء کی روح پر
امت کے مقتدا کو ہمارا سلام ہو

رنج و بلا میں بھی شکر حق کا ادا کیا
اس دافع بلا کو ہمارا سلام ہو

تیغوں کے سایہ میں بھی کی عبادت خدا
برہان اتقیا کو ہمارا سلام ہو

خنجر گلے پہ اور دعا لب پہ ہے رواں
اس پیکر رضا کو ہمارا سلام ہو

Marfat.com

یہ بھوک یہ پیاس یہ فرض جہاد حق
سر چشمہ وفا کو ہمارا سلام ہو

امت کے نوجوانوں پر علی اکبر فدا ہوئے
جاں باز مصطفیٰ کو ہمارا سلام ہو

امت کے بچوں پر علی اصغر ہوئے فدا
معصوم مجتبیٰ کو ہمارا سلام ہو

سر دے دیا، مگر نہ دیا ہاتھ غیر کو
اس آئینہ حق نما کو ہمارا سلام ہو

علی حسینی کی یہی حق سے ہے آرزو
دم دم سے شہدا کو ہمارا سلام ہو

ہر ایک خدمت گار ہر محبّ اہل بیت
سید کے باوفا کو ہمارا سلام ہو

(سیّد علی حسینی)

Marfat.com

یگانہ، صاحب تاثیر اور

بے مثال بیان

جناب سید علی حسینی کی زبان مبارک میں اللہ تعالیٰ نے ایسی تاثیر پیدا فرمائی ہے کہ جس کا آج بدل نہیں۔

جب آپ تقریر فرماتے ہیں تو سامعین میں سے کئی لوگ خود بیان کیا کرتے ہیں کہ جیسا جیسا آپ کی زبان کے الفاظ سنتے ہیں۔ بالکل اس کے مطابق ہو بہو نظر آتا جاتا ہے۔

اس دور میں آپ کے اس خداداد کمال کا کوئی ہمسر نہیں دیکھا اور نہ ہی کوئی سنا ہے۔

آپ واقعات شہادت کا بیان فرماتے ہیں تو ایسے معلوم ہوتا ہے جیسا کہ آپ نے سب لوگوں کو میدان کربلا میں لا کر کھڑا کر دیا ہے۔

پھر آپ بیان فرماتے ہوئے جن جن شہیدوں کے نام لیتے جاتے ہیں تو ہو بہو ان شہداء کی زیارتیں ہو جاتی ہیں۔ ان کے گھوڑوں کے رنگ اور ان کے قد و قامت اور لباس تمام نظر آ جایا کرتے ہیں۔

اور جب یزیدیوں کے نام لیتے ہیں تو وہ پلید بھی تمام کے تمام دیکھنے میں آ جاتے ہیں۔ ان کی شکلیں، ان کے لباس، ان کے گھوڑوں کی تمام حرکتیں سب کچھ دکھائی دیتا ہے۔

Marfat.com

پھر جب آپ شہداء کی حقیقی زندگی کا بیان کرتے ہوئے:

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ط بَلْ أَحْيَاءٌ (البقرہ:۵۴)

فرماتے ہیں تو تمام شہدائے کربلا زندہ اور بہت خوش خوش نظر آجایا کرتے ہیں۔

جب آپ معراج شریف کا بیان فرماتے ہیں تو اس موقع پر بھی اسی طرح تمام کچھ دیکھنے میں آجاتا ہے۔

اللہ ورسول کی جناب نے اپنے فضل سے حضرت محبوب الٰہی صاحب کو ایسی تاثیر بخشی ہے کہ سبحان اللہ! سبحان اللہ!!

کسی کو زور بازو سے یہ نعمت مل نہیں سکتی
عطا کردے محض اپنے فضل سے مرضی ہے حق کی
فضل سے مل گیا حصہ یہ سید علی حسینی کو
فضل سے گر کرے انکار بدبختی ہے حاسد کی

Marfat.com

شہیدوں کو مردہ مت کہنا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ
وَّلٰـكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (پ۲:ع۳)

''جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوں ان کو مردہ مت کہنا بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو شعور نہیں، یہ بات سمجھنے سے تمہاری عقل عاجز ہے''۔

دوسری آیت میں فرمایا:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ
عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ ۝ (پ۴:ع۸)

''جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوگئے ہرگز انہیں مردہ گمان نہ کرنا بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس سے رزق پاتے ہیں، کھاتے پیتے ہیں''۔

ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ شہیدوں کو مردہ مت کہنا اور دل میں بھی مت خیال لانا کہ وہ مرگئے بلکہ وہ زندہ ہیں۔ انہیں زبان سے بھی زندہ ہی کہنا اور دل میں بھی زندہ ہی سمجھنا۔ اس فرمانِ الٰہی کے بعد ان کو مردہ سمجھنے

Marfat.com

والا بے ایمان ہے اور وہ شیطان لعین کی طرح ہی اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے۔

اتنے صاف بیان کے بعد بھی جو کوئی نافرمان اللہ تعالیٰ کے حکم کو نہیں مانتا اور کہتا ہے کہ ہم تو ضرور مردہ ہی کہیں گے۔

البتہ ہم ان کی روحانی زندگی مان لیتے ہیں۔

اس نافرمان کو یہ پتا نہیں کہ روحیں تو کفار کی بھی زندہ رہتی ہیں۔

غور کرو: لِـمَنْ يُّقْتَلُ سے مراد، اجساد یقتل ہیں ارواح یقتل نہیں یعنی جسم قتل ہوتے ہیں، روحیں قتل نہیں ہوتیں۔

روحیں تو کفار و مشرکین کی بھی زندہ رہتی ہیں۔ روح پر یہی جزا و سزا ہے۔

شہید کی جو چیز قتل ہوتی ہے اسی چیز کو اللہ تعالیٰ نے زندہ کہنے کا حکم فرمایا ہے۔

شہید کا جسم قتل ہوتا ہے تو اس کے جسم کو ہی زندہ کہو۔ اس کے جسم کو ہی زندہ سمجھنے کا فرمان ہے۔

ثابت ہو گیا کہ جو کوئی شہید کو مردہ کہے گا وہ بے ایمان ہے گستاخ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے۔

یہ حیات ابدی ہر شہید کو حاصل ہوتی ہے۔ نبی کی وہ زندگی شہید سے بھی زیادہ قوی ہے۔ شہادت کے بعد فوراً ہی اللہ تعالیٰ شہداء کو حیات عطا فرما دیتا ہے انہیں راحتیں دی جاتی ہیں۔ ان کے عمل جاری رہتے ہیں اور ثواب بڑھتا رہتا ہے۔

شہداء کو نہ غسل دیا جاتا ہے اور نہ کفن، ان کے کپڑوں میں ہی نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا جاتا ہے۔ (خزائن العرفان)

Marfat.com

جنتی جوانوں کے سردار کی خبر شہادت

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پیدا ہونے سے چند روز پہلے کا واقعہ ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چچی حضرت ام الفضل نے آ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے تو آج ایک بہت پریشان خواب دیکھا ہے۔ حضور نے دریافت فرمایا کہ وہ کیا خواب ہے عرض کیا کہ وہ بہت ہی شدید ہے اس کے بیان کی جرأت نہیں ہوتی حضور نے مکرر دریافت فرمایا تو بیان کیا کہ حضور کے جسد اطہر کا ایک ٹکڑا کاٹا گیا اور وہ میری گود میں رکھا گیا ہے۔

اس کی تعبیر میں حضور نے فرمایا کہ یہ خواب تو نہایت ہی اچھا ہے۔ انشاء اللہ عنقریب میرے اہل بیت میں ایک بچہ پیدا ہوگا۔ بے شک وہ میرے دل کا ٹکڑا ہے۔ آپ اس بچے کو اپنی گود میں ضرور اٹھاؤ گی چنانچہ چند یوم بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور حضرت ام الفضل نے اپنی گود میں اٹھالیا اور اس خواب کی تعبیر صحیح ہوگئی۔ حضور نے فرمایا، یہ بچہ بلاشبہ میرے بدن کا ٹکڑا ہے۔

یہ بھی حضرت ام الفضل کا بیان ہے کہ ایک روز میں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی گود میں اٹھایا ہوا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، تو میں نے حضور کی گود میں بٹھا دیا۔

تھوڑی دیر بعد میں نے دیکھا تو حضور کی چشمان مبارک سے آنسوؤں کی لڑیاں جاری ہیں میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان ہوں آپ کیوں روتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ابھی ابھی جبرئیل علیہ السلام آئے ہیں اور انہوں نے خبر دی ہے کہ اشقیاء میرے فرزند کو شہید کریں گے۔ میں نے

Marfat.com

حضرت امام حسین کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس کو، فرمایا: ہاں میرے
شہید کیا جائے گا میرے پاس جبرئیل اس کے مقتل کی مٹی بھی لائے ہیں۔

اس طرح حضرت امام عالی مقام کی ولادت کے ساتھ ساتھ ہی آ
شہادت کی خبر بھی مشہور ہو چکی تھی۔ (رواہ البیہقی فی الدلائل)

روایت ہے کہ ایک روز حضرت جبرئیل علیہ السلام بارگاہ رسالت میں حا
ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امام حسین سے محبت
کرتے اور بار بار گلا چوم رہے ہیں تو جبرئیل علیہ السلام نے خبر دی کہ یا رسول اللہ!
اس شہزادے کے حلق نورانی پر جس جگہ آپ بار بار بوسہ دے رہے ہیں آپ کی
وفات کے بعد اور ان کے ماں باپ اور بھائی کی وفات کے بعد اشقیاء بد بخت اس
جگہ ان کے حلق پر تلوار چلائیں گے اور ان کے خیموں کو آتش جور و جفا سے جلائیں
گے۔ پھر تمام واقعہ کربلا بالتفصیل حضور نبوی میں بیان کر دیا۔ آپ یہ سن کر رو رہے
تھے پھر جب حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے یہ واقعہ سنا تو وہ بھی بہت روئے اور
بے قرار ہو کر روتے ہوئے حضرت سیدہ پاک کے حجرہ میں تشریف لے گئے۔
انہوں نے رونے کا سبب دریافت فرمایا تو آپ کے بتانے سے پھر وہ بھی بہت
روئے اور نہایت پریشان ہوئے۔ اس کے بعد یہ خبر شہادت ہر خاص و عام میں
مشہور ہو گئی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو فرشتہ بارش برسانے کے
اختیارات رکھتا ہے اللہ تعالیٰ سے اجازت لے کر جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کی زیارت کو آیا اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلمہ کے گھر میں
تھے فرشتہ سلام عرض کرنے کے بعد جب آپ کے پاس بیٹھ گیا تو آپ نے حضرت

Marfat.com

ام سلمہ سے فرمایا کہ دروازے سے خبر دار رہنا کہ کوئی اندر نہ آنے پائے تو پھر یکا یک حضرت امام حسین اندر چلے آئے اور آپ کی گود میں بیٹھ گئے اور پھر آپ کے کاندھے پر چڑھ کر کھیلنے لگ گئے۔ آپ نے ان کو پکڑ کر گود میں لیا اور چومنے لگے۔ تب اس فرشتے نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا حسین آپ کو بہت پیارے ہیں۔ فرمایا: ہاں مجھے ان سے بہت محبت ہے۔ تو پھر فرشتے نے خبر دی کہ آپ کی امت ہونے کے دعوے دار ہی ان کو شہید کر ڈالیں گے۔ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو اس جگہ کی مٹی دکھاؤں جس جگہ انہوں نے شہید ہونا ہے۔ پھر اس نے ہاتھ مارا اور حضور پاک کو سرخ مٹی دکھائی۔ پھر وہ مٹی حضور نے حضرت ام سلمہ کو دے دی اور انہوں نے شیشی میں ڈال کر رکھ لی۔ حضور نے فرمایا کہ جب شہادت کے دن قریب آئیں گے تو یہ مٹی خون ہو جائے گی۔

راوی کہتا ہے کہ ہم عام سنا کرتے تھے کہ حضرت امام حسین کربلا میں شہید ہوں گے۔

ابن سعد اور طبرانی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جبرئیل نے خبر دی ہے کہ میرے بعد میرا فرزند حسین زمین طف میں قتل کیا جائے گا اور جبرئیل میرے پاس یہ مٹی لائے ہیں اور انہوں نے عرض کیا کہ یہ حسین (رضی اللہ عنہ) کی خواب گاہ (مقتل) کی خاک ہے طف قریب کوفہ اس مقام کا نام ہے جس کو کربلا کہتے ہیں۔

امام احمد نے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری دولت سرائے اقدس میں آج وہ فرشتہ آیا جو اس سے قبل کبھی حاضر نہ ہوا تھا اس نے

Marfat.com

عرض کیا کہ آپ کے فرزند حسین (رضی اللہ عنہ) قتل کیے جائیں گے اور اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو اس زمین کی مٹی ملاحظہ کراؤں جہاں وہ شہید ہوں گے پھر اس نے تھوڑی سی سرخ مٹی پیش کی۔

اس قسم کی حدیثیں بکثرت وارد ہیں کسی میں بارش کے فرشتہ کے خبر دینے کا تذکرہ ہے کسی میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو خاک کربلا تفویض کرنے اور اس خاک کے خون ہو جانے کو علامت شہادت قرار دینے کا تذکرہ ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار اطلاع دی گئی اور آپ نے بھی بار بار اس کا تذکرہ فرمایا اور یہ خبر شہادت حضرت امام کے عہد طفولیت سے ہی خوب مشہور ہو چکی تھی اور سب کو معلوم ہو گیا کہ آپ کا مشہد کربلا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کی کہ ہم کو کوئی شک باقی نہ رہا تھا اور تمام اہل بیت بالاتفاق جانتے تھے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کربلا میں شہید ہوں گے۔

دعا کیوں نہیں کی گئی

دیکھنے کی یہ بات ہے کہ اس فرزند ارجمند کے جد کریم حبیب خدا ہیں، حضرت حق تبارک وتعالیٰ ان کا رضا جو ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

وَلَسَوۡفَ يُعۡطِيكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰى (پ۳۰:ع۱۸)

بحر و بر میں آپ کا حکم جاری ہے۔ شجر و حجر سلام عرض کرتے ہیں۔ چاند اشاروں پر چلتا ہے حکم دیتے ہیں تو ڈوبا ہوا سورج واپس پلٹ آتا ہے۔ کونین کے ذرے ذرے پر بحکم الٰہی حکومت ہے۔ اولین و آخرین کی عقدہ کشائی حضور کے

Marfat.com

اشارۂ چشم پر موقوف و منحصر ہے۔ آپ کے غلاموں کے صدقہ میں خلق کے کام بنتے ہیں۔ فتح ہوتی ہے، بلائیں دفع ہوا کرتی ہیں، رزق ملتا ہے جیسا کہ بخاری شریف میں فرمایا ہے:

هل تنصرون و ترزقون الا بضعفائكم ۔

باوجود اتنے بڑے اختیارات کے اس فرزندار جمند کی شہادت کی خبر سن کر آپ کی چشمان مبارک سے آنسو تو جاری ہو جاتے ہیں مگر جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کے لئے ہاتھ نہیں اٹھاتے۔ بارگاہ الٰہی میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے امن و سلامت اور اس حادثہ حائلہ سے مامون و محفوظ رہنے اور دشمنوں کے تباہ و برباد ہونے کے لئے دعا نہیں کرتے۔

نہ ہی علی مرتضیٰ عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ! اس خبر نے تو دل و جگر پارہ پارہ کر دیئے ہیں۔ آپ بارگاہ الٰہی میں اپنے اس فرزند کے لئے دعا فرما دیجئے۔

اور نہ ہی جناب سیدہ پاک نے التجا کی ہے کہ اے سلطان دو عالم! آپ کے فیض سے تمام عالم فیض یاب ہے۔ آپ کی دعا مقبول ہے۔ میرے پیارے حسین کے لئے دعا ضرور فرما دیں۔

نہ ازواج مطہرات نے اور نہ ہی دیگر اہل بیت کرام میں سے کسی نے بھی عرض کی تھی۔ خبر شہادت سب سنتے ہیں۔ شہرہ عام ہو جاتا ہے مگر بارگاہ رسالت میں کسی کی طرف سے بھی دعا کے لئے درخواست پیش نہیں ہوتی۔ وجہ کیا تھی! بات یہ ہے کہ یہ مقام امتحان ہے۔ یہاں ثابت قدمی درکار ہے، یہ محل عذر و تامل نہیں۔ ایسے موقع پر جان سے دریغ کرنا جانباز مردوں کا شیوہ نہیں۔ اخلاص سے جاں نثاری عین تمنا ہے۔

Marfat.com

دعائیں کی گئی ہیں مگر یہ کہ ہمارے اس فرزند کو مقام رضا و وفا میں صادق و ثابت رکھا جائے۔ توفیق الٰہی اس کی مساعد رہے۔ مصیبتوں کا ہجوم اور آلام کا انبوہ اس کے قدم کو پیچھے نہ ہٹا سکے۔

حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کی پیشین گوئی

ابونعیم نے اصبغ بن بتاتہ سے روایت کی ہے کہ ہم حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے ہمراہ جنگل کربلا میں جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر کی جگہ پر پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ اس میدان میں یہاں پر میرا بیٹا حسین شہید ہوگا۔ یہاں ان شہیدوں کے اونٹ بیٹھیں گے۔ یہاں ان کے کجاوے رکھے جائیں گے اور اس جگہ جوانان آلِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) شہید ہوں گے، اور زمین و آسمان ان پر روئیں گے۔

ان خبروں سے پتا چلتا ہے کہ جناب علی مرتضیٰ کو اور صحابہ کرام کو زمین کربلا کے چپہ چپہ کا علم تھا کہ کہاں اونٹ باندھے جائیں گے کہاں سامان رکھا جائے گا کہاں خون بہے گا۔

یہ شہادت کا کمال ہے کہ اس کے لئے ایسا اعلان عام ہو کہ جسے اپنے پرائے تمام جان لیں اس کے لئے جگہ مقرر کر دی گئی ہو۔ وہاں کی خاک شیشیوں میں ڈال کر رکھ لی گئی ہو اور اس کے خون ہو جانے کا انتظار ہو اور خود جس نے شہید ہونا ہے اسے بچپن ہی سے اپنے شہید ہونے کی خبر ہو اور وہ جان عطا کرنے والے کی راہ میں جان قربان کرنے کے لئے خوشی سے تیار کھڑا رہے۔

یہ فرزند مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حصہ اور انہی کا حوصلہ تھا۔ اس جگہ اگر

Marfat.com

کوئی پہاڑ بھی ہوتا تو وحشت سے گھبرا اٹھتا اور اس کو زندگی کا ایک ایک لمحہ کاٹنا مشکل ہو جاتا اور وہ سوکھ سوکھ کر کبھی کا جان دے بیٹھا ہوتا۔

مگر حسین پاک کو دیکھئے کہ وہ رضائے حق تعالیٰ پر خوش ہیں، اسی میں ان کے دل کا چین اور ان کی حقیقی تسلی ہے کبھی وحشت و پریشانی ان کے پاس نہیں پھٹکتی اور کبھی اس مصیبت عظمیٰ سے خلاصی اور رہائی کے لئے دعا نہیں کرتے۔ انتظار کی ساعتیں شوق کے ساتھ گزارتے ہیں......اور وقت موعود کا راستہ دیکھ رہے ہیں۔

تمام عالم کے معرکوں کے مقابلے میں معرکہ کربلا پر غور

حق و باطل کے معرکے ابتداء سے ہی ہوتے چلے آ رہے ہیں جیسا کہ مشہور ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کا معرکہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا معرکہ، طالوت اور جالوت کا معرکہ، غرض کہ معرکہ ہر نبی اور ولی کے پیش آیا ہے۔

لیکن معرکہ کربلا ان تمام معرکوں سے ایک علیحدہ نوعیت اور جداگانہ حیثیت رکھتا ہے۔ جس طرح قرآن مجید آخری کتاب ہے اور شریعت محمدی آخری شریعت ہے اسی طرح حق کے راستے کو یعنی صراط مستقیم کو قائم رکھنے کے لئے رسول آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی قربانی بھی اپنی نوعیت کی ایک انوکھی اور آخری قربانی ہے وہ سب کفر و اسلام کے معرکے تھے لیکن یہ ایک صحیح مسلمان کا فاسق کے ساتھ مقابلہ ہے۔ گزشتہ معرکوں سے یہ معرکہ بہت زیادہ مشکل تھا۔ کیونکہ کفر کے مقابلے کے لئے حمایتی مل جایا کرتے ہیں لیکن فسق کے مقابلے کے لئے حمایت کا حاصل ہونا مشکل ہے۔

اگر ان پہلے معرکوں کو دیکھ تو وہ جزوی تھے اور پھر ان کے بعد بقا تھی لیکن اس

Marfat.com

معرکے کی طرف غور کرو تو یہ کلی ہے اور اس کے بعد فنا ہے۔ بقا میں فرحت ہے اور فنا سے سب گھبراتے ہیں۔ ایسی فنا کو قبول کرنا فرزند رسول کا حصہ اور ان ہی کا حوصلہ تھا۔

یزید پلید کون تھا؟

رویانی نے اپنی مسند میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا میری سنت کا سب سے پہلا بدلنے والا بنی امیہ کا ایک شخص ہے جس کا نام یزید ہے۔

ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں عدل و انصاف قائم رہے گا یہاں تک کہ سب سے پہلا رخنہ انداز بانی ستم بنی امیہ کا ایک شخص ہے جس کا نام یزید ہوگا۔

یزید بن معاویہ وہ بدنصیب شخص ہے کہ جس کے ماتھے پر اہل بیت کرام کے بے گناہ قتل کا سیاہ داغ ہے اور جس پر ہر زمانے میں دنیائے اسلام ملامت کرتی رہی ہے اور قیامت تک اس کا نام تحقیر کے ساتھ لیا جائے گا۔

یزید بد باطن سیاہ دل ۲۵ھ میں میسون بنت نجدل کلبیہ کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ نہایت موٹا، بدنما، کثیر الشعر، بدخلق، تند خو، فاسق، فاجر، شرابی، بدکار، ظالم، بے ادب گستاخ تھا۔ اس کی شرارتیں اور بیہودگیاں ایسی تھیں کہ جن سے بدمعاشوں کو بھی شرم آئے۔ شراب، جوا و سود خوری اور محرمات کے ساتھ زنا کو اس پلید نے اعلانیہ رواج دیا اور مدینہ طیبہ و مکہ مکرمہ کی بے حرمتی کرائی ہے۔ اس کی حکومت گرگ

Marfat.com

کی پاسبانی سے بھی زیادہ خطرناک تھی۔ حضرت عبداللہ بن حنظلہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم ہمیں یہ اندیشہ ہو گیا تھا کہ یزید کی بدکاریوں کے سبب کہیں آسمان سے پتھر نہ برسنے لگ جائیں۔

یزید پلید کی حکومت

حضرت معاویہ نے رجب ٦٠ھ میں دمشق شہر کے اندر لقوہ کے مرض میں مبتلا ہو کر وفات پائی۔ ان کے پاس سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات میں سے ردائے اقدس اور قمیص مبارک اور تراشے ہوئے ناخن شریف اور بال مبارک تھے۔ انہوں نے وصیت کی تھی کہ مجھے حضور کی ردائے مبارک اور قمیص اقدس میں کفن دیا جائے اور باقی تبرکات میرے ساتھ رکھ دیئے جائیں اور مجھے ارحم الرحمین کے رحم پر چھوڑ دیا جائے۔

کور باطن یزید نے خود دیکھا تھا کہ اس کے باپ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک سے چھو جانے والے کپڑوں کو دم آخر تک کیسا عزت کے ساتھ سنبھال رکھا تھا اور قبر کے اندر مقام غربت میں کام آنے والی یہی ایک چیز سمجھی تھی اور وہ امید رکھتا تھا کہ ان تبرکات کے صدقہ میں اللہ تعالیٰ مجھ پر رحم فرمائے گا۔

اگر وہ اپنے باپ کی اس بات پر غور کرتا تو سمجھ سکتا تھا کہ جب حضور کے بدن مبارک سے چھو جانا ایک کپڑے کو ایسا متبرک بنا دیتا ہے تو پھر حسین پاک علیہ السلام اور آلِ اطہار جو حضور کے بدن اقدس کا جزو ہیں ان کا کیا مرتبہ ہے اور امت پر ان کا کس قدر احترام فرض ہے مگر شقاوت و بدنصیبی کا کیا علاج؟

باپ کی وفات کے بعد یزید پلید تخت حکومت پر بیٹھا اور اس نے اپنی بیعت

Marfat.com

لینے کے لئے ممالک سلطنت میں جگہ بہ جگہ مکتوب روانہ کئے۔

ولید بن عتبہ اس وقت مدینہ طیبہ کا حاکم تھا۔ اس کے پاس بھی حکومت کا یہ پروانہ پہنچا اور وہ یزید کی بیعت لینے کے لئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا (یہاں بیعت سے مراد یزید کے ساتھ حلف وفاداری تھا یعنی ہم اس حکومت کو دل و جان سے پسند کرتے ہیں اور اس کے تمام کاموں پر راضی برضا رہیں گے، اس کی کسی بات پر بھی ہمیں اعتراض نہ ہوگا ہم اس کے وفادار اور دعا گو ہیں، ہماری جانیں اور مال اس کی حمایت کے واسطے وقف ہیں) لیکن امام عالی مقام نے انکار فرما دیا۔

امام پاک کا بیعت سے انکار

امام پاک نے یزید پلید کے فاسق اور ظالم ہونے کی بنا پر اس کو نا اہل قرار دیتے ہوئے اس کی بیعت سے انکار فرما دیا۔

حضرت امام عالی مقام یہ بھی جانتے تھے کہ بیعت کا انکار یزید کے اشتعال کا باعث ہوگا اور وہ اہل بیت کرام کی جان کا دشمن اور خون کا پیاسا ہو جائے گا۔

لیکن امام کی دیانت اور تقویٰ نے اجازت نہ دی کہ اپنی تکلیفوں سے ڈر کر ایک نا اہل کے ہاتھ پر بیعت کر لیں اور مسلمانوں کی تباہی اور احکام شرع کی بے حرمتی اور دین کی مضرت کی پروا نہ کریں اور یہ امام جیسے جلیل الشان فرزند رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہو بھی کس طرح سکتا تھا۔ اگر امام پاک اس وقت یزید کی بیعت کر لیتے تو امید دلائی گئی تھی کہ یزید آپ کی بہت قدر و منزلت کرے گا اور آپ کی راحت و عافیت میں کوئی فرق نہیں آئے گا بلکہ بہت سی دولت دنیا آپ کے

Marfat.com

پاس جمع ہو سکتی تھی مگر ہمیشہ کے لئے اسلام کا نظام درہم برہم ہو جانا تھا اور دین اسلام میں ایسا فساد برپا ہوتا کہ جس کا دور کرنا بعد کو محال تھا کیونکہ یزید کی ہر بدکاری کے جواز کے لئے امام کی بیعت سند ہو جاتی اور اسلام کا صحیح نقشہ مٹ جاتا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے بیعت کی درخواست اس لئے سب سے پہلے کی گئی تھی کہ تمام اہل اسلام ان کا اتباع کریں گے اگر امام بیعت کرلیں گے تو پھر کسی کو بھی تامل نہ ہوگا۔

اب امام پاک کے انکار کرنے سے یزیدیوں کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے اور ان کے دلوں میں اسی وقت آتش عناد بھڑک اٹھی اور ان پلیدوں کی شرارتیں تیز ہو گئیں۔

مدینہ منورہ سے مکہ معظّمہ کو روانگی

حالات کا جائزہ کرتے ہوئے صحابہ کرام نے حضرت امام کو مشورہ دیا کہ آپ کا مکہ مکرمہ میں پہنچ جانا بہتر معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا بضرورت حضرت امام عالی مقام کو مدینہ طیبہ سے مکہ معظّمہ منتقل ہونا پڑا۔ یہ واقعہ چار شعبان ۶۰ ھ کا ہے۔ مدینہ پاک سے رحلت کا دن خود امام پاک اور اہل بیت کرام پر کیسا گزرا ہوگا۔ جبکہ اطراف عالم سے تو اہل ایمان وطن ترک کر کے اپنے عزیز واقارب کو چھوڑ کر مدینہ پاک حاضر ہونے کی تمنائیں کریں۔ دربار رسالت کی حاضری کا شوق دشوار گزار منزلیں اور بحری و بری طویل اور خوفناک سفر کرنے کے لئے بے قرار بنا دے۔ ایک لمحہ کی جدائی انہیں شاق ہو اور ادھر فرزند رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیار رسول سے رحلت کرنے پر مجبور کر دیا جائے۔

Marfat.com

جب حضرت امام رضی اللہ عنہ با ارادہ رخصت آستانہ قدسیہ پر حاضر ہوئے ہوں گے اس وقت آپ اور آپ کے ساتھی اہل بیت کرام کی آنکھوں نے کس طرح اشک غم کی بارش کی ہوگی۔ جد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ اطہر سے جدائی کا صدمہ ان کے دلوں پر کس قدر رنج وغم کے پہاڑ توڑ رہا ہوگا۔ حالانکہ آج بھی اس وقت کا تصور دل کو تڑپا دیتا ہے۔

اور وہ وقت اہل مدینہ کے لئے کیسے رنج واندوہ کا وقت تھا اور پھر ان لوگوں کی مصیبت کا کیا اندازہ ہوسکتا ہے جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کے فدائی تھے اور اب وہ اس فرزند رسول کی زیارت سے اپنے اپنے قلب مجروح کو تسکین دیا کرتے تھے۔ ان کا دیدار ان کے دل کا قرار تھا۔ آہ! آج یہ قرار دل مدینہ طیبہ سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو رہا ہے۔

جس وقت آپ مکہ مکرمہ میں پہنچے ہیں تو اس جگہ کے لوگوں نے آپ کی تشریف آوری کی بہت خوشیاں منائیں۔ مکہ مکرمہ اور اس کے گرد ونواح کے لوگ سن سن کر آپ کی زیارت کے لئے اور آپ سے فیوض وبرکات حاصل کرنے کے لئے ٹولے اور قافلے بن بن کر آنے لگے اور ظاہری وباطنی برکتوں سے دامن بھرپور واپس جاتے تھے۔ آپ کی محبت سے ایمان کی رونق دن بدن بڑھتی چلی جارہی تھی اور لوگوں کے دل باغ باغ ہوئے جارہے تھے۔

بے شک ان کی محبت سے ہی ایمان ملتا ہے جس دل میں رسول اللہ کی اولاد کی محبت نہیں اس میں ایمان کہاں؟

لہٰذا تمام دور ونزدیک مشہوری ہوگئی کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ آج کل مکہ معظّمہ میں رونق افروز ہیں۔

Marfat.com

حضرت امام پاک کی خدمت میں کوفیوں کی درخواستیں

یزیدیوں کی کوشش سے اہل شام نے تو اس پلید کی بیعت کر لی۔ اس کے علاوہ تمام ملک کو اس کی بیعت سے نفرت تھی اور وہ طرح طرح کی تدبیروں اور حیلوں سے چاہتا تھا کہ لوگ اس کی بیعت کر لیں۔

ان حالات کو سنتے اور دیکھتے ہوئے اہل کوفہ اور عراق کی جماعتوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ یزید پلید کی حکومت وسلطنت اسلام کے لئے خطرہ ہے اور اس کی بیعت کرنے میں ایمان کی تباہی ہے۔

لہٰذا اس وقت بیعت کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلی رضی اللہ عنہ کے نورعین حضرت امام حسین کو ہم پسند کرتے ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے اور کسی کو بھی بیعت کا حق نہیں پہنچتا۔ کیونکہ وہ تمام اوصاف حمیدہ کے مالک ہیں۔ آج اس زمین کے اوپر اور اس آسمان کے نیچے ان جیسا اور کوئی بھی نہیں ہے۔ لہٰذا تمام مل کر ان کو مجبور کرو کہ وہ ہم سے بیعت لیں۔

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ مانیں گے نہیں کیونکہ دنیاوی عزت و جاہت کی خاندان نبوت حرص نہیں رکھتا۔

لہٰذا طریقہ یہ کرنا چاہئے کہ ان کو لکھو کہ یہاں ہمارے علاقہ میں کچھ لوگوں نے اسلام کے اندر نئی چیزیں پیدا کر دی ہیں کہ جن کی وجہ سے دین میں بہت سی رخنہ اندازیاں ہو رہی ہیں اور اس میں بہت فساد آ چکا ہے۔ چونکہ اسلام اور قرآن آپ ہی کے گھر سے ملا ہے اور آج سوائے آپ کے ان معاملات کو دوسرا کوئی بھی سلجھا نہیں سکتا۔ اس لئے ہماری التجا ہے کہ آپ یہاں آ کر ہمیں اسلام کے صحیح

Marfat.com

اصول و آئین سمجھا جائیں۔ ہم قرآن والوں سے قرآن سمجھنا چاہتے ہیں۔ تو پھر وہ اس درخواست کو ٹھکرا نہیں سکیں گے۔ ان کو آنا پڑے گا، جب آجائیں تو ان کے سامنے اپنے جذبات عقیدت و اخلاص کا ایسا صحیح اور واضح ثبوت پیش کرو کہ ان کو اطمینان ہو جائے۔ جب دیکھو کہ امام پاک کو تم پر تسلی ہو چکی ہے تو اپنے مقاصد ظاہر کر کے درخواست بیعت پیش کر دینا۔ پھر ضروری ہے کہ مان جائیں گے اور اگر نہ بھی مانیں گے تو مجبور کر سکتے ہو کہ مان جائیں۔ آپ کے خلیفہ بننے سے ہی آج ان تباہیوں سے نجات مل سکتی ہے، ورنہ مشکل ہے۔

چنانچہ کوفہ و عراق کی تمام جماعتوں نے متفق ہو کر امام کی جناب میں مذکورہ بالا مضمون میں اپنی نیاز مندی اور جذبات ارادت و اخلاص کا اظہار کیا اور جناب کے کوفہ پہنچنے کی تمنائیں پیش کیں (۱) اور پھر اسی طرح کے التجا ناموں اور درخواستوں

---

(۱) شیعہ فرقہ کی کتاب جلاء العیون میں یوں لکھا ہے کہ جب یہ خبریں اہل کوفہ کو پہنچیں شیعانِ کوفہ سلیمان بن صرد خزاعی کے گھر میں جمع ہوئے۔ حمد و ثنا الٰہی بجا لائے اور در بارہ فوت معاویہ و بیعت یزید گفتگو کی۔ سلیمان نے کہا جبکہ حضرت معاویہ مر گیا اور امام حسین علیہ السلام بیعت یزید سے انکار کر کے مکہ معظمہ آ گئے ہیں اور تم ان کے شیعہ ہو اور ان کے پدر بزرگوار کے بھی شیعہ ہو۔ اگر جانتے ہو کہ ان کی نصرت کر سکو گے اور بجان و مال ان کی نصرت میں کوشش کر سکو گے تو ایک عریضہ ان کی خدمت میں لکھ کر یہاں بلا لو اور اگر ان کی نصرت میں سستی و کاہلی کرو گے یہ جان لو شرط خیر خواہی اور متابعت کی بجا آوری نہ کرو گے' ان کو فریب نہ دو اور ہلاکت میں نہ ڈالو۔ شیعوں نے کہا، جب حضرت اس شہر کو اپنے نور قدوم سے منور کریں گے۔ ہم بقدم اخلاص ان کی خدمت میں حاضر ہوں گے، ان سے بیعت کریں گے اور ان کی نصرت میں جانفشانی اور دشمنوں سے حفاظت میں کوشش کریں گے اور پھر ایک عریضہ اس مضمون کا امام عالی مقام کی خدمت میں لکھا:

مضمون خط سلیمان بن صرد خزاعی کوفی اور دیگر اہل کوفہ:

خط نمبر ۱: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ نامہ سلیمان بن صرد خزاعی و مسیب بن نخبہ و رفاعہ بن شداد بجلی و حبیب بن مظاہر از جمیع شیعان مومنین و مسلمین اہل کوفہ کی جانب سے بخدمت امام حسین (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

کا ایک تانتا باندھ دیا۔

چونکہ حضرت امام کو کوفیوں کی بے وفائی کا تجربہ ہو چکا ہوا تھا۔ اس لئے آپ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے) بن علی بن ابی طالب علیہما السلام ہے۔ آپ پر سلام خدا ہو...... ہمارے شہر میں قدم رنجہ فرمایئے ہم سب آپ کے مطیع ہیں...... والسلام اہل کوفہ۔ (جلاء العیون ج ۲ ص ۱۳۹)

خط نمبر ۲: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' یہ عریضہ شیعوں اور فدویوں و مخلصوں کی طرف سے خدمت امام حسین علیہ السلام بن علی علیہ السلام بن ابی طالب ہے۔

اما بعد! بہت جلد آپ اپنے دوستوں اور ہوا خواہوں کے پاس تشریف لایئے کہ جمیع مردمان ولایت منتظر قدوم میمنت لزوم ہیں اور بغیر آپ کے دوسرے شخص کی طرف لوگوں کو رغبت نہیں۔ البتہ بتعجیل تمام ہم مشتاقوں کے پاس تشریف لایئے۔ والسلام اہل کوفہ۔ (جلاء العیون ج ۲ ص ۱۳۹، ۱۷)

خط نمبر ۳: پس شیث بن ربیع و حجاز بن الحر و یزید بن حارث و عروہ بن قیس و عمرو بن حجاج و محمد بن عمرو نے دوسرا اس مضمون کا عریضہ لکھا: بعد حمد و نعت گزارش ہے کہ تمام صحرا سبز اور میوے تیار ہیں...... شب و روز آپ کی تشریف آوری کے منتظر ہیں۔ (جلاء العیون ج ۲ ص ۱۳۹، ۲۱)

ہر چند ہر طرح کے خطوط خدمت آنحضرت میں پہنچتے تھے مگر حضرت ٹال دیتے تھے اور جواب ان کا نہ دیتے تھے یہاں تک کہ چھ سو خطوط ان مکاروں، غداروں کے امام حسین علیہ السلام کے پاس پہنچے اور جب مبالغہ اصرار از حد ان کا ہوا اور متعدد قاصد حضرت کے پاس جمع ہو گئے اور بارہ ہزار خطوط کوفہ سے آ گئے۔ حضرت نے ان کے آخری خط کا جواب لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: یہ خط حسین ابن علی شیعوں مومنوں مسلمانوں اہل کوفہ کی طرف ہے۔ اما بعد! بہت سے قاصد اور خطوط آنے کے بعد جو تم نے خط ہانی سعید کے ہاتھ بھیجا، مجھے پہنچا۔ تمہارے سب خطوط میرے پاس پہنچے اور سب کے مضامین سے مطلع ہوا۔ تم نے سب خطوط میں میرے پاس لکھا کہ ہمارا کوئی امام نہیں، بہت جلد آپ ہمارے پاس تشریف لایئے خدا آپ کی برکت سے ہم کو بحق ہدایت کرے۔ واضح ہو کہ میں بالفعل تمہارے پاس اپنے برادر پسر عم و محل اعتماد مسلم بن عقیل کو بھیجتا ہوں۔ اگر مسلم مجھے لکھیں جو تم نے مجھے خطوط میں لکھا ہے بمشورہ عقلا و دانایاں و اشراف و بزرگان قوم لکھا ہے۔ اس وقت میں بہت جلد انشاء اللہ تمہارے پاس چلا آؤں گا میں اپنی جان کی قسم کھاتا ہوں کہ امام وہی ہے جو درمیان مردم بکتاب خدا حکم اور بعدالت قیام کرے اور قدم جادہ شریعت مقدسہ سے باہر نہ رکھے اور لوگوں کو دین حق پر مستقیم رکھے۔ والسلام

حسین بن علی علیہما السلام بن ابی طالب علیہم السلام (جلاء العیون جلد دوم ص ۱۴۰)

Marfat.com

نے پہلے پہل تو ان کی باتوں کی پروانہ کی لیکن جب تمام جماعتوں کی طرف سے سینکڑوں عرضیاں فرزند رسول کی خدمت میں پہنچ گئیں تو آپ مجبور ہو گئے، کیونکہ آپ کے اخلاق کب تک جواب خشک کی اجازت دے سکتے تھے۔ آخر آپ نے کوفہ جانے کا ارادہ کر لیا تھا۔

لیکن حضرت ابن عباس و حضرت ابن عمر و حضرت جابر و حضرت ابو سعید و حضرت ابو واقد وغیرہم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم حضرت امام کے اس ارادے سے متفق نہ ہوئے کیونکہ ایک تو ان سے امام کی جدائی برداشت نہ ہوتی تھی اور دوسرا شہادت امام کی شہرت کی وجہ سے ان کے دلوں میں کئی کئی وہمات آتے تھے۔ تیسرا کوفیوں کے عہد و مواثیق کا وہ بالکل اعتبار نہیں کرتے تھے...... گو کہ یہ یقین کر لینے کی بظاہر کوئی صورت بھی نہ تھی کہ شہادت کا یہی وقت ہے۔ اسی سفر میں یہ مرحلہ درپیش آئے گا۔ صرف یوں ہی وہ ایک اندیشہ رکھتے ہوئے مانع ہو گئے۔

اب حضرت امام کے لئے یہ ایک نہایت پیچیدہ مسئلہ درپیش آیا کہ ادھر تو ایسے جلیل القدر صحابہ کرام کے شدید اصرار کا لحاظ اور ادھر اہل کوفہ و عراق کی استدعا کو رد فرمانے کے لئے کوئی عذر شرعی نہیں ملتا تھا۔ آخر اس کا حل بجز اس کے اور کچھ نظر نہ آیا کہ پہلے اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل کو بھیجا جائے۔ اگر کوفی صحیح ثابت نہ ہوں گے تو عذر شرعی مل جائے گا اور اگر وہ اپنے عہد پر پورا اتریں گے تو صحابہ کرام کو تسلی دی جا سکے گی۔

Marfat.com

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی کوفہ کو روانگی

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اہل کوفہ کو تحریر فرمایا کہ تمہارے بار بار اصرار کرنے پر حضرت مسلم کو روانہ کیا جاتا ہے۔ یہ میرے قائم مقام اور میرے بھائی ہیں۔

حضرت مسلم کے دو فرزند محمد اور ابراہیم جو کہ اپنے باپ کے بہت پیارے تھے یہ بھی اس سفر میں آپ کے ساتھ گئے تھے۔

حضرت مسلم نے کوفہ پہنچ کر مختار بن عبیدہ کے مکان پر قیام فرمایا۔ آپ کی تشریف آوری کی خبر سن کر لوگ جوق در جوق آپ کی زیارت کو آنے لگے اور تمام معززین شہر جمع ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر آئے اور متفقہ طور پر عرض گزار ہوئے کہ ہم لوگ بپاس ملت یزید کی بیعت سے دست کشی کر رہے ہیں اور ان سب لوگوں کی آرزو ہے کہ حضرت امام عالی مقام کے ہاتھ پر بیعت ہوں۔ یہ اس فرزند رسول کو اپنا خلیفہ بنانا چاہتے ہیں ہم یہ بھی جانتے تھے کہ حضرت امام عالی مقام حکومت و سلطنت کی پروا کرنے والے نہیں وہ ہماری اس بات کو ٹھکرا دیں گے۔ اس لئے صاف طور پر نہیں لکھا گیا تھا خیال تھا کہ جب حضرت امام پاک یہاں کوفہ میں پہنچ جائیں گے اور ہماری وفاداریوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے اور ہماری باتوں کو اپنے کانوں سے سن لیں گے تو پھر کوئی بھی وجہ نہیں ہوگی کہ آپ نہ مان جائیں۔

اب چونکہ حضرت امام خود تشریف نہیں لائے اور جناب کو اپنا قائم مقام بنا کر

Marfat.com

بھیجا ہے لہٰذا ہم آپ کے ہاتھ پر حسینی بیعت کرتے ہیں۔ آج سے حضرت امام حسین نبی و علی کے نور العین ہمارے خلیفہ ہیں۔ ہماری گردنوں کے مالک ہیں ہماری جانیں اور مال اور اولاد آپ کی حمایت کے لئے وقف ہیں فکر کی کوئی بات نہیں ہمیں جہاں چاہیں استعمال کریں۔ کٹوادیں، لٹوادیں، ہمیں کبھی بھی دریغ نہ ہوگا اور نا ہی کوئی عذر کریں گے۔

امام پاک ایک دفعہ ہمیں اپنی بیعت میں لے لیں اور خلافت کو منظور فرمالیں پھر دیکھ لینا کہ یزید پلید کے ساتھ ہوتا کیا ہے اور وہ جاتا کہاں ہے۔

حضرت مسلم نے ان لوگوں کی باتوں کو سن اور سوچ کر جواب دیا کہ یہ باتیں تو حضرت امام صاحب کے سوچنے کی ہیں میں تو اس میں کچھ نہیں کرسکتا، جب تک ان کی اجازت نہ ہو اور یہ مجھے بھی پتا ہے کہ آپ دنیا کی ایسی اکھاڑے بازیوں سے علیحدگی کو پسند کرتے ہیں۔

حضرت مسلم کی اس بات کے جواب میں ان لوگوں نے کہا کہ اگر امام جیسے چند آدمی اور بھی ہوتے تو اس صورت میں خلافت کی خودخواہش کرنا دنیاوی بات کہی جاسکتی ہے لیکن جبکہ آج ان جیسا دنیا بھر میں کوئی نہیں اور زمانے کی مصیبتوں کا علاج بجز ان کے اور کوئی بھی نہیں کرسکتا تو پھر یہ دنیا کی بات نہ رہی بلکہ عین دین کا کام ہے۔ جب ایک قوم ظالم و فاسق کی بیعت پر راضی نہ ہو اور صاحب استحقاق و اہل سے درخواست بیعت کرے تو اگر وہ آپ کی استدعا کو قبول نہ کرے گا تو پھر اس کے یہ معنی ہوں گے کہ وہ اس قوم کو جابر ہی کے حوالے کرنا چاہتا ہے۔ اگر آپ اس وقت ہماری درخواست قبول نہ فرمائیں گے تو بارگاہ الٰہی میں ہمارے اس مطالبہ کا کیا جواب ہوگا! پھر قوم تو کہہ دے گی کہ ہم نے ہر چند کوشش کی مگر امام بیعت کے لئے

Marfat.com

راضی نہ ہوئے تھے۔ بدیں وجہ یزید کے ظلم وتشدد سے مجبور ہو کر اس کی بیعت کرنی پڑی۔ اگر امام ہاتھ بڑھاتے تو ہم ان پر جانیں فدا کرنے کے لئے حاضر تھے۔

پس ان لوگوں نے حضرت مسلم کو مجبور کیا کہ یہ زیادہ گہری سوچ والی کوئی بات نہیں۔ آپ بسم اللہ پڑھ کر ہاتھ بڑھائیے اور ہم سے بیعت لیجئے اور پھر ہمیں جانچ لینا اور آزمالینا۔ اس کے بعد امام کی جناب میں ہماری سفارش کرنا اور پھر جب امام یہاں پہنچ جائیں گے تو اگر ان کو کسی بات پر آپ سے ناراضی بن سکتی ہوگی تو ہم آپ کی طرف سے تمام خطا وقصور کو اپنے ذمے لے کر امام کو خوش کر دینے کے بھی ضامن ہیں۔

لہٰذا بڑی سوچ بچار کے بعد حضرت مسلم کو بیعت کے لئے ہاتھ بڑھانا پڑا۔ بارہ ہزار سے زیادہ تعداد تھی جنہوں نے آپ کے ہاتھ مبارک پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت قبول کی اور پھر ہر روز زیادہ سے زیادہ تعداد میں آتے اور بیعت ہوتے رہے حتیٰ کہ چالیس ہزار عراقی حسینی بیعت میں شامل ہو گئے۔ اب چونکہ حضرت مسلم اہل عراق کی عقیدت وگرویدگی کو دیکھ چکے تھے۔ لہٰذا سفارش لکھنے کے لئے آمادہ ہو گئے تو اب ان لوگوں نے کہا کہ بیعت وخلافت والی بات صاف طور پر نہ لکھی جائے تاکہ حضرت امام عالی مقام غور وفکر میں پڑ کر کہیں رک نہ جائیں۔

تو پھر حضرت مسلم نے ان لوگوں کے خاطر خواہ مضمون (۱) میں جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں کوفہ پہنچنے کے لئے پرزور سفارش لکھ دی...... اب اہل کوفہ کا یہ جوش دیکھ کر حضرت نعمان ابن بشیر (رضی اللہ عنہ) صحابی نے جو کہ اس وقت حکومت شام کی طرف سے کوفہ کے والی (گورنر) تھے انہوں نے اہل کوفہ کو مطلع

Marfat.com

کیا کہ یہ بیعت یزید کی مرضی کے خلاف ہے اور وہ اس سے بھڑکے گا۔ حضرت نعمان نے اتنی سی اطلاع دے کر ضابطہ کی کارروائی کو ختم کر دیا اور خاموش ہو بیٹھے۔ اس معاملہ میں اور کسی قسم کی مداخلت نہ کی۔ (۱)

حضرت مسلم کی شہادت اور اس کے اسباب

بے ایمان ٹولہ میں سے عبداللہ بن مسلم، ربیعہ اور مسلم بن یزید حضرمی اور عمارہ بن ولید بن عقبہ نے یزید پلید کو خبر کر دی کہ مسلم بن عقیل یہاں آئے ہوئے ہیں اور اہل کوفہ میں ان کی محبت وعقیدت کا جوش دم بدم بڑھ رہا ہے۔ ہزار ہا آدمی ان کے ہاتھ پر حسینی بیعت کر چکے ہیں اور نعمان بن بشیر جو کہ یہاں کا والی (گورنر) ہے وہ ابھی تک کوئی انسدادی کارروائی عمل میں نہیں لایا۔

یزید پلید نے یہ اطلاع پاتے ہی حضرت نعمان بن بشیر (رضی اللہ عنہ) کو معزول کر دیا اور ان کی جگہ عبیداللہ ابن زیاد کو جو کہ بصرہ کا گورنر تھا اسے کوفہ پہنچنے کا فوری حکم لکھ بھیجا۔ عبیداللہ ابن زیاد بہت مکار و کیا دتھا۔ یہ فوراً لشکر لے کر بصرہ سے روانہ ہوا اور پھر اس نے اپنی فوج قادسیہ میں چھوڑ دی تا کہ وہ بعد کو آئے۔ فقط چند آدمی ہمراہ لئے اور حجازیوں کے سے لباس پہن کر اور گھوڑوں کی سواریاں چھوڑ کر اونٹوں پر سوار ہوئے اور اس راستے سے جو کہ مکہ معظمہ کی طرف سے آتا ہے مغرب

---

(۱) حضرت مسلم نے ستائیس روز قبل شہادت ایک خط امام حسین علیہ السلام کو لکھا تھا اور اس میں اظہار اطاعت وانقیاد اہل کوفہ درج کیا تھا اور ایک گروہ اہل کوفہ نے بھی خطوط حضرت کو لکھے تھے کہ یہاں سو ہزار (ایک لاکھ) تلواریں آپ کی نصرت کے لئے مہیا ہیں۔ بہت جلد آپ شیعوں تک پہنچ جائیے (جلاء العیون ص ۱۶۱، ۱۹)

ناسخ التواریخ ص ۱۳۲ پر ہے کہ جو شیعہ بشرف بیعت امام حسین علیہ السلام مشرف ہوئے تھے وہ اسی ہزار کی تعداد میں تھے۔

Marfat.com

اور عشاء کے درمیان رات کے اندھیرے میں کوفہ کے نزدیک پہنچا۔

اس مکاری سے اس کا مطلب یہ تھا کہ اس وقت اہل کوفہ میں امام کے ساتھ بہت جوش عقیدت ہے۔ اسے خطرہ تھا کہ لوگ پہچان نہ لیں کہ یہ ابن زیاد ہے بلکہ وہ یہ سمجھیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام تشریف لائے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اہل کوفہ کو امام عالی مقام کی تشریف آوری کا چونکہ ہر لحہ انتظار رہتا تھا۔ انہوں نے شب کی تاریکی میں حجازی لباس اور حجازی راستہ سے آتا دیکھ کر دھوکا کھایا وہ سمجھے کہ حضرت امام تشریف لائے ہیں۔ نعرہ ہائے مسرت بلند کئے اور قدمت خیر مقدم کا شور ہوا۔ لوگ دوڑ دوڑ کر دست بوسی کرتے تھے اور مرحبا یا ابن رسول اللہ کہتے گرد وپیش چلے۔ یہ دیکھ کر وہ مردود دل میں تو بہت جلتا رہا مگر مصلحت وقت کے واسطے چپ چاپ تھا تا کہ اس کا مکر ان پر کھل نہ جائے۔ اب اس نے اندازہ کرلیا کہ ان کے دل امام کی طرف بہت مائل ہیں۔ یہاں تک کہ وہ دارالامارۃ (گورنمنٹ ہاؤس) میں داخل ہو گیا اس وقت کوفیوں کو معلوم ہوا کہ یہ حضرت امام نہ تھے بلکہ یہ ابن زیاد مردود اس فریب کاری سے آیا ہے۔ اب انہیں بہت حسرت و مایوسی ہوئی کہ یہ تو فرشتے کے لباس میں شیطان آ گھسا ہے۔

رات گزری صبح اٹھ کر ابن زیاد نے اہل کوفہ کو جمع کیا اور حکومت کا پروانہ پڑھ کر سنایا اور یزید کی مخالفت سے ڈرایا دھمکایا۔ طرح طرح کے حیلوں سے حضرت مسلم کی جماعت کو منتشر کرنا چاہا۔

حضرت مسلم اس وقت ہانی بن عروہ کے مکان میں اقامت فرماتے تھے۔ ابن زیاد نے محمد بن اشعث کو ہانی کے مکان پر بھیج کر ہانی کو منگایا اور قید کرلیا اور کوفہ کے باقی تمام رؤسا و عمائد کو بھی قلعہ میں نظر بند کرلیا۔

Marfat.com

حضرت مسلم یہ خبر پا کر برآمد ہوئے اور اپنے متوسلین کو ندا کی' جوق در جوق آدمی آنے شروع ہوئے حتیٰ کہ چالیس ہزار کی جمعیت نے آپ کے ساتھ ہو کر قصر شاہی کا احاطہ کرلیا۔ بڑی مکمل صورت بن آئی تھی۔ حملہ کرنے کی ہی دیر تھی۔ اگر حضرت مسلم حملے کا حکم دیتے تو اسی وقت قلعہ فتح ہو جانا تھا۔ ابن زیاد مردود اور اس کے ہمراہی حضرت مسلم کے ہاتھوں گرفتار ہو جاتے اور یہی لشکر سیلاب کی طرح امنڈ کر شامیوں کو تاخت و تاراج کرڈالتا اور یزید پلید کو جان بچانے کے لئے کوئی راہ نہ ملتی نقشہ تو یہی جما تھا مگر بندوں کا سوچا کیا کرتا ہے

ع کار بدست کارکنان قدرت

حضرت مسلم نے قلعہ کا محاصرہ تو کرلیا تھا اور باوجودیکہ کوفیوں کی وعدہ سے پھر جانے کی عادت کا اور ابن زیاد کی فریب کاریوں کا اور یزید کی عداوت کا آپ کو پورے طور سے علم تھا لیکن پھر بھی آپ نے اپنے لشکر کو حملہ کا حکم نہ دیا اور ایک بادشاہ دادگستر کے نائب کی حیثیت سے آپ نے انتظار فرمایا کہ پہلے گفتگو سے قطع حجت کرلیا جائے تو شاید صلح کی صورت پیدا ہو سکے اور مسلمانوں میں خوں ریزی نہ ہونے دی جائے آپ اپنے اس پاک ارادہ سے انتظار میں رہے اور اپنی احتیاط کو ہاتھ سے نہ جانے دیا لیکن دشمن اس وقفہ سے فائدہ اٹھا گیا۔

ابن زیاد مکار نے کوفہ کے جن رؤسا و عمائد کو قلعہ میں بند کیا ہوا تھا۔ انہیں مجبور کیا کہ تم اپنے رشتہ داروں اور زیر اثر لوگوں کو مجبور کر کے مسلم بن عقیل کی جماعت سے علیحدہ کرنے کی کوشش کرو، ورنہ تمہیں سب سے پہلے قتل کردوں گا۔ چونکہ یہ لوگ ابن زیاد کے ہاتھ میں قیدی ہو چکے تھے اور جانتے تھے کہ اگر ابن زیاد کو شکست بھی ہوگئی تو قلعہ فتح ہونے تک وہ ہمارا خاتمہ کردے گا۔ اس خوف سے وہ گھبرا اٹھے

Marfat.com

اور انہوں نے قلعہ کی دیواروں پر چڑھ کر اپنے متعلقین و متوسلین سے گفتگو کی جس میں انہوں نے حضرت مسلم کی رفاقت چھوڑ دینے پر انتہا درجے کا زور دیا اور کہا کہ حکومت تمہاری دشمن ہو جائے گی۔ یزید تمہارے بچہ بچہ کو قتل کر ڈالے گا۔ تمہارے مال لٹوا دے گا، تمہاری جاگیریں اور مکان ضبط ہو جائیں گے اور اگر تم مسلم کے ساتھ رہے تو ہم جو ابن زیاد کے ہاتھ میں قلعہ کے اندر قیدی ہیں سب قتل کر دیئے جائیں گے۔ ہمارے حال پر رحم کرو، اپنے انجام پر نظر ڈالو اور اپنے گھروں کو چلے جاؤ۔

ابن زیاد پلید کا یہ طریقہ کامیاب ہو گیا کہ حضرت مسلم کا لشکر منتشر ہونے لگا یہاں تک کہ شام کے وقت آپ کے ساتھ صرف پانچ سو کی تعداد رہ گئی۔ غروب آفتاب کے بعد جب آپ نے کوفہ کی مسجد میں مغرب کی نماز شروع کی آپ کے پیچھے یہ پانچ سو تھے جب نماز سے فارغ ہوئے تو ایک بھی آدمی نہ تھا۔ اب حضرت مسلم دیکھنے لگے کہ وہ تمناؤں کے اظہار اور التجاؤں کے طومار سے بلانے والے، وہ کلمہ و ایمان کو درمیان میں رکھ کر بیعت کا اظہار کرنے والے آج کہاں ہیں۔ ان کا قرآن اٹھا کر حلف وفاداری کرنا کہاں گیا۔

کوفی بے حیاؤں نے یہ بھی نہ سوچا کہ اس عہد شکنی و بے ایمانی اور بے غیرتی کی وجہ سے زمانہ ہم پر تُف تُف کرے گا اور اس بزدلی و نامردی کی وجہ سے قیامت تک ہمیشہ کے لئے ہم رسوائے عالم ہوں گے۔

لہٰذا حضرت مسلم اس مسافرت و تنہائی میں حیران رہ گئے کہ کدھر جائیں۔ رات کا وقت ہے قیام کہاں کریں، یہ کوفہ جہاں سے کل ان معزز مہمانوں کو بلانے کے لئے رسل و رسائل کا تانتا باندھ دیا گیا تھا یہی کوفی جو کل تک حضرت مسلم کے

Marfat.com

ہاتھ چوم رہے تھے اور حضرت مسلم کو اپنے گھر لے جانا سعادت سمجھتے تھے۔ آج اپنے گھر کے دروازے بند کر رہے ہیں کہ کہیں حضرت مسلم ہمارے گھر نہ آ جائیں۔ کوفہ کے اتنے وسیع خطہ میں دو چار گز زمین حضرت مسلم کے لئے شب گزارنے کو نہیں ہے۔

اس وقت حضرت مسلم کو حضرت امام عالی مقام کی یاد آتی ہے اور دل تڑپا دیتی ہے۔ سوچتے ہیں کہ میں نے امام کی جناب میں یہاں تشریف آوری کے لئے التجا لکھ بھیجی ہے اور اس بدعہد قوم کے اخلاص وعقیدت کا ایک نقشہ کھینچ کر آپ کے حضور پیش کر دیا ہے اور جلد آنے کی پرزور سفارش کر چکا ہوں۔ آپ یہاں کے حالات سے مطمئن ہو کر مع اہل وعیال چل پڑے ہوں گے۔ اب یہاں کا معاملہ الٹ پلٹ ہو گیا ہے۔ پتا نہیں کہ یہاں پہنچ کر انہیں کون کون سی مصیبتوں کا سامنا ہو گا۔ چمن زہرا کے جنتی پھولوں کو جلانے کے لئے ظلم وتشدد کی تیز دھوپ کس کس طرح تیاریاں کر رہی ہے۔ یہ غم علیحدہ دل کو گھائل کر رہا ہے اور پھر اپنی تحریر پر الگ شرمندگی کہ میں نے ہی حضرت امام کو یہاں آنے کے لئے سفارش لکھ کر خطرات میں ڈالا ہے اور خود اپنی پریشانی جدا دامن گیر تھی۔ اسی حالت میں حضرت مسلم کو پیاس محسوس ہوئی تو سامنے ایک گھر نظر پڑا۔ اس گھر میں ایک عورت تھی جس کا نام طوعہ تھا۔ اس سے پانی مانگا اس نے آپ کو پہچان کر پانی پلا دیا اور اپنی سعادت سمجھ کر بڑھی عزت سے اپنے مکان میں بٹھا لیا۔ اس عورت کا بیٹا بلال' محمد بن اشعث کا رپورٹر تھا۔ دو سو روپیہ کے انعام کے لالچ میں اس نے فوراً ہی ابن اشعث کو جا کر خبر کر دی اور وہ پلید بھاگتا ہوا ابن زیاد کے پاس پہنچ گیا۔ ابن زیاد مردود نے عمرو بن حریث (ا) کو اور اس کے ساتھ ابن اشعث کو سپاہ دے کر بھیجا اور انہوں نے طوعہ بی

Marfat.com

بی کے گھر کو گھیر لیا اور چاہا کہ حضرت مسلم کو گرفتار کر لیں اور اکیلا سمجھ کر کچھ جنگی ہنر بھی دکھانا چاہا لیکن جب حضرت مسلم شمشیر بکف ہو کر میدان میں نکلے تو آپ کے شیرانہ حملے نے ان کی بھول نکال دی بہت قتل ہوئے اور کئی زخمی ہو گئے۔ بڑے بڑے دلاور دل چھوڑ کر بھاگتے نظر آئے۔ جب انہیں معلوم ہو گیا کہ اس ہاشمی جوان کے ساتھ مقابلہ کرنے کی ہماری اتنی فوج میں ہمت نہیں ہے تو اب تجویز کی گئی کہ کوئی فریبی چال چلنی چاہئے ورنہ حضرت مسلم پر قابو پانا مشکل ہے۔ یہ سوچ کر صلح کا اعلان کر دیا اور عرض کیا کہ ہمارے اور آپ کے درمیان جنگ کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہم تو آپ سے لڑنا گناہ سمجھتے ہیں۔ مدعا صرف یہ ہے کہ آپ ابن زیاد کے پاس تشریف لے چلیں اور اس سے گفتگو کر کے معاملہ طے کر لیں۔ حضرت مسلم نے فرمایا کہ میرا تو خود قصد نہیں کہ جنگ ہو میں نے تو اس وقت بھی جنگ سے گریز کیا ہے جبکہ میرے پاس چالیس ہزار فوج تھی اور میں انتظار کرتا رہا تھا کہ ابن زیاد گفتگو کر کے کوئی شکل مصالحت پیدا کر لے تا کہ مسلمانوں میں خونریزی نہ ہو۔

چنانچہ یہ لوگ (ابن اشعث وغیرہ) حضرت مسلم کو ساتھ لے کر ابن زیاد کی طرف روانہ ہوئے۔ اس پلید نے پہلے ہی سے دروازے کے دونوں پہلوؤں میں اندر کی جانب جلاد چھپا کر کھڑے کر رکھے تھے اور انہیں حکم دیا تھا کہ جب حضرت مسلم دروازے میں داخل ہوں تو پیچھے سے نکل کر ایک دم دونوں طرف سے تلواریں چلا دی جائیں۔ لہٰذا جب آپ دروازے میں داخل ہوئے ہیں تو یہ آیت پڑھ رہے تھے: رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ (الاعراف:۸۹) تو پیچھے سے نکل کر اشقیا نے ایک دم تلواروں کے وار کر دیئے اور بنی ہاشم کا مظلوم مسافر، ان اعدائے دین

---

(۱) کوتوال شہر

Marfat.com

نے شہید کر ڈالا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت مسلم آخر وقت حق تعالیٰ سے مناجات کر رہے تھے خداوندا! تو مجھ میں اور اس گروہ میں حکم کر، جنہوں نے مجھے فریب دیا اور مجھ سے جھوٹ بولے اور اپنے وعدوں پر وفا نہ کی۔ (جلاء العیون ص ۲۲،۱۵۴)

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے فرزندوں کی شہادت

حضرت مسلم کے دونوں فرزند محمد اور ابراہیم اس وقت قاضی شریح کے گھر میں تھے۔ حضرت مسلم کو شہید کرنے کے بعد ابن زیاد نے اعلان کیا کہ مسلم کے دو فرزند جو کہ کوفہ میں روپوش ہیں جو کوئی ان کو پکڑ کر ہمارے روبرو پیش کرے گا اس کو بہت سا انعام ملے گا۔ قاضی شریح یہ اعلان سن کر سخت پریشان ہوا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے، بچوں نے یہ حالت دیکھ کر قاضی شریح سے پوچھا کہ آپ کیوں روتے ہیں؟ کیا والد صاحب ہمیں بے سہارا چھوڑ کر چلے تو نہیں گئے؟

قاضی نے دونوں بچوں کو سینے سے لگایا اور کہا صاحبزادو! یہ وقت آہ وفغاں کا نہیں، ابن زیاد کے سپاہی تمہاری تلاش میں پھر رہے ہیں کہیں تمہاری آواز سن کر ادھر نہ آنکلیں، صبح ایک قافلہ دروازہ عراقین سے مدینہ منورہ جا رہا ہے اس کے ساتھ تمہیں کر دیتا ہوں۔ اللہ کو منظور ہوا تو مدینہ طیبہ پہنچ جاؤ گے۔

قاضی شریح نے اپنے بیٹے اسد کو بلا کر کہا ان دونوں صاحبزادوں کو باحفاظت قافلے کے ساتھ ملا آؤ۔ اسد دروازہ عراقین پر آیا تو قافلہ روانہ ہو چکا تھا۔ دور گرد نظر آ رہی تھی۔ اسد نے کہا وہ قافلہ جا رہا ہے دوڑ کر اس سے مل جاؤ بچے دوڑے مگر قافلے سے نہ مل سکے۔ دوڑتے دوڑتے دن گزر گیا، یہاں تک کہ رات ہو گئی۔

Marfat.com

جنگل بیابانوں کو طے کرتے چلے گئے۔ دن چڑھا تو دیکھا کہ سامنے کوفہ کے مکانات نظر آ رہے ہیں اور کہیں چھپنے کا ارادہ کر ہی رہے تھے کہ ایک ظالم سپاہی نے دیکھ لیا اور دونوں کو پکڑ کر ابن زیاد کے پاس لے گیا۔ ابن زیاد نے انہیں جیل خانے میں بھجوا دیا، حکم دیا انہیں کھانے پینے کو کچھ نہ دیا جائے جیل کا داروغہ جس کا نام شکور تھا وہ نہایت نیک طینت آدمی تھا۔ آدھی رات کو کھانا کھلا کر قادسیہ کی راہ پر لے گیا اور اپنی انگوٹھی دے کر کہا، سیدھے قادسیہ چلے جاؤ وہاں میرا بھائی کوتوال ہے، اسے یہ انگوٹھی دے کر سارا ماجرا کہہ سنانا وہ تمہیں کسی طریقہ سے مدینہ منورہ پہنچا دے گا۔ یہاں مجھ پر جو گزرے گی وہ میں سہہ لوں گا۔

بچے تمام رات دوڑتے رہے صبح ہوئی تو پھر کوفہ کے پاس تھے گرمی پیاس سے نہایت پریشان ہو رہے تھے۔ پیاس بجھانے کے لئے ایک تالاب کے کنارے گئے تو وہاں پر ایک عورت پانی لے رہی تھی۔ اس عورت نے بچوں سے پوچھا کہ تم کون ہو۔ بچوں نے کہا کہ ہم مسلم بن عقیل کے بیٹے ہیں۔ اس عورت کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، بولی صاحبزادو! مت گھبراؤ میں جس کی کنیز ہوں وہ ایک محبّ اہل بیت عورت ہے۔ چلو میں تمہیں ساتھ لے چلتی ہوں وہ تمہارے ساتھ اچھا سلوک کرے گی وہ بچوں کو ساتھ لے کر اپنی مالکہ کے پاس پہنچی اور بتایا کہ یہ حضرت مسلم کے نور نظر ہیں۔ اس عورت نے دونوں بچوں کو گود میں لے کر پیار کیا، کھانا کھلایا اور مکان کے پچھلے حصہ میں سلا دیا اور کنیز کو تاکید کر دی کہ یہ راز میرے خاوند سے پوشیدہ رکھنا وہ دنیا کی دولت کے لالچ میں اندھا ہوا جاتا ہے۔ ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ اس کا خاوند گھوڑے سے اترا اور اپنی بیوی سے کہا کہ کھانا جلدی لاؤ مجھے جلدی ہے میں چاہتا ہوں کہ مسلم کے بچوں کو کہیں سے گرفتار کر کے ابن زیاد کے

Marfat.com

پاس پہنچاؤں اور بے شمار انعام حاصل کروں۔ عورت نے کہا ایسی دولت پر لعنت ہو محشر میں خدا کی بارگاہ میں کون سامنہ لے کر جاؤ گے۔

اس کے خاوند حارث نے کہا میں ایسی نصیحت نہیں سننا چاہتا اگر کھانا تیار ہے تو لاؤ ورنہ میں ابھی جارہا ہوں۔

مکان کے اندر دونوں بچے خواب میں اپنے باپ کو دیکھتے ہیں اور چیخیں مار کر باپ سے لپٹ جاتے ہیں آواز سن کر حارث نے اپنی عورت سے پوچھا کہ یہ کون رو رہا ہے۔ عورت نے کہا کہ کہیں پڑوس سے آواز آرہی ہوگی ظالم نے بڑھ کر دروازہ کھولا تو دونوں بچے ایک دوسرے سے لپٹ کر رورہے تھے۔ ظالم نے دونوں کو سر کے بالوں سے پکڑا اور کھینچتا ہوا باہر لے آیا اور رخساروں پر طمانچے مارے۔ عورت نے چھڑانے کی کوشش کی مگر اس نے تلوار مار کر عورت کو زخمی کر دیا اور کہا خبردار! اپنی جان کی خیر چاہتی ہے تو خاموش ہو جا۔

بیوی نے خاوند کے قدموں پر سر رکھ کر کہا کہ اے ظالم! ان بچوں کو مت قتل کر، قیامت کے دن جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھائے گا۔

ظالم نے اپنی بیوی کی آہ وزاری کی کوئی پروا نہ کی اور بچوں کو کھینچتا ہوا دریا کے کنارے پہنچ گیا۔ بچوں نے کہا کہ اگر تجھے مال کی ضرورت ہے تو ہمیں بیچ دے کوئی نہ کوئی خرید لے گا اگر یہ منظور نہیں تو ابن زیاد کے پاس لے چل وہ جس طرح چاہے گا کرلے گا، حارث نے کہا میں اگر تمہیں بیچ دوں تو مجھے اتنی رقم وصول نہیں ہوگی جتنی ابن زیاد مجھے انعام میں دے گا۔ اگر میں تمہیں زندہ ہی لے کر جاؤں تو راستے میں کوئی تمہیں مجھ سے چھین لے گا تو پھر کیا کروں گا۔ لہٰذا میں تمہیں یہیں قتل کرتا ہوں۔

Marfat.com

ظالم نے تلوار اٹھائی تو چھوٹا بچہ آگے بڑھا اور کہا مجھے پہلے قتل کر! بڑے نے کہا نہیں نہیں میں اپنے چھوٹے بھائی کا تڑپتا ہوا لاشہ نہیں دیکھ سکتا پہلے مجھے قتل کر، حارث نے کہا کیا تمہیں قتل ہونے کا شوق ہے۔ دونوں بچوں نے کہا تو لذت شہادت سے آشنا ہی نہیں، پھر دونوں بچے سجدے میں گر گئے، حارث نے کہا کیا تمہارا سجدہ تمہیں میری تلوار سے بچالے گا۔

آخر دونوں بچے کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ ظالم نے دونوں بچوں کے جسموں کو دریا میں پھینک دیا اور سروں کو لے کر ابن زیاد کے دربار میں پہنچا۔ سر ابن زیاد کے پیش کر کے انعام کا خواہش مند ہوا ابن زیاد نے کہا انعام مانگتا ہے؟ تو نے تو یہ بہت ہی برا کیا ہے۔ اگر یزید نے بچے زندہ طلب کر لئے تو کیا ہوگا؟

اب ابن زیاد نے کہا کہ حارث کو اسی جگہ لے جا کر قتل کر دو جہاں اس نے بچوں کو قتل کیا ہے۔ چنانچہ اس پلید کو اسی جگہ لے جا کر قتل کر دیا گیا۔

اس کے بعد ابن زیاد نے ہانی کو بھی قتل کر دیا اور حضرت مسلم کے باقی طرف داروں کو بھی قتل کر کے اور ان شہیدوں کے سر نیزوں پر چڑھا کر کوفہ کے گلی کوچوں میں پھرائے اور بے حیائی کے ساتھ کوفیوں نے اپنی سنگدلی اور مہمان کشی کا عملی طور پر ثبوت دیا اور ہمیشہ کے لئے رسوائے عالم ہوئے۔

یہ واقعہ ۳ ذوالحجہ ۶۰ ھ کا ہے اسی روز مکہ مکرمہ سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کوفہ کی طرف روانہ ہوئے تھے۔(۱)

---

(۱) ۷۷،۶۷ ۱۳ھ میں نجف اشرف اور کربلا معلیٰ کی زیارت کے لئے دو مرتبہ گیا ہوں حضرت مسلم رضی اللہ عنہ اور ہانی کے مزار مبارک مسجد کوفہ میں ہیں اور حضرت مسلم کے فرزندوں کے مزار مصیب میں ہیں۔ (سید علی حسینی)

Marfat.com

حضرت امام پاک کی مکہ مکرمہ سے کوفہ کو روانگی

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا خط پہنچنے کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے لئے کوفیوں کی درخواست قبول فرمانے میں کوئی وجہ تامل و جائز عذر باقی نہ رہا۔ ظاہری شکل تو یہ تھی اور حقیقت میں قضاوقدر کے فرمان نافذ ہو چکے تھے یعنی شہادت کا وقت نزدیک آچکا تھا۔

امام نے سفر عراق کا ارادہ فرمالیا اور اسباب سفر درست ہونے لگا۔ نیازمندان صادق العقیدت نے جب یہ خبر سنی، تو اگرچہ ظاہر میں کوئی مخوف صورت پیش نظر نہ تھی اور حضرت مسلم کے خط سے کوفیوں کی عقیدت وارادت کی تسلی بخش اطلاع مل چکی تھی۔ غدر اور جنگ کا بظاہر کوئی قرینہ نہ تھا لیکن صحابہ کے دل حضرت امام پاک کے سفر کو کسی بھی طرح گوارانہ کرتے تھے۔ وہ آپ سے اصرار کر رہے تھے کہ جناب اس سفر کو ملتوی فرمادیں، مگر امام مجبور تھے کیونکہ اس قدر التجاؤں کا رد فرما دینا اہل بیت کے اخلاق کے شایان شان نہیں تھا۔ اس کے علاوہ حضرت مسلم کی سفارش کو آپ نظر انداز نہ کر سکے۔ لہٰذا آپ کو اپنے حجازی عقیدت مندوں سے معذرت کرنی پڑی۔ حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت جابر، حضرت ابوسعید خدری، حضرت ابو واقد لیثی اور دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم آپ کو روکنے میں بہت مصر تھے اور اخیر تک وہ یہی کوشش کرتے رہے تھے کہ آپ یہاں سے تشریف نہ لے جائیں لیکن یہ کوششیں کامیاب نہ ہوئیں۔

لہٰذا آپ نے عراق کا سفر اختیار کرلیا۔ مکہ مکرمہ سے اہل بیت رسالت کا چھوٹا سا قافلہ روانہ ہورہا ہے اور کعبہ کے پردوں سے لپٹ کر روتے ہیں اور بیت الحرام کا آخری طواف بجالا کر الوداع ہورہے ہیں۔ مکہ مکرمہ کا بچہ بچہ اہل بیت کے اس قافلہ

Marfat.com

کوحرم شریف سے رخصت ہو کر آبدیدہ اور مغموم ہو رہا تھا مگر وہ جانبازوں کے امیر لشکر اور فدا کاروں کے قافلہ سالار ہمت مردانہ کے ساتھ روانہ ہوئے۔(۱)

اثنائے راہ میں ذات عرق کے مقام پر بشیر بن غالب کوفہ سے مکہ مکرمہ کو آتا ہوا ملا تو اس سے حضرت امام نے اہل عراق کا حال دریافت فرمایا اس نے عرض کیا کہ ان لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں مگر تلواریں بنوامیہ کے ساتھ

یَفۡعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ (یعنی اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے)

حضرت امام نے فرمایا سچ ہے اس کے بعد راستے میں فرزدق شاعر ملا اس سے گفتگو ہوئی۔اس کا بیان بھی بعینہ وہی تھا کہ جو بشیر ابن غالب کا تھا بطن الرمہ کے مقام سے روانہ ہونے کے بعد عبیداللہ بن مطیع سے ملاقات ہوئی اس نے حضرت امام سے بہت اصرار کیا کہ آپ اس سفر کو ترک کر دیں جس میں کہ اس نے اندیشہ ظاہر کیا اس کے جواب میں حضرت امام نے فرمایا:

لَنۡ یُّصِیۡبَنَآ اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَنَا یعنی ہمیں وہی مصیبت پہنچ سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے لکھ دی ہے۔

پھر راستے میں ہی امام عالی مقام کو کوفیوں کی بدعہدی اور حضرت مسلم وغیرہ کی شہادت کی خبر مل گئی (۲) اس وقت آپ کی جماعت میں اختلاف رائے ہوا جس میں

(۱) جب ولید حاکم مدینہ نے سنا کہ امام حسین علیہ السلام متوجہ عراق ہوئے ہیں تو ایک خط ابن زیاد کو لکھا کہ میں نے سنا ہے امام حسین متوجہ عراق ہوئے ہیں اور وہ فرزند بنت رسول اللہ ہیں۔ان کا معترضین نہ ہونا اور کچھ صدمہ ان کو نہ پہنچانا کہ جب تک دنیا باقی ہے دوست و دشمن تجھ پر لعنت کریں گے جب یہ خط ابن زیاد کے پاس پہنچا مطلق تاثیر اس بے پیر کو نہ ہوئی۔(جلاء العیون ج ۲ ص ۱۶۱)

(۲) جلاء العیون میں لکھا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو جمع کیا اور فرمایا خبر پہنچی ہے کہ مسلم بن عقیل، ہانی بن عروہ اور عبداللہ بن یقطر کو شہید کیا گیا ہے؟ اور شیعوں نے ہماری نصرت سے ہاتھ اٹھالیا ہے جسے منظور ہو مجھ سے جدا ہو جائے کوئی حرج نہیں ہے۔(جلاء العیون ص ۱۶۴، ۱۰)

Marfat.com

ایک مرتبہ آپ نے بھی واپسی کا قصد ظاہر فرمایا لیکن بہت سی گفتگوؤں کے بعد یہی طے ہوا کہ سفر جاری رکھا جائے اور واپسی کا خیال ترک کر دینا چاہئے۔ حضرت امام نے بھی اس مشورہ سے اتفاق فرمایا اور قافلہ آگے کو روانہ ہوا۔ یہاں تک کہ جب کوفہ دو منزل رہ گیا تو اب سامنے سے آپ کو حر بن یزید ریاحی آملا۔

حضرت امام پاک اور حر

ابن زیاد پلید نے ایک ہزار ہتھیار بند سوار دے کر حر کو بھیجا تا کہ وہ حضرت امام کو ہر ممکن کوشش سے کوفہ میں ابن زیاد کے روبرو پیش کرے۔ لہٰذا السلام علیکم اور جواب سلام کے بعد حر نے حضرت امام کی جناب میں عرض کیا کہ مجھے ابن زیاد نے آپ کی طرف بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ میں آپ کو اس کے پاس لے چلوں۔ پھر حر نے یہ بھی ظاہر کیا کہ میں مجبوراً بادل نخواستہ آیا ہوں اور مجھے آپ کی خدمت میں جرأت بہت ناپسند و ناگوار ہے۔ حضرت امام پاک نے حر سے فرمایا کہ میں اس شہر کی طرف خود بخود نہیں آیا، بلکہ مجھے بلانے کے لئے اہل کوفہ کے متواتر قاصد گئے اور لگاتار نامے پہنچتے رہے ہیں۔ پھر حضرت امام نے ان سب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے اہل کوفہ! اگر تمہیں اپنی زبانوں کا پاس ہے تو میں تمہارے شہر میں داخل ہوتا ہوں ورنہ یہیں سے واپس لوٹ جاؤں۔ حر نے قسم کھا کر کہا کہ مجھے اس بات کا کچھ علم نہیں کہ آپ کے پاس التجا نامے اور قاصد بھیجے گئے لہٰذا نہ تو میں واپس ہو سکتا ہوں اور نہ ہی آپ کو چھوڑ سکتا ہوں۔

حر کے دل میں خاندان نبوت کی عظمت تو ضرور تھی کیونکہ وہ نمازوں میں حضرت امام کی اقتدا کرتا رہا ہے لیکن وہ ابن زیاد کے حکم سے مجبور تھا۔ اس کو یہ

Marfat.com

اندیشہ تھا کہ اگر حضرت امام کے ساتھ کوئی مراعات کروں گا تو ابن زیاد پر یہ بات ظاہر ہو کر رہے گی کیونکہ ہزار سوار ساتھ ہے ایسی صورت میں میری ایک بات بھی چھپی نہیں رہ سکے گی اور جب ابن زیاد کو پتا چل گیا کہ حضرت امام کے ساتھ ذرہ بھر بھی رعایت کی گئی ہے تو وہ نہایت سختی کے ساتھ پیش آئے گا۔ اس اندیشہ اور خیال سے حر اپنی بات پر اڑا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت امام کو کوفہ کی راہ سے ہٹ کر کربلا نزول فرمانا پڑا۔ اس دن محرم ۶۱ ھ کی دوسری تاریخ تھی۔ آپ نے اس مقام کا نام دریافت فرمایا تو معلوم ہوا کہ اس جگہ کو کربلا کہتے ہیں۔

Marfat.com

قیامت نما حادثہ

زمین کربلا کا خونی منظر

حضرت امام کربلا سے واقف تھے۔ آپ کو معلوم تھا کہ کربلا ہی وہ جگہ ہے جہاں اہل بیت رسالت کو راہ حق میں خون کی ندیاں بہانی پڑیں گی۔ انہی دنوں روحانی طور پر جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور امام پاک کو اپنے ساتھ لگا کر پیار کیا اور شہادت کی خبر دی اور فرمایا کہ اے لخت جگر! دیکھو یہ تمام مقدس ہستیاں آپ کے خیر مقدم کے لئے تشریف لائی ہیں اور جنت آپ کے انتظار میں ہے اور آپ نے امام پاک کے سینہ مبارک پر ہاتھ رکھ کر دعا فرمائی:

اللهم اعط الحسين صبرًا و اجرًا ۔

دیکھو! ان کوفیوں نے سلطان دارین کے نور نظر کو صدہا تمناؤں سے مہمان بنا کر بلایا ہے۔ عرضیوں اور درخواستوں کے طومار لگا دیئے اور قاصدوں اور پیامیوں کی روزمرہ کی ڈاک لگ رہی تھی۔ اہل کوفہ و عراق راتوں کو اپنے مکانوں میں امام کی تشریف آوری کا خواب دیکھ لیتے تو خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے۔ جماعتوں کی جماعتیں حجاز کی سڑک پر بیٹھ کر امام کی آمد کا انتظار کیا کرتے تھے اور شام کو بادل مغموم واپس جایا کرتے تھے لیکن جب وہ کریم مہمان اپنے کرم سے ان کی سرزمین میں ورود فرماتا ہے تو انہی کوفیوں کا مسلح لشکر سامنے آیا جو کہ نہ شہر میں داخل ہونے

Marfat.com

دیتا ہے اور نہ ہی واپس جانے پر رضامند ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اس معزز مہمان کو مع اپنے اہل بیت کرام کے کھلے میدان میں رخت اقامت ڈالنا پڑتا ہے۔ دنیا میں ایسے معزز مہمان کے ساتھ ایسی بے حمیتی کا سلوک کبھی نہ ہوا ہوگا، جو کوفیوں نے حضرت امام کے ساتھ کیا ہے کہ ادھر تو ان مسافران بے وطن کا سامان ابھی بے ترتیب پڑا ہوا ہے اور ادھر مقابل پر ہزار سوار کا مسلح لشکر خیمہ زن ہے جو کہ اپنے مہمانوں کو نیزوں کی نوکیں اور تلواروں کی دھاریں دکھا رہا ہے۔ بجائے آداب میزبانی کے خون خواری پر تلے ہوئے ہیں۔

ابن زیاد کا یزید کی بیعت طلب کرنا

ابھی اطمینان سے بیٹھنے اور تھکان دور کرنے کا بھی وقت نہ ملا تھا کہ ابن زیاد خبیث کا ایک خط پہنچ گیا جس میں اس نے حضرت امام پاک سے یزید پلید کی بیعت طلب کی ہوئی تھی۔ حضرت امام نے یہ خط پڑھ کر رکھ دیا اور قاصد سے فرمایا کہ میرے پاس اس کا کچھ جواب نہیں۔

ستم ہے کہ یزید جیسے عیب مجسم کی بیعت پر مجبور کیا جاتا ہے کہ جس کی بیعت کو کوئی بھی واقف حال ایمان دار آدمی گوارا نہیں کر سکتا تھا اور نا ہی وہ بیعت کسی بھی طرح جائز تھی۔ امام پاک کو ان بے حیاؤں کی اس جرأت پر حیرت تھی کہ دیکھو جن کی بیعت کا تمام اہل اسلام پر حق ہے جن کی محبت ایمان کی اصل ہے ان کو الٹا مجبور کیا جاتا ہے کہ ایک پلید کی بیعت کر لو!

اسی لئے فرمادیا کہ میرے پاس اس خط کا کچھ جواب نہیں۔ جب یہ بات ابن زیاد کے پاس پہنچی تو اس کا طیش اور بھی تیز ہو گیا اور اس نے مزید عساکر و افواج

Marfat.com

ترتیب دیئے اوران لشکروں کا سپہ سالار بنانے کے لئے عمر ابن سعد کو بلایا۔

عمرو بن سعد

یہ ابن سعد اس وقت رے کا والی (گورنر) تھا رے خراسان کا ایک شہر ہے۔ جسے آج کا تہران کہتے ہیں، جو حکومت ایران کا دارالسطنت ہے۔

زمانے بھر کے جنگی بہادر سب کے سب حضرت امام کی عظمت وفضیلت کو خوب پہچانتے تھے اور آپ کی جلالت ومرتبت کا ہر دل معترف تھا۔

اسی وجہ سے عمرو بن سعد نے ابن زیاد پلید کو جواب دیا کہ فرزند رسول کے مقاتلہ کے لئے میں نہیں جا سکتا۔ ایسے برے کام پر بھیج کر میری عاقبت برباد نہ کر اگر میری بہادری کے جوہر دیکھنے ہیں تو کسی اور مہم پر بھیج تاکہ میرے جنگی ہنر کی دنیا پر کوئی یادگار رہے لہٰذا امام حق کے مقابلے پر بھیجنے سے مجھے معاف رکھئے۔

ابن سعد اچھی طرح سمجھتا تھا کہ امام سے جنگ کرنا جہنم میں گرنا ہے۔ اس لئے وہ اس سے بچنے کی کوشش کرتا رہا...... مگر آخر ابن زیاد نے اسے مجبور کر دیا کہ تجھے ان دو صورتوں میں سے ایک ضرور اختیار کرنی پڑے گی یا امام کے مقابلے پر جا ورنہ حکومت رے سے دست بردار ہو کر اپنے گھر کا راستہ پکڑ۔

دنیوی حکومت کے لالچ نے ابن سعد کو امام سے جنگ پر آمادہ کر دیا جسے وہ اس وقت تک ناگوار سمجھتا تھا اور جس کے تصور سے اس کا دل کانپتا تھا۔ اب یہ ابن سعد فوجیں لے کر امام کے مقابلے کے لئے روانہ ہوا اور کربلا میں پہنچ کر فرات کے کنارے پڑاوُ ڈال کر مرکز قائم کیا...... اور پیچھے سے ابن زیاد پلید فوج پر فوج بھیجتا رہا یہاں تک کہ ابن سعد کے پاس بائیس ہزار سوار و پیادہ جمع ہو گئے۔

Marfat.com

مقام غور

حیرت ناک بات یہ ہے کہ دنیا کی اور کسی بھی جنگ میں اس کی مثال نہیں ملتی کہ کل بیاسی تو افراد ہیں ان میں بیبیاں بھی، بچے بھی، بیمار بھی اور پھر وہ باارادہ جنگ نہیں آئے تھے اور ان کے پاس سامان حرب بھی کافی نہ تھا۔

ان کے لئے بائیس ہزار کا لشکر جرار بھیجا جانا آخر وہ ان بیاسی نفوس مقدسہ کو اپنے خیال میں سمجھتے کیا تھے اور ان کی شجاعت و بسالت کے کیسے کیسے مناظر ان کی آنکھوں نے دیکھے ہوئے تھے کہ اس چھوٹے سے قافلے کے لئے دوگنی، چوگنی، دس گنی تو کیا دوسواڑسٹھ گنا تعداد کو بھی کافی نہ سمجھا فوجوں کے پہاڑ لگا ڈالے اور پھر بھی خوف زدہ ہیں۔ جنگ آزما دلاوروں کے حوصلے پست ہوئے جا رہے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ شیران حق کے حملے کی تاب نہ لانا ابھی بھی مشکل ہے۔ مجبوراً یہ تدبیر کرنا پڑی کہ لشکر امام پر پانی بند کر دیا جائے۔ جب پیاس کی شدت اور گرمی کی حدت سے قویٰ مضمحل ہو جائیں، ضعف انتہاء کو پہنچ چکے، تب جنگ شروع کی جائے ورنہ یہ ہمیں مار جائیں گے۔

کربلا میں پانی کا بند کیا جانا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کرام کا پانی بند کرنے اور ان کے خون کے دریا بہانے کے لئے بے حیائی سے سامنے آنے والوں میں زیادہ تعداد انہی بے غیرتوں کی تھی جنہوں نے حضرت امام کو صدہا درخواستیں بھیج کر بلایا تھا اور حضرت مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر حضرت امام کی بیعت کی تھی مگر آج ان دشمنان غیرت و حمیت کو نہ اپنے عہد بیعت کا پاس تھا نہ اپنی دعوت میزبانی کا لحاظ دریائے فرات کا

Marfat.com

بے حساب پانی ان سیاہ باطنوں نے خاندان رسالت پر بند کر دیا۔ اہل بیت کے چھوٹے چھوٹے بچے ایک قطرہ پانی کے لئے تڑپ رہے ہیں۔ فاطمی چمن کے نونہال خشک لب تشنہ دہن ہیں وہ نور کی تصویریں پیاس کی شدت سے دم توڑ رہی ہیں۔ آلِ رسول کے بیماروں کے لئے دریا کے کنارے پر پانی میسر نہیں ہوسکتا' گرم ریت پر تیمّم کر کے نمازیں ادا کرتیں ہیں۔ بھوکے اور پیاسے تین دن گزر چکے ہیں گرمی اور پیاس سے عورتوں کا دودھ جل کر خشک ہو چکا ہے۔

چھوٹے چھوٹے بچے اور بیبیاں سب بھوک و پیاس سے بے تاب ہو گئے۔ اس معرکہ ظلم وستم میں اگر رستم بھی ہوتا تو اس کے حوصلے پست ہو جاتے اور وہ گردن جھکا دیتا مگر فرزند رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مصائب کا ہجوم جگہ سے نہ ہٹا سکا اور ان کے عزم واستقلال میں کچھ بھی فرق نہ آیا۔ حق وصداقت کا حامی مصیبتوں کی بھیانک گھٹاؤں سے نہ ڈرا اور طوفان بلا کے سیلاب سے اس کے پائے اثبات کو ذرہ بھر بھی جنبش نہ ہوئی۔ دین کا حامی دنیا کی آفتوں کو خیال میں نہ لایا۔ دس محرم تک یہی بحث ہوتی رہی کہ حضرت امام یزید کی بیعت کر لیں۔ اگر آپ بیعت کر لیتے تو آپ کا کمال اعزاز واحترام کیا جاتا اور یہ تمام لشکر آپ کے جلوس کے ساتھ ہو جاتے اور دولت دنیا آپ کے قدموں پر نچھاور کر دی جاتی۔

مگر جس دل پر دنیا کی بے ثباتی کا راز منکشف ہو وہ اس طلسم پر کب فریفتہ ہوتا ہے جس آنکھ نے حقیقی حسن کے جلوے دیکھے ہوں وہ بناوٹی رنگ وروپ پر کب نظر کرتا ہے۔ حضرت امام نے راحت دنیا کے منہ پر ٹھوکر مار دی اور راہ حق میں پہنچنے والی مصیبتوں کا خوش دلی سے خیر مقدم کیا۔

باوجود اس قدر آفتوں اور بلاؤں کے مقابلے کے ناجائز بیعت کے خیال کو

Marfat.com

اپنے قلب شریف کے نزدیک نہیں آنے دیا، اپنا گھر لٹانا، اپنے خون بہانا منظور کیا، مگر اسلام کے صحیح اصولوں میں فرق نہ آنے دیا۔

دس محرم ۶۱ھ کے محشر نما واقعات

حضرت امام نے دیکھا کہ نہ یہ شہر میں داخل ہونے دیتے ہیں اور نہ ہی واپس جانے دیتے ہیں۔ مصالحت کی تمام صحیح صورتیں پیش کر دی گئی ہیں لیکن یہ جفا شعار قوم صلح کی طرف مائل نہیں ہوتی اور اس جنگ کو دفع کرنے کا کوئی طریقہ باقی نہیں رہا لیکن یہ تشنگان خون اہل بیت کسی بھی بات پر رضا مند نہیں ہوتے۔ اس وقت آپ نے اپنے خیمہ کے گرد خندق کھودنے کا حکم دیا، خندق کھودی گئی اور اس میں صرف ایک راہ رکھی گئی جہاں سے نکل کر دشمنوں کا مقابلہ کیا جائے خندق میں آگ جلا دی گئی تا کہ اہل خیمہ دشمنوں کی ایذا سے محفوظ رہ سکیں۔ دسویں محرم ۶۱ھ کا قیامت نما دن آیا۔ جمعہ کی صبح کو حضرت امام نے اپنے تمام رفقاء اہل بیت کے ساتھ اپنی عمر کی آخری نماز فجر باجماعت نہایت ذوق خشوع کے ساتھ ادا فرمائی۔ پیشانیوں نے سجدوں میں خوب لطف اٹھائے اور آپ سے قرأت وتسبیحات کے حظ اٹھائے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد خیمہ میں تشریف لائے۔ امام عالی مقام اور تمام اہل بیت کو تین دن گزر چکے تھے کہ ایک قطرہ آب میسر نہیں ہوا اور ایک بھی لقمہ کسی کے حلق سے نہیں اترا بھوک پیاس سے جس قدر ضعف و ناتوانی کا غلبہ ہو جاتا ہے اس کا اندازہ وہی کر سکتا ہے جسے کبھی تین چار روز کے فاقہ کی نوبت آئی ہو، پھر بے وطنی اور وہ تیز دھوپ اور وہ گرم ہوائیں جنہوں نے ان ناز پروردگان آغوش رسالت کے پھولوں کو کس قدر پژمردہ خاطر کر دیا ہوگا۔

Marfat.com

آفتاب قریب طلوع ہے کہ ان پردیسیوں کے چھوٹے سے قافلے پر جور و جفا کے پہاڑ توڑنے کے لئے بائیس ہزار کا تازہ دم لشکر تیر و تبر، تیغ و سناں سے مسلح صفیں باندھے آموجود ہوا اور جنگ کا نقارہ بجا دیا۔ فرزند رسول کو مہمان بنا کر بلانے والی قوم آج جانوں پر کھیلنے کی دعوت دے رہی ہے۔

میدان کربلا میں حسینی قافلے کی خاص شخصیتیں

اسمائے گرامی	نسبتیں
(۱) حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ	جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے نواسے، حضرت مولیٰ علی اور حضرت سیدہ پاک رضی اللہ عنہا کے لخت جگر۔
(۲) حضرت ابوبکر (۳) حضرت عباس علمبردار (۴) حضرت جعفر (۵) حضرت عمر (۶) حضرت عثمان علمبردار (۷) حضرت عبداللہ (۸) حضرت محمد	یہ ساتوں حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے فرزند اور حضرت امام کے بھائی ہیں۔ ان سب نے میدان کربلا میں حضرت امام پر اپنی جانیں نثار کر دیں۔ (۳) سے (۶) تک حضرت ام بنین کے بطن سے ہیں اس بی بی کا مزار جنت البقیع میں ہے۔
(۹) محمد بن عمر بن علی کرم اللہ وجہہ	یہ ایک حضرت علی کے پوتے ہیں۔ امام زین العابدین کے ساتھ قیدی بنائے گئے تھے۔
(۱۰) حضرت مسلم	یہ چاروں حضرت عقیل کے فرزند تھے۔ حضرت

Marfat.com

(۱۱) حضرت عبداللہ (۱۲) حضرت عبدالرحمٰن (۱۳) حضرت جعفر (۱۴) حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیل بن ابی طالب	امام کے چچازاد بھائی ہیں جنہوں نے حضرت امام پر اپنی جانیں فدا کیں۔ ان میں سے حضرت مسلم سب سے پہلے مع اپنے دو فرزندوں (محمد و ابراہیم) کے کوفہ میں شہادت پا چکے تھے۔
(۱۵) حضرت محمد بن ابوسعید بن عقیل بن ابی طالب	ان دونوں نے میدان کربلا میں امام عالی مقام پر اپنی جانیں قربان کر دیں۔
(۱۶) حضرت محمد (۱۷) حضرت عون	یہ دونوں حضرت عبداللہ بن جعفر طیار کے فرزند ہیں۔ جعفر طیار حضرت علی کے بھائی تھے۔ حضرت عون و محمد امام کی حقیقی ہمشیرہ حضرت بی بی زینب کے فرزند تھے۔ یہ بڑی زبردست بہادری سے لڑ کر شہید ہوئے۔
(۱۸) حضرت قاسم (۱۹) حضرت عبداللہ (۲۰) حضرت ابوبکر (۲۱) حضرت عمر	یہ چاروں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے فرزند ہیں اور حضرت امام کے بھتیجے ہیں۔ ان میں سے تین کربلا میں شہید ہوئے۔ ان کے محاربے نے دشمنوں کے ہوش اڑا دیئے تھے اور حضرت عمر بن حسن علیہ السلام قیدی بنائے گئے۔
(۲۲) حضرت علی اکبر (۲۳) حضرت علی اصغر (۲۴) حضرت علی اوسط یعنی	یہ تینوں حضرت امام حسین علیہ السلام کے فرزند ہیں۔ حضرت علی اکبر حضرت یعلیٰ بنت ابی مرہ ثقفی کے بطن میں سے تھے اور حضرت علی اصغر کی

Marfat.com

امام زین العابدین	والدہ قبیلہ بنی قضاعہ سے تھیں حضرت سکینہ بھی اسی بی بی کے بطن سے تھیں۔ حضرت امام کے یہ دونوں فرزند کربلا میں شہید ہوئے ہیں۔ ان کے مزار امام کی زری پاک کے اندر ہی ہیں۔ حضرت امام زین العابدین حضرت شہر بانو بنت یزدجرد کے بطن سے، یزدجرد نوشیرواں کی اولاد سے تھا۔

حضرات اہل بیت میں سے مذکورہ بالا ۲۱ نفوس مقدسہ نے کربلا میں شہادت پائی ہے۔

حضرت امام زین العابدین اور عمر بن حسن اور محمد بن عمر بن علی وغیرہ بارہ چھوٹے چھوٹے ہاشمی خاندان کے بچے قیدی بنائے گئے۔ حضرت امام کی ہمشیرہ زینب وکلثوم اور حضرت امام زین العابدین کی والدہ اور حضرت علی اصغر کی والدہ اور حضرت صاحبزادی سکینہ یہ تمام قیدیوں کے ساتھ دمشق کو روانہ کی گئیں۔

حضرت امام کی بڑی صاحبزادی حضرت فاطمہ صغریٰ جو حضرت ام اسحاق بنت طلحہ کے بطن سے تھی وہ اس وقت اپنے شوہر حضرت حسن مثنیٰ بن حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ میں تھیں۔

دشمنان اہل بیت

نام	نسبت عہدہ
(۱) یزید پلید	ظالم جابر دمشق کا بادشاہ
(۲) عبید اللہ بن زیاد	کوفے کا گورنر، یزید کا نائب پلید، یہ پہلے بصرہ کا گورنر تھا۔

Marfat.com

(۳) عمرو بن سعد	سپہ سالار جنگ، ایران کا گورنر
(۴) شمر	نائب سپہ سالار، جوشن کا گورنر
(۵) سنان	افسر فوج
(۶) خولی	کمان افسر
(۷) حرمل بن کاہل	بے رحم فوجی، حضرت علی اصغر کو تیر مارنے والا
(۸) دیگر	بائیس ہزار فوج

یزیدی لشکر کی ترتیب

میمنے پر	قلب لشکر میں	میسرے پر
عمر ابن حجاج	عمرو ابن سعد	شمر

دس ہزار کی پلٹنیں یمین تھیں اور دس ہزار یسار اور درمیان عمرو ابن سعد اس کی پشت پر دو ہزار سوار۔ مسلح ہو کر ابن سعد نے شمشیر کینہ اٹھائی اور طبل جنگ بجنے لگا۔

حسینی لشکر کی ترتیب

یزیدیوں کے طبل جنگ کی آواز سن کر حضرت امام حسین کے جاں نثاروں نے بھی اللہ اکبر کہہ کر تلوار اٹھائی اور مسلح ہو کر میدان کا رخ کیا۔

امام عالی مقام نے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ مبارک سر پر رکھا اور آپ نے حضور ہی کا جبہ شریف زیب تن فرمایا اور حضرت امام حسن مجتبیٰ کا پٹکا کمر پر باندھا اور ذوالفقار حیدری حمائل فرمائی اور پھر اہل بیت سے رخصت ہو کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور اپنے لشکر کا علمبردار اپنے بھائی حضرت عباس کو بنایا یعنی

Marfat.com

حسینی لشکر کا جھنڈا حضرت عباس کو سپرد ہوا اور دوسرا علمبردار اپنے بھائی حضرت عثمان کو بنایا لشکر کے یمین پر حبیب ابن مظاہر کو اور یسار پر زہیر بن قیس کو سپہ سالار مقرر فرمایا اور قلب شکر میں شجاعان بنی ہاشم اور دیگر اصحاب و موالی آپ کے ہم رکاب ہو کر جانوں پر کھیلنے کے لئے کمال شجاعت سے حضرت عباس کی کمان میں مستعد کارزار ہوئے۔

اب حضرت امام علیہ السلام نے لشکر ابن سعد کے روبرو آ کر اتمام حجت کے لئے ایک خطبہ فرمایا:

خطبہ

حمد و صلوٰۃ کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی:

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًاO (پ۵:ع۱۰)

''جو کوئی جان بوجھ کر کسی مسلمان کو قتل کر دے تو اس کا بدلہ جہنم ہے وہ ہمیشہ اس میں رہے گا اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے اور اللہ کی لعنت ہے اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے''۔

فرمایا میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ خون ناحق حرام ہے اور غضب الٰہی کا موجب ہے تم اس گناہ سے بچ جاؤ میں نے کسی کو قتل نہیں کیا کسی کا گھر نہیں جلایا کسی پر حملہ آور نہیں ہوا اور نہ ہی کسی کا کچھ دینا ہے کہ میرے ساتھ تمہارا مطالبہ یا مقابلہ درست ہو سکے۔ تم لوگوں نے خود ہی مجھے بلایا ہے۔ اب اگر تم اپنے شہر میں میرا آنا پسند نہیں کرتے تو مجھے واپس جانے دو میں تم سے کسی بھی چیز کا طلب گار نہیں روز محشر

Marfat.com

تمہارے پاس میرے اس قتل کا کیا جواب ہوگا۔ اس خون کے الزام سے تم کس طرح بری ہوسکو گے۔ اپنا انجام سوچو، اپنی عاقبت برباد نہ کرو پھر یہ بھی سوچ سمجھ لو کہ میں کون ہوں، بارگاہ رسالت میں میری کیا عزت ہے، میرا کیا مقام ہے۔ تم جانتے ہو کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ ہوں، دیکھو یہ میرے سر پر عمامہ اور میرے گلے میں جبہ، یہ دونوں نانا جان کے ہیں اور یہ گھوڑا بھی آپ کی خاص سواری کا ہے۔ دھوکے میں نہ رہنا ہم رسول اللہ کے گھر والے ہیں۔ میری والدہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر ہیں، روز محشر جب وہ پل صراط سے گزرنے آئیں گی تو عرش سے ندا آئے گی کہ اے اہل محشر تمام اپنی آنکھیں بند کرلو اور اپنے سر جھکا لو کہ اب حضرت خاتون جنت ستر ہزار حوروں کو اپنی رکاب سعادت میں لے کر پل صراط سے گزرنے آرہی ہیں۔ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میرے ابا جان ہیں، جن کے فضائل کو تمام دنیا جانتی ہے۔ یہ میرے پاس ان کی ذوالفقار حیدری ہے۔ امام حسن مجتبیٰ میرے بھائی ہیں۔ یہ میری کمر پر پٹکا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا ہے۔ ہماری محبت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی محبت فرمایا ہے۔ ہم سے دشمنی اللہ اور رسول سے دشمنی ہے۔ ہمارے حق میں نصوص قرآنیہ وارد ہیں۔ میرے حق میں اکثر حدیثیں موجود ہیں، جن سے تم بے خبر نہیں، میرے فضائل تمہیں خوب معلوم ہیں غور کرو، اپنی عاقبت برباد نہ کرو اپنا انجام سوچو۔

جواب خطبہ

جواب دیا گیا کہ آپ کے تمام فضائل ہمیں معلوم ہیں مگر اس وقت یہ مسئلہ زیر بحث نہیں ہے۔ آپ کسی کو جنگ کے لئے میدان میں بھیجئے اور گفتگو ختم فرمائیے۔

Marfat.com

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہاری نیتوں کو خوب سمجھتا ہوں اور میں یہ نرم گفتگو تم سے دب کر نہیں، تمہارے سامنے گر کر نہیں کر رہا بلکہ میں حجتیں ختم کرنا چاہتا ہوں کہ اس جنگ کو دفع کرنے کی میری طرف سے کوئی تدبیر رہ نہ جائے تا کہ اس خوں ریزی کے الزام سے میں بری رہوں جب تم مجبور کرتے ہو تو ناچار مجھے جواب دینا ہی پڑے گا۔

ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ دشمنوں کی طرف سے ایک پلید گھوڑا کودا کر سامنے آیا (اس کا نام مالک بن عروہ تھا) اس نے دیکھا کہ امام کے خیمہ کے گرد خندق میں آگ جل رہی ہے اور شعلے بلند ہو رہے ہیں۔ اس تدبیر سے اہل خیمہ کی حفاظت کی جاتی ہے تو اس گستاخ، بدباطن نے تالی بجا کر حضرت امام کو کہا کہ اے حسین! تم نے وہاں کی آگ سے پہلے یہیں آگ لگا لی ہے۔ حضرت امام عالی مقام نے فرمایا: کذبت یا عدو اللہ (اے دشمن خدا تو جھوٹا ہے) تجھے یہ گمان ہے کہ میں دوزخ میں جاؤں گا۔ مسلم بن عوسجہ کو مالک بن عروہ پلید کا یہ کلمہ بہت ناگوار ہوا اور انہوں نے حضرت امام سے اس مردود کے منہ پر تیر مارنے کی اجازت چاہی تو حضرت امام نے فرمایا کہ ہماری طرف سے کوئی بھی جنگ کرنے کی ابتدا نہ کرے۔ تا کہ اس خوں ریزی کا وبال اعدا کی گردن پر ہی رہے اور ہمارا دامن آلودہ نہ ہو لیکن اے مسلم تیرے دل کا زخم کا مرہم میرے پاس ہے اب تو دیکھ!

میدان کربلا میں حضرت امام کی کرامت

آپ نے بارگاہ ربانی میں درخواست کر دی کہ الٰہی عذاب جہنم سے پہلے اس گستاخ کو دنیا ہی میں آگ کے عذاب میں مبتلا کر دیا جائے۔ امام کی زبان پاک

Marfat.com

سے یہ نکلنا تھا کہ اس خبیث کے گھوڑے کا پاؤں ایک سوراخ میں گیا اور وہ گھوڑے سے گرا اور اس کا پاؤں رکاب میں الجھ گیا۔ گھوڑا اسے لے کر بھاگا اور اسے آگ کی خندق میں ڈال دیا اور وہ موذی جل کر راکھ ہو گیا۔

اب حضرت امام نے فرمایا کہ اے پروردگار! آپ کا شکر ہے کہ اہل بیت رسول کے بدخواہ کو جلد سزا دی ہے۔

امام عالی مقام کی دوسری کرامت

اہل بیت رسول کے بدخواہ کو سزا ملنے پر جب شکر ادا کیا ہے تو امام کی زبان سے یہ سن کر صف اعدا میں سے قیس ابن اشعث پلید نے کہا کہ یا حسین! تمہیں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا نسبت۔ اس مردود کا یہ کہنا تو حضرت امام کے لئے بہت ہی تکلیف دہ تھا۔ آپ نے عرض کیا کہ یا الٰہی! یہ کیا کہتا ہے۔ اسے ابھی گھوڑے سے اتار کر فوری ذلت کی موت مار دیا جائے۔ امام صاحب کی زبان پاک سے یہ نکلنا تھا کہ اس پلید کو فوراً قضائے حاجت کی ضرورت پیش آئی۔ گھوڑے سے اتر کر ایک طرف بھاگا اور برہنہ ہو کر بیٹھا تو ایک سیاہ بچھو نے اسے ڈنگ مارا تو اب وہ نجاست آلودہ اور برہنہ ہی تڑپتا پھرتا تھا۔ نہایت رسوائی کے ساتھ دونوں لشکروں کے سامنے اس خبیث کی جان نکل گئی۔

میدان کربلا میں حضرت امام کی تیسری کرامت

وہ موذی لوگ دیکھ رہے تھے کہ حضرت امام کی زبان سے جو نکلتا ہے اللہ تعالیٰ اسی طرح کر دیتا ہے۔ اس تائید الٰہی کو دیکھ کر بھی ان سیاہ باطنوں کو عبرت نہ ہوئی۔

اب ایک اور پلید نے جس کا نام جعدہ مزنی تھا۔ حضرت امام کے سامنے آ کر

Marfat.com

کہا کہ یا حسین دیکھو تو سہی دریائے فرات کیسا موجیں مار رہا ہے مگر خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمہیں اس سے ایک قطرہ بھی نہ ملے گا اور تم پیاسے ہی ہلاک ہو جاؤ گے۔ اس شقی کے حق میں حضرت امام نے فرمایا:

اللھم امتہ عطشانا (یعنی یا اللہ! اس کو پیاسا ہی مار دیا جائے)

آپ کی زبان سے یہ نکلنا تھا کہ مزنی کا گھوڑا اچکا اور وہ بے دین گر گیا۔ گھوڑا بھاگا اور وہ پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے دوڑا اور اس پر اس شدت کی پیاس غالب ہوئی کہ العطش العطش پکارتا تھا، جب اس کے منہ سے پانی لگاتے تھے تو ایک قطرہ بھی نہ پی سکتا تھا۔ اسی شدت پیاس میں تڑپتا مر گیا۔

فرزند رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ بھی دکھا دیا کہ بارگاہ حق میں میری مقبولیت اور قرب و منزلت پر جیسی کہ نصوص شہیرہ واحادیث کثیرہ شاہد ہیں' ایسے ہی خوارق و کرامات بھی گواہ ہیں۔ آپ کے اس فضل کا عملی اظہار بھی اتمام حجت کے سلسلے کی ایک کڑی تھی کہ اگر تم آنکھیں رکھتے ہو تو دیکھ لو کہ جو ایسا مستجاب الدعوات ہے اس کے مقابلے پر آنا اللہ تعالیٰ سے لڑائی لینا ہے' تاکہ اس کا انجام سوچ سکیں اور بچ جائیں۔

مگر وہ شرارت کے مجسمے اس سے بھی سبق نہ لے سکے۔ دنیا ناپائیدار کی حرص کا بھوت جوان کے سروں پر سوار تھا۔ اس نے انہیں اندھا بنا دیا ہوا تھا۔

اب لشکر اعدا سے نیزے باز نکلے اور جز خوانی کرتے میدان میں آ کودے تکبر کے ساتھ اتراتے ہوئے گھوڑے دوڑا کر ہتھیار چمکا کر امام سے مبارز مانگنے لگے۔

Marfat.com

کربلا میں محبان اہل بیت کی عدیم المثال جانبازیاں

حضرت امام عالی مقام کے خاندان کے نونہال بھی شوق جانبازی میں سرشار تھے۔ انہوں نے میدان میں جانا چاہا لیکن قریب کے گاؤں والے یہ خبر سن کر بے تاب ہوئے اور حضرت امام کی خدمت میں پہنچ کر جاں نثاری کی اجازت چاہی۔ حضرت امام پاک نے انہیں بند کیا مگر انہوں نے بہت اصرار کیا کہ جب تک ہم میں سے ایک بھی زندہ ہے خاندان رسالت کا ایک بچہ بھی میدان میں نہ جانے دیں گے۔ آخر آپ کو ان اخلاص کیشوں کی سرفروشانہ التجائیں منظور فرمانی پڑیں۔ اب انہوں نے میدان میں پہنچ کر دشمنان اہل بیت سے کمال شجاعت و بسالت کے ساتھ مقابلے کیئے اور اپنی بہادری کے سکے جما دیئے۔ ان کا ایک ایک فرد اعدا کی تعداد کثیر کو ہلاک کر کے راہ جنت اختیار کرتا گیا۔

وہب بن عبداللہ کلبی

یہ قبیلہ کلب کے زیبا و نیک خو وحسین نوجوان تھے جن کی اٹھتی جوانی اور بہاروں کے دن تھے۔ شادی کو صرف سترہ روز ہوئے تھے۔ وہب کی والدہ جو کہ ایک بیوہ عورت تھی جس کے گھر کا چراغ یہی ایک نوجوان بیٹا تھا۔ ماں کہنے لگی کہ اے میری آنکھوں کے نور، دل کے سرور، ایک لمحہ تیری جدائی مجھ سے برداشت نہیں ہوسکتی لیکن آج جناب مصطفیٰ کا جگر گوشہ حضرت خاتون جنت کا لاڈلا بیٹا، دشت کربلا میں مبتلائے مصیبت ہے۔ اس ظلم و جفا کو میں دیکھ نہیں سکتی۔ پیارے بیٹے کیا تجھ سے ہوسکتا ہے کہ تو اُن پر اپنا خون نثار کردے۔ اس بے غیرت زندگی پر ہزار تف ہے کہ ہم زندہ رہیں اور فرزند رسول ظلم و جفا سے شہید کیا جائے۔ اے وہب!

Marfat.com

توحسین پاک کے سر پر صدقہ ہوجا۔ وہب نے کہا: اے مادر مہربان! یہ جان شہزادۂ کونین پر فدا ہونے کو تیار ہے۔ میں آپ سے ایک لمحہ کی اجازت چاہتا ہوں تاکہ اس بی بی سے دو باتیں کرلوں جس نے میرے ساتھ ابھی شادی کی ہے۔ اسے اجازت دے دوں کہ وہ جس طرح چاہے اپنی باقی زندگی بسر کرے۔ ماں نے کہا بیٹا! عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں اگر تو اس کی باتوں میں آجائے اور یہ سعادت سرمدی تیرے ہاتھوں سے کہیں جاتی نہ رہے۔ وہب نے جواب دیا کہ پیاری اماں اب حضرت امام حسین علیہ السلام کی محبت کی گرہ دل میں ایسی مضبوط لگ گئی ہے کہ اس کو کوئی بھی کھول نہیں سکتا۔ جاں نثاری کا نقش دل پر اس طرح جاگزیں ہوگیا ہے کہ دنیا کے کسی پانی سے دھویا نہیں جاسکتا۔ اجازت لے کر بی بی کی طرف گیا اور اسے خبر دی کہ فرزند رسول میدان کربلا میں بے یار و مددگار غداروں کے نرغہ میں ہیں۔ میری تمنا ہے کہ ان کے قدموں پر جان نثار کردوں۔ یہ سن کر نئی دلہن نے امید بھرے دل سے ایک آہ کھینچی اور کہنے لگی کہ افسوس یہ ہے کہ اس جنگ میں میں تیرا ساتھ نہیں دے سکتی کیونکہ اسلام نے عورتوں کو حرب کے لئے میدان میں آنے کی اجازت نہیں دی ورنہ میں بھی اس جان جہان پر اپنی جان قربان کرتی۔ مجھ سے عہد کرو کہ جب سرداران اہل بیت کے ساتھ جنت میں تیرے لئے بے شمار نعمتیں حاضر کی جائیں گی اور تیری خدمت کے لئے بہشتی حوریں ہوں گی اس وقت تو مجھے بھول نہ جائے۔

اب یہ نوجوان اپنی برگزیدہ ماں کو اور اس نیک زوجہ کو ساتھ لے کر فرزند رسول کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس بی بی نے عرض کیا کہ یا فرزند رسول! میرا شوہر حضور پر جاں نثاری کی تمنا رکھتا ہے۔ اسے اجازت فرمائی جائے اور میری یہ التجا ہے کہ اس

Marfat.com

کی شہادت کے بعد میری عمر کا باقی حصہ آپ کی پاک بیبیوں کی خدمت میں گزر جائے اور چونکہ شہدا کو گھوڑے سے زمین پر گرتے ہی بہشتی خدمت گار مل جاتے ہیں محشر میں شوہر سے میری جدائی نہ ہو۔ وہب نے عرض کیا کہ آپ کی شفاعت سے جب مجھے جنت ملے گی تو میں حضور کے سامنے عہد کرتا ہوں کہ یہ بی بی میرے ساتھ ہی رہے۔ اب وہب اجازت لے کر میدان کو چل دیا لشکر اعدا نے دیکھا کہ ایک ماہر اسوار گھوڑا دوڑاتا ہوا اجل ناگہانی کی طرح آرہا ہے۔ ہاتھ میں نیزہ ہے۔ دوش پر سپر اور دل ہلا دینے والی آواز کے ساتھ یہ رجز پڑھتا چلا آتا ہے:

امیر حسین و نعم الامیر   لہ لمعۃ کالسراج منیر

''میرا بادشاہ حسین باکمال بادشاہ، جن کا چہرہ آفتاب جیسا چمکیں مارتا''۔

برق خاطف کی طرح میدان میں پہنچا اور صف اعدا سے مبارز طلب کیا جو سامنے آیا تلوار سے اس کا سر اڑا دیا۔ سپاہ گری کے ایسے فنون دکھائے کہ گردو پیش خود سروں کے سروں کے انبار لگا دیئے۔ موذیوں کے تن خاک وخون میں تڑپتے نظر آنے لگے۔ پھر یکبارگی گھوڑے کی باگ موڑی اور ماں کے پاس پہنچ کر عرض کیا کہ اے مادر مشفقہ! اب مجھ پر راضی ہوگئی ہو؟ ماں نے خوش ہوکر دعائیں دیں پھر ماں سے رخصت ہوکر بیوی کے پاس آکر اس کو تسلی دی۔ اتنے میں دشمنوں کی طرف سے آواز آئی کہ کیا کوئی مبارز ہے۔ یہ سن کر وہب گھوڑا دوڑاتا ہوا میدان کو چلا اور شیر زماں کی طرح تیغ آبدار و نیزہ جاں شکار لئے معرکہ کارزار میں صاعقہ وار پہنچا۔ اس وقت میدان میں دشمنوں کی طرف سے ایک مشہور بہادر حکم بن طفیل غرور نبرد آزمائی میں سرشار تھا۔ وہب نے ایک ہی حملہ میں اس کو نیزہ پر اٹھا کر اس طرح زمین پر دے مارا کہ اس کی ہڈیاں چکنا چور ہوگئیں اور دونوں لشکروں میں شور مچ

Marfat.com

گیا۔ اب مبارزوں کی ہمت نہ پڑتی تھی کہ کوئی وہب کے مقابلے کے لئے نکلے۔ کچھ انتظار کے بعد وہب خود حملہ کرتا ہوا قلب لشکر میں پہنچا اور جو مبارز سامنے آیا اس کو نیزے کی نوک پر اٹھا کر خاک پر پٹک دیا۔ یہاں تک کہ نیزہ پارہ پارہ ہو گیا۔ اب تلوار نیام سے نکالی اور تیغ زنوں کی گردنیں اڑا اڑا کر خاک میں ملا دیں۔ جب اعدا اس جنگ سے تنگ آ گئے تو ابن سعد نے حکم دیا کہ اس کے گرد ہجوم کر کے حملہ کرو اور ہر طرف سے یکبارگی ہاتھ چھوڑے جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا جب یہ نوجوان زخموں سے چور ہو کر زمین پر گرا تو سیاہ باطنوں نے اس کا سر کاٹ کر لشکر امام کی طرف پھینک دیا تو اس کی ماں بیٹے کے سر کو پیار کرتی اور کہتی تھی کہ اے بیٹا! بہادر بیٹا!! اب تیری ماں تجھ سے راضی ہو گئی ہے۔ پھر وہ سر دلہن کی گود میں لا کر رکھ دیا۔ دلہن اسی وقت پروانہ وار اس شمع جمال پر قربان ہو گئی اس کا طائر روح اپنے زوج شہید کے ساتھ جا ملا۔

سرخروئی اسے کہتے ہیں کہ راہ حق میں سر کے دینے میں ذرا تو نے تامل نہ کیا

اس کے بعد جن جن خوش نصیبوں کی قسمت میں تھا خاندان اہل بیت پر اپنی جانیں فدا کرنے کی سعادت حاصل کرتے رہے۔ اس زمرے میں حر بن یزید ریاحی بھی قابل ذکر ہے۔

حر بن یزید ریاحی وغیرہ

جنگ کے وقت حر کا دل بہت مضطرب تھا اور اس کی سیماب دار بے قراری اس کو ایک جگہ ٹھہرنے نہیں دیتی تھی۔ کبھی وہ ابن سعد سے جا کر کہتا تھا کہ تم امام کے ساتھ جنگ تو کر رہے ہو، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جواب دو گے۔ ابن سعد

Marfat.com

سے اس کا جواب نہ بن آتا تھا۔ وہاں سے ہٹ کر پھر میدان میں آتا ہے۔ بدن کانپ رہا ہے، چہرہ زرد ہے، پریشانی کے آثار نمایاں ہیں، دل دھڑک رہا ہے۔ اب اس کے بھائی مصعب بن یزید نے یہ حال دیکھ کر پوچھا کہ اے برادر مہربان! آپ مشہور شجاع اور دلاور جنگ آزما ہو آپ کے لئے یہ پہلا ہی معرکہ نہیں بارہا جنگ کئے اور خونی مناظر آپ کی نظر کے سامنے سے گزرے ہیں۔ ہزاروں دیو پیکر آپ کی تلوار خوں آشام سے پیوند خاک ہوئے مگر آج آپ کا یہ کیا حال ہے۔ آپ پر اس قدر خوف و ہراس کیوں غالب ہے؟ حر نے جواب دیا کہ اے برادر! یہ فرزند رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ ہے۔ یہ اپنی عاقبت سے لڑائی ہے۔ میں بہشت اور دوزخ کے درمیان کھڑا ہوں اور دنیا مجھ کو پوری قوت کے ساتھ جہنم کی طرف کھینچ رہی ہے اور میرا دل اس کی ہیبت سے کانپ رہا ہے۔ اسی اثناء میں حضرت امام کی آواز آئی کہ ہے کوئی جو آج آلِ رسول پر جان (۱) نثار کرے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں سرخروئی حاصل کرے۔ اس صدا نے تو حر کے پاؤں کی بیڑیاں کاٹ دیں اور دل بے تاب کو قرار بخشا۔ اس پہلی جرأت سے شرمندہ تھا مگر اب اطمینان ہو گیا کہ کریم نے اپنے کرم سے بشارت دی ہے۔ جان فدا کرنے کے ارادہ سے چل پڑو۔ گھوڑا دوڑایا اور شہزادۂ کونین حضرت امام حسین کی خدمت میں حاضر ہوا اور گھوڑے سے اتر کر نیاز مندوں کے طریقے سے رکاب چومی اور عرض کیا کہ یا فرزند رسول! میں وہی حر ہوں جو سب سے پہلے آپ کے مقابل آیا،

(۱) یہ آپ کا فرمانا عدم استقلال یا خوف و ہراس یا بے صبری کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ اتمام حجت کے لئے تھا کہ دیکھیں کہ اسلام کے دعویداروں میں آج ایمانی چمک والا کون ہے اور اولاد رسول کی مودۃ جو کہ فرض قرآنی ہے۔ اسے کون آنکھ دیکھتی ہے کہ حق تعالیٰ کے پاس اس وقت اسی بات پر سعادت وشقاوت کا سودا بک رہا ہے۔

Marfat.com

اور آپ کو اس جنگل بیابان میں روکا تھا۔ اس اپنی جسارت اور مُبادرت (جلدی، تیزی، دلیری، جرأت وغیرہ) پر نادم ہوں۔ شرمندگی اور خجالت نظر اٹھانے نہیں دیتی۔ آپ کی کریمانہ صدا اسن کر امیدوں نے ہمت بندھائی ہے تو حاضر خدمت ہوا ہوں۔ آپ کے کرم سے کیا بعید ہے کہ عفو جرم فرمائیں اور غلامان با اخلاص میں شامل کر کے اپنے اہل بیت پر جان قربان کرنے کی اجازت بخشیں۔

حضرت امام نے حر کے سر پر ہاتھ مبارک رکھا اور فرمایا کہ اے حر! بارگاہ الٰہی میں اخلاص مندوں کے استغفار مقبول اور توبہ مستجاب ہیں۔ عذر خواہ محروم نہیں کئے جاتے: هُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِہٖ شاد باش! میں نے تیری تقصیر معاف کی اور اس سعادت کے حصول کی اجازت دی۔

معافی مل جانے پر حر بہت خوش ہوا، اجازت حاصل کر کے میدان کی طرف روانہ ہوا اور گھوڑا چمکا کر لشکر اعدا کے مقابل پہنچا۔ حر کے بھائی مصعب نے دیکھا کہ حر نے دولت سعادت پائی اور نعمت آخرت سے بہرہ مند ہوا اور حرص دنیا کے غبار سے پاک ہو گیا ہے۔ اس کے دل میں بھی ولولہ اٹھا گھوڑا دوڑاتا ہوا چلا۔ ابن سعد کے لشکر کو گمان ہوا کہ بھائی کے مقابلے کے لئے جاتا ہے۔ جب میدان میں پہنچا تو حر سے کہنے لگا کہ بھائی تو تو میرے لے خضر راہ بن گیا اور مجھے سخت ہلاکت سے نجات دلائی ہے۔ اب میں بھی تیرے ساتھ ہوں۔ حضرت امام کی رفاقت کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ پھر حر کا بیٹا علی اور حر کا غلام صفوان بھی ان کے ساتھ آ ملے تو اعدائے بدکیش اس واقعہ سے نہایت حیران ہوئے۔

یہ بات دیکھ کر ابن سعد گھبرا اٹھا اور اب اس نے صفوان کو منتخب کر کے حر کے پاس بھیجا اور کہا کہ رفق و مدارات کے ساتھ سمجھا کر حر کو بہکانے کی کوشش کرے اور

Marfat.com

اپنی چالبازی اور فریب کاری انتہا کو پہنچائے۔ اگر پھر بھی ناکامی ہو تو حر کا سر کاٹ کر لے آئے۔

اب صفوان چلا اور آ کر حر سے کہنے لگا کہ اے حر! تیری عقل اور دانائی پر ہم فخر کیا کرتے ہیں مگر آج تو نے کمال نادانی کی ہے کہ اس لشکر جرار سے نکل کر یزید کے انعام واکرام پر ٹھوکر مار کر چند بے کس مسافروں کے ساتھ آ ملے ہو، جن کے پاس نان خشک کا ایک ٹکڑا اور پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں ہے۔ مجھے تیری اس نادانی پر افسوس آتا ہے۔ حر نے کہا او بے عقل ناصح! تجھے اپنی نادانی پر رنج کرنا چاہئے تھا کہ تو نے پاک کو چھوڑ کر پلید کو قبول کیا اور دولت باقی کے مقابلے میں دنیائے فانی کے آرام کو ترجیح دیتا ہے۔ ارے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسین کو اپنا پھول فرمایا ہے۔ میں اس ریحانہ رسول پر اپنی جان قربان کرنے کی تمنا رکھتا ہوں رضائے رسول سے بڑھ کر کونین میں اور کون سی دولت ہے۔ وہ شقی کہنے لگا کہ اے حر! یہ تو میں بھی خوب جانتا ہوں لیکن ہم سپاہی لوگ ہیں ہمیں روپیہ کمانا ہے اور آج دولت و مال یزید کے پاس ہے۔ حر نے کہا: اے کم ہمت! تیرے ایسے عقیدے پر لعنت اب تو اس بد باطن کو یقین ہو گیا کہ میری چرب زبانی حر پر کچھ اثر نہیں کر سکتی۔ اہل بیت کی محبت اس کے دل میں اتر چکی ہے اور اس کا سینہ آلِ رسول کی وِلا (محبت' الفت) سے مملو ہے۔ اس پر مکر و فریب نہیں چل سکتا تو اس شریر نے باتیں کرتے کرتے ایک تیر حر کے سینہ پر کھینچ مارا حر نے زخم کھا کر نیزہ کا وار کیا جو موذی کے سینہ سے پار ہو گیا اور زین سے اٹھا کر زمین پر پٹک دیا۔ صفوان پلید کے تین بھائی تھے وہ یکبارگی حر پر کود پڑے۔ حر نے آگے بڑھ کر ایک کا سر تلوار سے اڑا دیا دوسرے کو نیزے پر اٹھایا اور اس طرح پھینکا کہ گردن ٹوٹ گئی، تیسرا بھاگ نکلا حر نے اس کا تعاقب کیا پہنچ کر

Marfat.com

اس کی پشت پر ایسا نیزہ مارا کہ سینے سے پار نکل گیا۔ اب حر لشکر میں جا گھسا اور میمنہ پر حملہ کیا اور خوب زور کی جنگ ہوئی۔ لشکر ابن سعد کو حر کے جنگی ہنر کا اعتراف کرنا پڑا۔ چالیس اشقیا کو ہلاک کر کے وہ جانباز صادق داد شجاعت دیتا ہوا آخر کار فرزند رسول پر جان فدا کر گیا۔ حر ایوب بن مروح کے ہاتھوں شہید ہوا۔ حضرت امام عالی مقام حر کو اٹھا کر لائے اور اس کے سر کو اپنے زانو مبارک پر رکھ کر اپنے پاک دامن سے چہرے کا گرد و غبار صاف فرمانے لگے۔ ابھی رمق جان باقی تھی کہ حسین پاک کے دامن کی خوشبو حر کے دماغ میں پہنچی اور مشام جان معطر ہو گیا اور آنکھیں کھل گئیں اور خود کو دیکھا کہ فرزند رسول کی گود میں ہے۔ مسکرائے اور اپنے بخت و مقدر پر ناز کرتے ہوئے فردوس بریں کو روانہ ہوئے۔

پھر حر کا بھائی مصعب اور حر کا بیٹا علی اور حر کا غلام عزت یہ تینوں آئے اور گھوڑوں سے اتر کر حضرت امام کی رکاب چومی اور امام پاک سے اہل بیت رسالت پر جانیں قربان کرنے کے لئے اجازت حاصل کی اور میدان کارزار میں پہنچ کر بے شمار اشقیا کو کاٹتے اور تباہ و برباد کرتے ہوئے جنت الفردوس حاصل کرتے چلے گئے۔

ان کے بعد امام پاک کے ساتھ آئے ہوئے قاری بربر بن خضیر ہمدانی نے تیس اشقیاء کو قتل کیا۔ بحر بن اوس کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

ان کے بعد عمر بن خالد ازدی، پھر ان کے فرزند خالد بن عمر دشمنوں سے مقابلہ کرتے ہوئے شہادت پا گئے۔

پھر سعید بن حنظلہ تمیمی بہت سے منافقوں کو قتل کر کے شہید ہوئے۔ پھر عمرو بن عبداللہ بہت سے شریروں کو قتل کر کے مسلم صنابی کی ضرب سے شہید ہوئے۔

Marfat.com

ان کے بعد مالک بن انس کاہلی نے قدم میدان شہادت میں رکھا اور اٹھارہ پلیدوں کو واصل جہنم کر کے ریاض بہشت میں پہنچے۔

ان کے بعد ہلال بن حجاج افواج ظالمان میں غوطہ زن ہوئے جب تک تیر ان کے ترکش میں رہے مخالفوں پر برساتے رہے۔ جب تیر ختم ہو گئے تو نیزے سے تیرہ سیاہ باطنوں کو واصل جہنم کیا۔

پھر عبدالرحمٰن بن عبداللہ نے معرکہ کارزار میں آ کر قتال کیا اور بہت سے موذیوں کو ہلاک کرنے کے بعد شہید ہوئے۔

پھر عمرو بن صیداوی حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ جہاد کے لئے اجازت فرمائیے تا کہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ جاملوں۔ اجازت حاصل کر کے لشکر مخالف سے دوچار ہوئے بعد مقاتلہ بسیار جمع شہدائے ابرار سے جا ملے۔

ان کے بعد سوید بن عمر میدان کارزار میں پہنچے اور لڑے یہاں تک کہ کثرت جراحت سے درمیان کشتگان صحرا گرے اور پھر اٹھ کر چھری اپنے موزے سے نکال کر اسی حالت نیم جان میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔

اس کے بعد قرح بن ابی قرح غفاری میدان قتال میں آئے اور محاربہ بسیار کے بعد شہید ہوئے۔

ان کے بعد عمرو بن فطاع نے بآتش تیغ آبدار خرمن حیات کفار جلا دیا اور خود بھی جام شہادت نوش کر گئے۔

ان کے بعد حجاج بن مسروق بپائے جلالت میدان میں پہنچے اور بعد محاربہ و مقابلہ بسیار کے موذیان بے حیا کو واصل جہنم کر کے پھر خود بھی خلعت شہادت پہنا۔

Marfat.com

اب عبداللہ وعبدالرحمٰن غفاری حاضر ہوئے اور سلام عرض کر کے رونے لگے۔ امام پاک نے فرمایا کہ بعد ایک ساعت کے تمہاری آنکھیں روشن اور دل خوش ہوں گے روتے کیوں ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم آپ پر فدا ہوں۔ اپنے حال پر نہیں روتے بلکہ اس لئے روتے ہیں کہ ان موذیوں نے سب طرف سے آپ کو گھیر لیا ہے اور ہم دفع شر آپ سے کر نہیں سکتے۔ حضرت امام نے فرمایا، خدا تمہیں اس اندوہ پر جو تم میرے حال پر رکھتے ہو جزائے خیر عطا فرمائے۔ پھر یہ حضرت امام سے الوداع ہو کر بجانب میدانِ کارزار روانہ ہوئے اور اپنے سر امام پر نثار کر کے سر عزت اوج رفعت تک پہنچے۔

جب اکثر اصحاب امام حسین علیہ السلام شہید ہو چکے تو غلام ترکی جو نہایت صالح اور قاری قرآن تھا، امام پاک سے رخصت ہو کر بمقابلہ اشقیا گیا اور بہت سے اشرار کو واصل جہنم کر کے آخر بہ تیغ ظلم زمین پر گرا۔ جب حضرت امام اس کے سرہانے تشریف لائے اس غلام باوفا نے آنکھیں کھول کر اپنے آقا کو دیکھا اور تبسم کر کے مرغ روح نے جانب ریاض جنۃ پرواز کی۔

اب زیادہ بن شعشا لشکر مخالف کی طرف گئے اور آٹھ تیر جوان کے پاس تھے لشکر ضلالت اثر پر مارے جو تیر یہ لشکر مخالف کی طرف پھینکتے تھے تو امام پاک فرماتے تھے کہ خداوند تعالیٰ ان کا تیر نشانے پر لگے اور بعد اس کے عوض زیادہ کو جنت عطا فرما۔

ان کے بعد ابوعمر نہشلی جو کہ عباد وزہاد وقاریان قرآن سے تھے، جنگ گاہ میں پہنچے اور بہت سے سیاہ باطنوں کو ہلاک کیا۔ آخر عابر نہشلی کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔

Marfat.com

ان کے بعد مسلم بن عوسجہ جو کہ اکابر بزرگان اصحاب شہدا سے تھے بعزم شہادت متوجہ اشقیا ہوئے اور بہت سا جدال وقتال کر کے ایک گروہ تیرہ بخت کو تباہ و برباد کیا۔ جب وہ گھڑے سے زمین پر گرے تو امام پاک مع حبیب بن مظاہر تشریف لے گئے۔ ہنوز ایک رمق حیات باقی تھی۔ امام صاحب نے فرمایا: اے مسلم! خداتم پر رحمت کرے تم باسعادت شہادت پر فائض ہوئے اور جو تم پر حق تھا اس کو تم نے ادا کیا۔ اب میں بھی تمہارے عقب آتا ہوں۔ حبیب ابن مطاہر نے کہا تم کو بہشت کی بشارت ہو۔ مسلم بن عوسجہ نے بصدائے ضعیف کہا، خداتم کو بخیر و سعادت بشارت دے۔ حبیب ابن مظاہر نے کہا جو چاہو وصیت کرو مسلم بن عوسجہ نے کہا کہ میری وصیت یہ ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت سے دست بردار نہ ہونا یہاں تک کہ اپنی جان ان پر سے فدا کر دو یہ کہہ کر روح شریف نے بجانب آشیانہ قدس پرواز کی۔

پھر نافع بن ہلال کو جلال آیا اور ایک جماعت اشقیاء کو میدان میں پہنچ کر قتل کیا۔ بعد میں مزاحم بن حریث خبیث کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔

اب حنظلہ ابن سعد شامی حاضر ہوئے اور ڈھال بن کر روبروئے امام کھڑے ہو گئے۔ نیزہ و تیر و شمشیر وسنان مخالفان اپنے سینے پر لیتے تھے آخر سعادت شہادت پر فائز ہوئے اور کہا، السلام علیک یا فرزند رسول! آپ اور آپ کے اہل بیت پر میری طرف سے درود و سلام ہو۔

اب ظہیر بن قیس اور سعید بن عبداللہ حنفی جناب امام حسین علیہ السلام کے آگے کھڑے ہو گئے اور جو نیزہ یا تیر لشکر مخالف سے حضرت امام کی طرف آتا تھا، دونوں بزرگوار اپنے جسم پر لیتے تھے۔ آخر شہد شہادت نوش کیا۔

Marfat.com

ان کے بعد عمرو بن قرطبہ انصاری حضرت امام کے ساتھ کھڑے جہاد کرتے تھے اور جو شمشیر و نیزہ و تیر امام کی طرف آتا تھا شوق سے اپنے جسم پر لیتے تھے اور امام پاک تک نہ جانے دیتے تھے۔ جب لڑتے لڑتے گرے تو کہا، یا فرزند رسول! میں نے اپنے عہد پر وفا کی۔ امام نے فرمایا، ہاں جب میں داخل بہشت ہوں گا تم میرے ساتھ ہو گے اور فرمایا میرے جد امجد جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا سلام پہنچانا اور کہنا کہ میں جلد آ رہا ہوں۔

پھر ظہیر بن قیس بجلی گئے اور رجز خوانی کرتے ہوئے محاربہ و مقاتلہ کرتے رہے اور ایک سو بیس منافقوں کو ہلاک کر کے آخر کثیر بن عبداللہ کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔

بعد ان کے حبیب ابن مظاہر اسدی جہاد اشقیا کے لئے روانہ ہوئے اور ایک سو باسٹھ شریروں کو قتل کیا۔ آخر بضرب حصین بن نمیر درجہ شہادت سے فیض یاب ہوئے۔

اب عابس بن شبیب امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں آپ کو سلام الوداع کرتا ہوں اور گواہ کرتا ہوں کہ آپ کے جد امجد کے طریقہ پر ثابت قدم ہوں۔ اجازت کے بعد تلوار نیام سے کھینچ لی اور مثل شیر متوجہ لشکر مخالف ہوئے۔ ربیع بن تمیم کہتا ہے جب میں نے دیکھا کہ عابس باتیغ برہنہ خشم ناک میرے لشکر کی طرف آتے ہیں تو میں چونکہ ان کی شجاعت کو بہت سے معرکوں میں دیکھ چکا تھا میں نے کہا: اَيُّهَا النَّاسُ یہ پسر شبیب شیر بیشہ شجاعت ہے جو تمہاری طرف آتا ہے۔ مبادا کوئی تم میں سے اس کے مقابلے کو جائے یہ سن کر وہ نامردان رُوباسیرت ڈر گئے۔ ہر چند عابس نے مبارز طلبی کی مگر کسی کو سامنے آنے کی جرأت

Marfat.com

نہ پڑی۔ جب ابن سعد شقی نے دیکھا کہ کسی کو جرأت مبارزت ان سے نہیں حکم دیا کہ انہیں سنگ باراں کیا جائے۔ جب عابس نے ان کی نامردی مشاہدہ کی اپنی جان پر کھیلنے کے لئے خود زرہ اپنی پھینک دی اور مثل شیر ژیاں برہنہ ہو کر ان اشقیاء پر حملہ کیا جس طرف جا پڑتے تھے دو سو سے زیادہ منافق ان کے آگے سے بھاگ جاتے تھے۔ یہاں تک کہ ان نامردان بے حیا نے بسنگ جور و جفا سے چور چور کر دیا۔ جب حرب وضرب سے عاجز ہو گئے، ان کا سر کاٹ لیا اور ان کا سر کاٹنے پر کئی روسیاہوں نے تنازع کیا۔ ہر ایک کہتا تھا میں نے کاٹا ہے۔ عمرو بن سعد نے کہا ان کو ایک آدمی نہیں مار سکتا تھا، یہ تمام لشکر کے حملے سے مارے گئے ہیں۔

اسی طرح بہت سے جانباز فرزند رسول پر اپنی جانیں نثار کرتے رہے اور یزیدی علمبرداران شجاعت کو خاک وخون میں لٹا کر اپنی بہادری کے جوہر دکھاتے چلے گئے۔

اب خاندان اہل بیت رسالت ہی باقی رہ گیا ہے۔

خاندان اہل بیت

اللہ کی رحمتیں ہوں اہل بیت پاک طینت پر
فزوں تر شمس سے انوار ہیں جن کی کرامت کے

اب صرف خاندان اہل بیت باقی ہے اور دشمنان بد باطن کی انہی پر نظر ہے۔ یہ حضرات پروانہ وار حضرت امام پر نثار ہونے کو کھڑے ہیں۔ اب اولاد حضرت علی ابن ابی طالب اور اولاد جعفر بن ابی طالب اور اولاد عقیل بن ابی طالب اور اولاد امام حسن علیہ السلام نے جمع ہو کر ایک دوسرے کو الوداع کیا اور عازم حرب وضرب ہوئے۔

Marfat.com

حضرات کے اسمائے گرامی

عبداللہ بن مسلم بن عقیل، جعفر بن عقیل، عبدالرحمٰن بن عقیل، محمد بن ابوسعید بن عقیل۔

محمد بن عبداللہ بن جعفر طیار، عون بن عبداللہ بن جعفر طیار۔

حضرت قاسم بن امام حسن علیہ السلام، عبداللہ بن امام حسن، ابوبکر بن امام حسن، عمر بن امام حسن علیہ السلام۔

ابوبکر بن علی بن ابی طالب، عمر بن علی، عثمان بن علی، جعفر بن علی، عبداللہ بن علی، محمد بن علی، حضرت عباس بن علی علیہم السلام۔

حضرت علی اکبر بن حضرت امام حسین علیہ السلام۔

یہ بات بھی قابل تعریف ہے کہ امام عالی مقام کے اس چھوٹے سے لشکر میں سے اس قدر سخت مصیبت کے وقت میں بھی کسی نے ہمت نہ ہاری آپ کے ساتھیوں میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جو اپنی جان لے کر بھاگتا یا دشمنوں کی پناہ چاہتا۔ جاں نثاران امام نے اپنے صدق و جاں بازی میں پروانہ و بلبل کے افسانے ہیچ کر دیئے۔ ہر ایک کی یہ تمنا تھی اور ہر ایک کا یہ اصرار تھا کہ جاں نثاری کا موقع پہلے مجھے دیا جائے۔ عشق و محبت کے متوالے شوق شہادت میں مست تھے۔ سروں کا تنوں سے جدا ہونا ان پر وجد کی کیفیت طاری کرتا تھا۔ ایک کو شہید ہوتا دیکھ کر دوسروں کے دلوں میں شہادت کی امنگیں جوش مارتی تھیں۔ اہل بیت کے نوجوانوں نے خاک کربلا کے صفحات پر اپنے خون سے شجاعت و جوانمردی کے وہ بے مثال نقوش ثبت فرمائے ہیں کہ جن کو زمانے کی تبدیلیوں کے ہاتھ کبھی بھی مٹا

Marfat.com

نہیں سکتے۔

جب حضرت علی المرتضیٰ کے خاندان کے بہادروں کے گھوڑوں نے میدان کربلا کو جولاں گاہ بنایا۔ ان حضرات کا میدان میں آنا تھا کہ شامی وکوفی بہادروں کے دل سینوں میں لرزنے لگے اور ان کے حملوں سے شیر دل بہادر چیخ اٹھے۔ حیدری تلواریں تھیں کہ شہاب ثاقب کی آتش بازی تھی، ہاشمیوں کی نبرد آزمائی اور جاں شکار حملوں نے کربلا کی تشنہ لب زمین کو دشمنوں کے خون سے سیراب کر دیا اور خشک ریگستان سرخ نظر آنے لگا۔ نیزوں کی نوک پر شامی صف شکن بہادروں کو اٹھانا اور خاک میں ملا دینا ہاشمی نوجوانوں کا معمولی کرتب تھا۔ ہر ساعت نیا مبارز آتا تھا اور ہاتھ اٹھاتے ہی فنا ہو جاتا تھا۔ ان کی تیغ بے نیام اجل کا پیغام تھی اور نوک سنان قضا کا فرمان۔ تلواروں کی چمک نے نگاہیں خیرہ کر دیں اور حرب و ضرب کے جوہر دیکھ کر کوہ پیکر ترساں و ہراساں ہو گئے۔ کبھی میمنہ پر حملہ کیا تو صفیں درہم برہم کر ڈالیں معلوم ہوتا تھا کہ اسوار مقتولوں کے سمندر میں تیر رہا ہے۔ کبھی میسرہ کی طرف رخ کیا تو معلوم ہوا کہ مُردوں کی جماعت کھڑی تھی جو اشارہ کرتے ہی گر گئی۔ صاعقہ کی طرح چمکنے والی تیغ خون میں ڈوب ڈوب کر نکلتی تھی اور اس سے خون کے قطرے ٹپکتے ہی رہتے تھے۔ اسی طرح خاندان امام کے نوجوان اپنے اپنے جوہر دکھاتے چلے گئے۔

جب خیمہ سے چلتے تھے بَلْ اَحْیَآءٌ کے چمنستان کی دلکش فضا ان کی آنکھوں کے سامنے ہوتی تھی۔ وہ کربلا کی راہ سے اس منزل تک پہنچنا چاہتے تھے۔

فرزادان امام حسن رضی اللہ عنہ کے محاربے نے دشمنوں کے ہوش اڑا دیئے۔ ابن سعد نے اعتراف کیا کہ اگر ان حضرات کا پانی بند نہ کیا جاتا اور فریب کاریوں

Marfat.com

سے کام نہ لیا جاتا تو خاندان رسالت کا ایک ایک جوان تمام لشکر کو برباد کر سکتا تھا۔ جب وہ مقابلے کے لئے اٹھتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ قہر الٰہی آ رہا ہے۔ ان کا ایک ایک ہنر صف شکنی اور مبارز فگنی میں فرد تھا۔ الحاصل اہل بیت کے نونہالوں اور ناز کے پالوں نے میدان کربلا میں حضرت امام پر اپنی جانیں اس طرح فدا کیں کہ تیر وسناں کی بارش میں بھی حمایت حق سے منہ نہ موڑا، گردنیں کٹوا کر، خون بہا کر، جانیں دے کر، حق وصداقت کی حمایت کا ناقابل فراموش درس دیا۔

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ

اب حضرت قاسم بن حضرت امام حسن میدان میں جانے کی اجازت لینے کے لئے آئے۔ آپ نے فرمایا کہ اے نور چشم! آپ کو اجازت نہیں، تم میرے بھائی کی نشانی ہو آپ کی زندگی درکار ہے تو پھر حضرت قاسم خیمہ میں سر بہ زانو ہو کر رونے لگے۔

روایت ہے کہ اس وقت حضرت قاسم کو وہ تعویذ یاد پڑ گیا جو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے لکھ کر ان کے بازو پر باندھا ہوا تھا اور باندھتے وقت فرمایا تھا کہ جب تجھے کمال درجے کی مصیبت پیش آئے تو اس تعویذ کو کھول کر پڑھنا اور جو کچھ اس تعویذ میں لکھا ہے۔ اس کے مطابق عمل کرنا ہوگا۔ اب حضرت قاسم کے دل میں آیا کہ آج تک ہم نے ایسی مصیبت کبھی نہیں دیکھی تھی۔ یہ تعویذ کھول کر دیکھیں کہ اس میں کیا لکھا ہے۔ جب کھول کر پڑھا تو حضرت امام حسن نے اپنے دست خاص سے یہ لکھا ہوا تھا کہ اے قاسم میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ جب تم اپنے چچا حضرت امام حسین کو دشت کربلا میں موذیان بے حیا کے مقابلے پر دیکھو گے تو اپنی جان

Marfat.com

اپنے چچا پر نثار کر دینا۔ اگر تیری والدہ یا تیرے چچا روکیں تو ہرگز نہیں رکنا، امام حسین کے آگے شہید ہو جانے میں عین سعادت ہے۔ حضرت قاسم نے یہ وصیت نامہ پڑھا تو مارے خوشی کے پھول گئے اور وہ وصیت نامہ امامِ تشنہ کام کے آگے جا رکھا اور عرض کیا کہ حضور اسے پڑھ لیجئے۔ امام کو وصیت نامہ پڑھ کر بھائی کی شفقت و محبت یاد پڑ گئی اور بے اختیار ہو کر دل تھام لیا اور فرمایا کہ اے قاسم! جب مجھے بھائی کی شفقت یاد پڑتی تو تجھے دیکھ کر تسکین ہو جاتی تو نہ جا، مگر قاسم نہ مانتے تھے۔ آخر دیدۂ پرنم ہو کر میدان میں جانے کی اجازت دے دی۔ اب حضرت قاسم ابن سعد کے لشکر کے روبرو آئے اور بے شمار اشقیا کو کاٹ کر ڈھیر کیا تو مارے رعب کے کوئی مقابلہ میں نہیں آتا تھا۔ پھر ابن سعد شقی سے بآواز بلند فرمایا کہ اے جفا کار! تیراہ روزگار تو فرزندان ساقی کوثر کو پانی سے ترساتا ہے۔ اللہ و رسول کے سامنے کیا جواب دے گا۔ دنیا کے لئے دین کو برباد کر رہا ہے۔ قیامت کی پیاس، قیامت کی بے کسی کو یاد کر اس دن ہم ہی سے کام پڑے گا۔ اس نے جواب دیا کہ جب تک آپ لوگ یزید کی بیعت نہ کریں گے ہمارے پنجہ ظلم سے نجات نہیں مل سکتی۔ آپ نے اس کی شقاوت پر نفرین کی اور گھوڑے کو چمکا کے فرمایا کہ ہاں جس کے سر پر موت سوار ہے میرے روبرو آئے۔

روایت ہے کہ ابن سعد کے لشکری آپ کی بہادری سے لرزاں تھے۔ اب کوئی آپ کے سامنے نہیں آتا تھا تو پھر ابن سعد نے ارزق شامی سپہ سالار کو جسے یزید کی طرف سے دس ہزار دینار سالانہ ملتے تھے۔ بلایا اور کہا کہ کوئی جوان اس کے سامنے نہیں جاتا لہٰذا تو ہزار سوار لے کر جا اور اس کا سر اتار لا۔ ارزق نے کہا: اے ابن سعد! تجھے شرم نہیں آتی کہ مجھے ایک لڑکے کے ساتھ لڑنے کو بھیجتا ہے۔ ابن سعد

Marfat.com

نے کہا کہ ارزق! تو ان کی نازک بدنی پر مت خیال کر، یہ شیر دلیر علی المرتضیٰ کی اولاد ہیں۔ یہ امام حسن مجتبیٰ کا فرزند ہے۔ تو ان کو پہچانتا نہیں واللہ! اگر یہ بھوکے پیاسے نہ ہوتے تو جدھر رخ کرتے فیل سواروں کے سر کاٹ کر ہوا سے باتیں کرتے اور ایک ہی چال میں ہمارا سارا کھیل مات کر دیتے۔ ارزق نے کہا، اگر تو میرا بدن مقراض سے پرزہ پرزہ کر ڈالے تب بھی لڑکے سے لڑنے کو نہ جاؤں گا مگر چونکہ تو نے بڑے مبالغے کی بات کی ہے اس لئے اپنے چاروں بیٹوں میں سے جو کہ عرب بھر میں لاثانی ہیں کسی ایک کو میدان میں بھیجتا ہوں اور وہ ایک ہی وار میں اس کا سر کاٹ کر لے آئے گا۔ آخر ارزق کا بڑا بیٹا اسپ صبا رفتار پر سوار ہو کر شمشیر آبدار زہر آلودہ ہاتھ میں لے کر بادل کی طرح گرجتا ہوا میدان میں آیا۔ حضرت قاسم نے اس سے ذرہ بھر بھی خوف نہ کھایا اس کا وار بچا کر گھوڑے کو چمکا کر ایسا خنجر خونخوار چلایا کہ وہ شیطان زخمی ہو کر زمین پر گر گیا۔ آپ نے پھرتی کے ساتھ اس کی تلوار چھین لی اور اس کے سر کے بال پکڑ کر اپنا گھوڑا دوڑایا۔ گھسیٹتے گھسیٹتے اس کی جان نکل گئی، تو پھر اس کی نعش کو گھوڑے کی ٹاپوں سے روند ڈالا اور لشکر ابن سعد کو دکھا دکھا کر اپنا ارمان دل نکالا پھر ارزق کا دوسرا بیٹا آیا۔ آپ نے اس کے پہلو میں ایسا نیزہ مارا کہ پار ہو گیا۔ ایک ہی وار میں وہ پلید راہی ملک عدم ہوا۔ پھر ارزق کا تیسرا بیٹا آیا آپ نے اس کے پیٹ میں ایسا نیزہ لگایا کہ اس کی پیٹھ سے پار ہو گیا۔ اسے مرتا دیکھ کر ارزق اپنا کلیجہ چٹکیوں سے ملنے لگا۔ آخر اس کے چوتھے بیٹے نے بھائیوں کا برا حال اور باپ کو پر ملال دیکھ کر حضرت قاسم کے مقابلے کو گھوڑا دوڑایا۔ آپ نے وہی تیغ زہر آلود اس پر ایسی چلائی کہ اس کا داہنا بازو اور سینہ کٹ گیا۔ بھاگ کر لشکر میں پہنچا فوراً ہی ہلاک ہوا۔ اس کے بعد ارزق اپنے چاروں بیٹوں کے غم میں کباب بھنا ہو کر غصہ

Marfat.com

سے سر دھنتا ہوا میدان میں نکلا اور نہایت طیش میں آ کر حضرت قاسم کے گھوڑے پر نیزے کا وار کیا۔ گھوڑا گر پڑا آپ پیادہ ہو گئے مگر قتل ارزق کے لئے پکے آمادہ ہو گئے۔ آپ نے للکارا کہ ارزق ہوشیار ہو، میرا وار آتا ہے پھرتی کے ہاتھ سے وہی تلوار زہر آلود ایسی چلائی کہ کھیرے کی طرح گردن کٹ کر زمین پر گر گئی۔ حضرت کی دلاوری دیکھ کر ابن سعد کے لشکر میں کھلبلی پڑ گئی۔ دلاوران شام کے دل لرزنے لگے اب حضرت قاسم ارزق کے گھوڑے پر سوار ہو کر حضرت امام کی خدمت میں آئے اور آداب قدم بوسی ادا کر کے عرض کیا کہ حضور اگر ایک گھونٹ پانی مل جائے تو امید کرتا ہوں کہ اس لشکر شیطانی کو عدم کے گھاٹ اتار دوں۔ امام پاک نے فرمایا، بیٹا قاسم! اب شہادت کا وقت قریب آ گیا ہے بھائی صاحب آپ کے انتظار میں ہیں اور نانا جان آپ کے لئے آب کوثر لئے کھڑے ہیں۔

آپ دوبارہ میدان کو روانہ ہوئے، جو سامنے آتا گیا ایک ایک وار میں ان کا کام تمام کیا۔ حتیٰ کہ پھر آپ نے پچاس سواروں کو اور تیس پیادوں، یعنی اسی اشقیا کو ہلاک کیا۔ اب دلاوروں کے دلوں میں خنجر رعب گڑ گیا۔ ابن سعد نے جب یہ حالت دیکھی تو لشکریوں کو للکارا تو ہر طرف سے یزیدی لشکر امام حسن کے چاند پر سیاہ بادل کی طرح گھر آیا اور دور سے نابکاروں نے تیر برسانے شروع کئے۔ آپ کا گھوڑا زخموں سے چور ہو کر زمین پر گر گیا۔ پھر شیث بن عمر ملعون نے آپ کے سینے مبارک پر ایسا تیر مارا کہ پشت سے پار ہو گیا۔ اس کے بعد آپ نے متواتر ستائیس زخم کھائے پھر آپ نے آواز دی کہ یا عماہ ادر کنی (چچا جان! مجھے لے لیجئے) یہ آواز سن کر حضرت امام آئے اور اٹھا کر خیمے میں لے گئے اور سر مبارک اپنے زانوئے اقدس پر رکھ کر اپنے دامن سے چہرے کا گرد و غبار صاف کرنے لگے۔

Marfat.com

اتنے میں حضرت قاسم نے آنکھ کھول کر امام زمان کو اور اپنی مادر مہربان کو دیکھ کر تبسم فرمایا اور داعی اجل کو جواب لبیک دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ

جب حضرت امام کے سب بھائی شہادت پا چکے تو اب حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جنگ کی اجازت چاہی۔ امام پاک نے فرمایا کہ آپ میرے لشکر کے علمبردار ہیں اور میرے قوت بازو اور رفیق خاص ہو۔ اس لئے دل نہیں چاہتا کہ آپ کو جانے کی اجازت دی جائے۔ حضرت عباس نے عرض کی کہ حضور خیمہ کے اندر بچے مارے پیاس کے تڑپ رہے ہیں مجھ سے یہ دیکھا نہیں جاتا اگر جناب اجازت دیں تو پانی کے لئے اشقیا سے اتمام حجت کروں۔ غرض آپ نے حضرت امام سے رخصت لے کر مشک اٹھائی اور گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں آئے اور اشقیا کی طرف رخ کر کے اتمام حجت کے لئے فرمایا کہ اے یزید کے لشکریو! تم نور چشم مصطفیٰ اور لخت جگر مرتضیٰ کے برادران اور خویشاں کو بھوکے پیاسے شہید کر چکے ہو اب ہی آنکھیں کھولو خدا رسول کو پہچانو، خاندان نبوت کے ننھے ننھے بچے اور عورتیں خیمہ کے اندر مارے پیاس کے دم توڑ رہے ہیں۔ بچوں کو پلانے کے لئے تھوڑا سا پانی دو۔ حضرت عباس کا کلام سن کر یزیدی لشکر میں سے کئی زار و قطار رونے لگے لیکن شمر اور شیث اور حجران تینوں بدبختوں نے سامنے آ کر جواب دیا کہ یا عباس! اگر اس وقت دریائے فرات ابل آوے اور تمام روئے زمین پر پانی پھیل جائے تب بھی ہم حتی المقدور آپ کے خیمے میں ایک قطرہ پانی نہ جانے دیں گے جب تک یزید کے ہاتھ پر بیعت نہ کرو گے پانی نہیں ملے گا۔ حضرت عباس ان کی

Marfat.com

سنگدلی و بے دینی دیکھ کر گرم ہو گئے اور گھوڑے کا رخ فرات کی طرف موڑا اشقیا نے ہر چند روکنا چاہا لیکن آپ تلوار دھواں دھار چلاتے اشقیا کو کاٹتے ہوئے بجلی کی طرح فرات پر پہنچ گئے۔ وہاں چار ہزار مسلح سوار فرات کنارے پر اجمائے کھڑے تھے۔ وہ پانی لینے سے روکنے کے لئے ہر طرف سے گھر آئے۔

حضرت عباس نے فرمایا، اے لوگو! بتاؤ تم کافر ہو یا مسلمان۔ انہوں نے کہا کہ ہم سب مسلمان ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تف ہے ایسی مسلمانی پر کہ کتے اور سور اور یہود و مجوس تو آب فرات سے جتنا چاہیں پی لیں اور ساقی کوثر کے اہل بیت کو ایک قطرہ نہیں لینے دیتے۔ اب یہی کچھ اللہ و رسول سے شرماؤ، قیامت کی پیاس اور دوزخ کی جلن کو یاد کرو یہ سن کر یزیدیوں نے حضرت علی کے نور چشم اور چرخ شجاعت کے چاند کو سیاہ بادل کی طرح چاروں طرف سے گھیر لیا اور تیغ بے دریغ اور تیر و سنان کا مینہ برسانے لگے۔ آپ ان چار ہزار سے زخم پر زخم کھاتے اور ان کو کاٹتے ہٹاتے ہوئے نکل گئے اور بحر فرات میں گھوڑا ڈال کر کھڑا کیا اور پانی لینے لگے۔ گھوڑے پر سوار ہی رہے لیکن مشک بھر لی۔ پھر ایک چلو بھر کر چاہا کہ پئیں اور سیراب ہو کر اشقیاء کو تیغ آبدار کا مزا چکھائیں اور لشکر بے حیا کو عدم کی راہ دکھائیں۔ ناگاہ تشنگی امام تشنہ کام اور ننھے بچوں کی یاد پڑ گئی دل میں برچھی سی گڑ گئی خیال آیا میرے امام نے پانی نہیں پیا تو میں کیوں پیوں۔ آخر ہاتھ کا پانی پھینک دیا ایک قطرہ بھی نہ پیا اور آہ سرد بھر کر مشک کو داہنے کاندھے پر اٹھایا اور اسپ برق رفتار کو خیمے کی جانب گرم کیا۔ سپاہ شام نے آپ کو گھیرنا چاہا لیکن آپ ان کو کاٹتے ہوئے نکلتے گئے باوجود مشک وغیرہ کے بوجھ سے ہاتھ رکے ہونے کے آپ نے بہادری کے وہ جوہر دکھائے کہ یزیدیوں کو آپ کی شجاعت کا اعتراف کرنا پڑا۔

Marfat.com

آخر ایک طرف سے نوفل ملعون نے دھوکا دے کر ایسی تلوار ماری کہ آپ کا داہنا بازو دوش سے کٹ گیا مگر آپ نے اف تک نہ کی اور پھرتی سے مشک پر آب کو بائیں کاندھے پر اٹھالیا اور چلے۔ ناگاہ حکیم بن طفیل شقی نے پیچھے سے تلوار چلائی بایاں بازو بھی کٹ گیا۔ پھر آپ نے مشک پُر آب کو دانتوں سے پکڑلیا اور لٹکاتے ہوئے چلے اور دونوں رکاب سے اشقیا کو ہٹاتے ہوئے جا رہے تھے۔ باوجود شدت تکلیف بھوک و پیاس اور کٹ جانے دونوں بازوؤں کے اور بوچھاڑ تیغ و تیر وسنان کے سارا جسم لہولہان ہوگیا مگر شیر دلیر سب کچھ سہہ گیا۔ اف نہ کی، ناگاہ ایک مردود نے تاک کر ایسا تیر مارا کہ مشک سے پار ہوگیا اور سب پانی بہ گیا۔ اس وقت آپ نے رو کر ایک آہ کی اور تشنگی حضرت امام حسین سے بے قرار ہو کر صدائے لاالہ کی کہ خداوندا! یہ تیری قدرت کا کیا کھیل ہے اس میں کیا حکمت ہے کہ فرزندان ساقی کوثر کو ترسایا جاتا ہے۔ ہاتھ میں آیا ہوا پانی حلق تشنہ میں نہیں جاسکا۔ الٰہی! گو میرا سارا بدن زخموں سے پرزے پرزے ہوگیا مگر مجھے اس کا غم نہیں گو دونوں ہاتھ کٹ گئے مگر عباس کو اس کا کچھ الم نہیں اس وقت یہی ایک تمنا تھی کہ اسی طرح زخموں سے چور حس و حرکت سے مجبور حضرت امام کے پاس پانی لے کر پہنچ جاتا اور امام پاک کو اپنے ہاتھوں سے اہل بیت کے ننھے ننھے بچوں کو پانی پلاتے ہوئے دیکھ لیتا...... غیب سے آواز آئی کہ اے عباس! مت گھبراؤ سب کے سب تشنہ لب گلا کٹا کٹا کر چلے آؤ دیکھ رہے ہیں کہ جگر گوشگان نبی فرزندان علی مارے بھوک پیاس کے لب ہلا نہیں سکتے مگر اے حسینی علمبردار! اے پیارے عباس! جس پانی میں ان دشمنان ناپاک کا ہاتھ یا پاؤں پڑا ہے وہ پانی آج اپنے حبیب کے پیاروں کو پلانا نہیں چاہتے۔

Marfat.com

پھر تو عباس سے بیٹھا نہ گیا گھوڑے پر
گر پڑے خاک پہ وہ ہائے حسینا کہہ کر
بھائی دوڑو! یہاں عباس کی لو آ کے خبر
پڑ گیا شور کہ ٹوٹی شہہ کربل کی کمر
آسماں کانپا زمین لرزنے تھرانے لگی
عرش والوں سے بھی رونے کی صدا آنے لگی

حضرت عباس کی یہ دردناک آواز سن کر حضرت امام حسین علیہ السلام فوراً پہنچ گئے اور دیکھا کہ وہ بے ہوش پڑے ہوئے ہیں اور دونوں ہاتھ بازوؤں سے کٹے پڑے ہیں اور بدن مبارک زخموں سے پرزہ پرزہ ہوا پڑا ہے۔

بھائی کو دیکھ کر حضرت امام سے آنسو سنبھالے نہ گئے۔ اب امام عالی مقام نے اپنے مبارک ہاتھوں کے ساتھ چہرہ کا گرد و غبار صاف فرمایا۔ جب امام کی خوشبو پہنچی تو حضرت عباس نے آنکھیں کھولیں اور امام پاک کو دیکھ کر الا اللہ کے نعرے مارے اور پھر آنکھیں بند کر کے باغ جنت کی طرف روانہ ہوئے۔ اس وقت حضرت امام نے فرمایا کہ میرے بھائی عباس کے شہید ہونے سے میری کمر ٹوٹ گئی ہے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ

اب حضرت امام کے سامنے آپ کے نور نظر حضرت علی اکبر حاضر ہیں اور میدان جانے کی اجازت چاہتے ہیں عمر مبارک اٹھارہ سال تھی۔

جس نازنین کو پدر مہربان نے کبھی انکاری جواب نہیں دیا تھا جو کہے فوراً پورا

Marfat.com

کیا جاتا۔آج اس کی یہ تمنا یہ التجا دل وجگر پر کیا اثر کرتی ہوگی۔اجازت دیں تو کس بات کی، خون بہانے گردن کٹانے کی' نہ دیں تو چمنستان رسالت کا پھول کملایا جارہا ہے۔ بار بار اصرار کرتا ہے چاروناچار حضرت امام کو اجازت دینی پڑی۔ آپ نے اس نوجوان شکیل و جمیل کو خود گھوڑے پر سوار کرایا اسلحہ اپنے ہاتھ مبارک سے لگائے۔فولادی مغفر سر پر رکھا، کمر پر پٹکا باندھا اور نیزہ اس ناز پروردۂ سیادت کے مبارک ہاتھ میں دیا اور تلوار حمائل فرمائی۔

اس وقت اہل بیت کی بیبیوں اور بچوں پر کیا گزر رہی ہوگی جن کا تمام کنبہ و قبیلہ برادر وفرزند سب شہید ہو چکے تھے اور یہ چمکتا ہوا چاند بھی اب آخری سلام کہہ رہا ہے۔ان تمام مصیبتوں کو اہل بیت نے رضائے حق کے لئے بڑے استقلال کے ساتھ برداشت کیا۔ یہ انہی کا حوصلہ تھا۔

حضرت علی اکبر خیمہ سے رخصت ہو کر میدان کارزار کی طرف تشریف فرما ہوئے۔ جنگ کے مطلع میں ایک آفتاب چمکا، چہرہ کی تابش مہر تاباں کو شرما رہی تھی۔ یہ جناب مصطفیٰ کے حسن کی تصویر حبیب کبریا علیہ الصلوۃ والتحیۃ کے جمال اقدس کا خطبہ پڑھ رہی تھی۔ان بے دینوں پر بے شمار نفرت جو محبوب رب العالمین کے ایسے نونہالوں کو گزند پہنچانے والے تھے

ہوا غل فوج اعدا میں کہ بھاگو اشقیا بھاگو
علی اکبر سر میدان اب لڑنے کو آتے ہیں

اسد اللٰہی شیر میدان میں آیا، صف اعدا کی طرف نظر ماری، ذوالفقار حیدری کو چمکایا اور اپنی زبان مبارک سے یہ رجز شروع کی:

انا علی ابن حسین ابن علی نحن اھل البیت اولی بالنبی

Marfat.com

''میرا نام علی ہے، میں حضرت امام حسین کا بیٹا ہوں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا پوتا ہوں۔ ہم جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت ہیں جو کہ سب سے بہتر ہیں''۔

جس وقت شہزادۂ عالی قدر نے یہ رجز پڑھی تو کربلا کا چپہ چپہ اور ریگستان کوفہ کا ذرہ ذرہ کانپ گیا مگر ان مردود لوگوں کے دل پتھر سے بھی بدرجہا سخت تھے جنہوں نے اس شیریں اور پرتاثیر زبان سے یہ کلمے سنے اور پھر بھی ان کے کمینے سینوں سے کینہ دور نہ ہوا۔ لشکریوں نے ابن سعد سے پوچھا کہ یہ سوار کون ہے جس کی تجلی حسن نگاہوں کو خیرہ کر رہی ہے اور جس کی ہیبت وصولت سے بہادروں کے دل لرزاں و ہراساں ہو گئے ہیں۔ اس کی ایک ایک ادا سے شان شجاعت ظاہر ہو رہی ہے۔ ابن سعد کہنے لگا کہ یہ حضرت امام کے فرزند ہیں۔

ان کی صورت وسیرت اپنے جد امجد جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہ ہے۔

یہ بات سن کر لشکریوں کو بہت پریشانی ہوئی اور ان کے ہی دلوں نے ان پر ملامت کی کہ ایسے کے ساتھ مقابلہ کرنا نہایت بدباطنی ہے اور یہ اپنی عاقبت سے لڑائی ہے۔

لیکن ابن زیاد کے وعدے اور یزید پلید کے انعام واکرام کی طمع، دولت ومال کی حرص نے اس طرح گرفتار کر رکھا تھا کہ وہ اہل بیت اطہار کی قدر وشان اور اپنے افعال وکردار کی شامت ونحوست کو جاننے کے باوجود رسول اللہ کے باغی بنے اور آلِ رسول کے خون سے کھیل کر دارین کی روسیاہی کے خریدار ہوئے۔

اب شہزادہ عالی وقار نے مبارز طلب فرمایا صف اعدا میں سے کسی کو جنبش نہ

Marfat.com

ہوئی کسی بہادر کا قدم نہ بڑھا معلوم ہوتا تھا کہ شیر کے مقابل بکریوں کا ایک گلہ ہے جو دم بخود اور ساقط ہے۔ حضرت علی اکبر نے پھر نعرہ مارا اور فرمایا کہ اے ظالمان جفا کیش! اگر حسینی خون کی پیاس ہے تو تم میں سے جو بہادر ہو اسے میدان میں بھیجو۔ اولاد علی کے بازو کا زور دیکھنا ہو تو میرے مقابل آؤ مگر کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ سامنے آتا آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ان میں برابر کی لڑائی کی جرأت نہیں کہ ایک کے مقابل ایک آسکے تو آپ نے سمند باد کی باگ اٹھائی اور صاعقہ وار دشمن کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ جس طرف زد کی، پرے کے پرے اڑا دیئے۔ ایک ایک وار میں کئی کئی دیو پیکر گرا دیئے۔ ابھی میمنہ پر چمکے تو اس کو منتشر کر دیا ابھی میسرے کی طرف پلٹے تو صفیں درہم برہم کر ڈالیں کبھی قلب لشکر میں غوطہ لگایا تو گردن کشوں کے سر موسم خزاں کے پتوں کی طرح تن کے درختوں سے جدا ہو ہو کر گرنے لگے۔ ہر طرف شور برپا ہو گیا دلاوروں کے دل چھوٹ گئے، بہادروں کی ہمتیں ٹوٹ گئیں، کبھی نیزے کی ضرب تھی اور کبھی تلوار کا وار تھا۔ یہ شہزادۂ اہل بیت کا حملہ نہ تھا بلکہ قہر الٰہی کی بلائے عظیم تھی۔

آخر دھوپ میں جنگ کرتے کرتے پیاس کا غلبہ ہوا اور باگ موڑ کر امام پاک کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور پیاس نے بہت بے قرار کر دیا ہے (کیونکہ تین دن سے کھانا اور پانی دیکھا تک نہیں تھا، اور پھر وہ تیز دھوپ اور اس میں جانبازانہ مار دوڑ، گرم ریگستان، لوہے کے ہتھیار جو بدن پر لگے ہوئے ہیں وہ تمازت آفتاب سے آگ ہو رہے تھے) اگر اس وقت حلق تر کرنے کے لئے چند قطرے مل جائیں تو ہاشمی شیر تمام موذیوں کو پیوند خاک کر ڈالے۔

شفیق باپ نے جانباز بیٹے کی پیاس دیکھی مگر پانی کہاں تھا جو اس تشنہ شہادت

Marfat.com

کو دیا جاتا۔ آپ نے دست شفقت سے چہرۂ گلگوں کا گرد و غبار صاف کیا اور اپنی انگوٹھی فرزند ارجمند کے دہن اقدس میں رکھ دی۔ پدر مہربان کی شفقت سے فی الجملہ تسکین ہوگئی۔ پھر شہزادے نے میدان کا رخ کیا اور صدا دی کہ:

هل من مبارز (یعنی کوئی جان پر کھیلنے والا ہے تو سامنے آئے)

اب ابن سعد نے طارق سے کہا کہ بڑے شرم کی بات ہے کہ اہل بیت کا اکیلا ایک بچہ میدان میں ہے اور تم ہزاروں کی تعداد میں ہو۔ اس نے پہلی مرتبہ مبارز طلب کیا تو تمہاری جماعت میں سے کسی کو ہمت نہ ہوئی پھر وہ آگے بڑھا تو صفیں درہم برہم کر دیں اور بہادروں کا کھیت کر ڈالا کئی دن کا بھوکا ہے، پیاسا ہے، دھوپ میں لڑتے لڑتے تھک گیا ہے۔ خستہ اور ماندہ ہو چکا ہے۔ پھر مبارز طلب کرتا ہے اور تمہاری تازہ دم فوج میں سے کوئی بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ تف ہے تمہارے دعویٰ شجاعت و بسالت پر۔ اگر کچھ غیرت ہے تو میدان میں پہنچ کر فتح حاصل کر میں وعدہ کرتا ہوں کہ تو نے یہ کام انجام دیا تو ابن زیاد سے تجھے موصل کی حکومت دلا دوں گا۔ طارق نے کہا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر میں فرزند رسول سے مقابلہ کر کے اپنی عاقبت خراب بھی کر لوں تو پھر بھی تو اپنا وعدہ پورا نہ کرے تو میں نہ دین کا رہا نہ دنیا کا۔ ابن سعد نے قسم کھائی اور پختہ قول و قرار کیا۔

اب طارق موصل کی حکومت کے لالچ میں گل بوستان رسالت کے مقابلے کے لئے چلا۔ سامنے پہنچتے ہی شہزادے پر نیزے کا وار کیا۔ شہزادہ عالی جاہ نے اس کا نیزہ رد فرما کر سینے پر ایک ایسا نیزہ مارا کہ طارق کی پیٹھ کے پار نکل گیا اور وہ ایک دم گھوڑے سے گر گیا۔ شہزادے نے کمال ہنر مندی سے گھوڑے کو ایڑ لگا کر طارق کو روند ڈالا اور ہڈیاں چکنا چور کر دیں۔ یہ دیکھ کر اس کے بیٹے عمر و کو طیش آیا اور وہ گھوڑا

Marfat.com

دوڑاتا ہوا شہزادے پر حملہ آور ہوا شہزادے نے ایک ہی نیزے سے اس کا بھی کام تمام کر دیا۔ اس کے بعد طارق کا دوسرا بیٹا طلحہ اپنے باپ اور بھائی کا بدلہ لینے کے لئے آتشیں شعلہ کی طرح شہزادے پر حملہ آور ہوا۔ حضرت علی اکبر نے اسے بھی نیزے پر اٹھا لیا اور زمین پر اس زور سے پٹکا یا کہ اس کا دم نکل گیا۔ شہزادے کی ہیبت سے لشکر میں شور مچ گیا۔ ابن سعد نے اب ایک مشہور بہادر مصراع بن غالب کو مقابلے کے لئے بھیجا۔ مصراع نے شہزادے پر نیزے کا وار کیا آپ نے تلوار سے نیزہ قلم کر دیا اور اس کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ زین تک کاٹ گئی، دو پھانگ ہو کر گیا۔

اب کسی میں ہمت نہ رہی کہ اکیلا اکیلا اس شیر کے مقابل آتا، ناچار ابن سعد نے محکم بن طفیل کو ہزار سواروں کے ساتھ شہزادے پر یکبارگی حملہ کرنے کے لئے بھیجا تو اب شہزادے نے اس ہزار سوار پر نیزے سے حملہ کیا اور انہیں قلب لشکر تک بھگا دیا۔ اس حملہ میں شہزادے کے ہاتھ سے کئی بدنصیب ہلاک اور بے شمار زخمی ہوئے۔

پھر آپ پر پیاس غالب ہوئی گھوڑا دوڑا کر حضرت امام عالی قدر کی خدمت میں پیاس کی شکایت پیش کی۔ اس مرتبہ حضرت امام نے فرمایا، اے نور دیدہ! حوض کوثر سے پانی پینے کا وقت قریب آ گیا ہے۔ نانا جان سے وہ جام ملے گا کہ جس کی لذت نہ زبان بیان کر سکتی ہے اور نہ ہی تصور میں آ سکتی ہے۔ یہ سن کر حضرت علی اکبر کو بہت خوشی ہوئی اور پھر میدان میں پہنچ کر لشکر کے یمین و یسار پر حملہ کرنے لگے۔ اس مرتبہ لشکر اشرار نے یکبارگی چاروں طرف سے گھیر کر حملے شروع کر دیئے۔ آپ بھی حملے کرتے رہے اور دشمن ہلاک ہو ہو کر خاک و خون میں لوٹتے رہے لیکن

Marfat.com

چاروں طرف سے تیروں کا مینہ برس رہا تھا اور نیزوں کے زخموں نے بھی تن نازنین کو چکنا چور کر دیا۔ اس حالت میں آپ پشت زین سے روئے زمین پر گر گئے اور آواز دی: یا اباہ ادر کنی (یعنی اے پدر مہربان! مجھے لے لیجئے)

حضرت امام گھوڑا دوڑا کر میدان میں پہنچے اور اٹھا کر خیمے میں لے آئے۔ سر مبارک گود میں لیا تو حضرت علی اکبر نے آنکھ کھولی اور اپنا سر امام پاک کی گود میں دیکھ کر خوش ہوئے اور خبر دی کہ آسمان کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اور بہشتی جام میرے انتظار میں ہیں۔ یہ کہا اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔

اہل بیت کا صبر وتحمل، اللہ اکبر! امیدوں کے گل نو شگفتہ کو کملایا ہوا دیکھا تو الحمدللہ! کہا ناز کے پالوں کو راہ حق میں قربان کر دیا اور شکر الٰہی بجا لائے۔ مصیبت و اندوہ کی کچھ انتہا نہ رہی عزیز و اقارب، دوست واحباب، خادم وموالی، سب آئین وفاداری ادا کر کے دوپہر میں شربت شہادت نوش کر چکے ہیں۔ اہل بیت کے قافلہ میں سناٹا چھا گیا، جن کا بول راحتِ جاں تھا وہ نور کی تصویریں خاک وخون میں خاموش پڑی ہوئی ہیں۔ بڑے سے لے کر بچے تک سب مبتلائے مصیبت تھے۔ آلِ رسول نے صبر ورضا کا وہ امتحان دیا جس نے دنیا بھر کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔

حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ

حضرت امام پاک کے چھوٹے فرزند حضرت علی اصغر جو شیر خوار تھے۔ یہ شدت پیاس سے تڑپ رہے ہیں۔ ماں کا دودھ پیاس سے جل کر خشک ہو گیا اس بچے کی ننھی سی خشک زبان باہر آتی ہے۔ بے چینی میں ہاتھ پاؤں مارتے ہیں اور پیچ

Marfat.com

کھا کھا کر رہ جاتے ہیں کبھی ماں کی طرف دیکھتے ہیں اور ان کو سوکھی زبان دکھاتے ہیں۔ ماں کا دل اس بے چینی سے پاش پاش ہوا جاتا ہے۔ کبھی بچہ باپ کی طرف اشارہ کرتا ہے وہ جانتا تھا کہ یہ ہر چیز لا کر دیا کرتے تھے۔ میری اس بے کسی کے وقت بھی پانی بہم پہنچائیں گے۔ چھوٹے بچے کی بے تابی دیکھی نہ گئی۔ بی بی صاحبہ نے حضرت امام سے عرض کیا کہ اس ننھی سی جان کی پریشانی دیکھی نہیں جاتی۔ اس کو گود میں لے جایئے اس کا حال ظالمان سنگ دل کو دکھایئے، اس پر تو رحم آئے گا۔ حضرت امام اس نور نظر کو سینہ سے لگا کر دشمنان بد باطن کے پاس پہنچے اور فرمایا کہ یہ شیر خوار بچہ پیاس سے دم توڑ رہا ہے۔ اس کا حلق تر کرنے کے لئے ایک گھونٹ پانی پلا دو۔ موذیان سنگدل میں رحم کہاں۔ بجائے پانی کے ایک بد بخت (حرمل بن کاہل) نے تیر مارا جو حضرت علی اصغر کے حلق کو چھیدتا ہوا حضرت امام کے بازو تک جا نکلا۔ امام پاک نے وہ تیر کھینچا بچے نے تڑپ کر جان دے دی۔ باپ کی گود سے ایک نور کا پتلا لپٹا ہوا خون میں نہا رہا تھا۔ جب واپس آئے تو اہل خیمہ کو گمان ہوا کہ بچہ بیتابانہ حرکتیں نہیں کرتا، سکون کا عالم ہے۔ موذیوں نے اس پر رحم کھا کر پانی پلایا ہوگا۔ حضرت امام سے دریافت کیا فرمایا! یہ بھی ساقی کوثر کے جام رحمت سے سیراب ہونے کے لئے اپنے بھائیوں کے ساتھ جا ملا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری یہ چھوٹی سی قربانی بھی قبول فرمالی۔ الحمد للہ علی کل حال

رضا و تسلیم کی امتحان گاہ میں حضرت امام حسین اور ان کے متوسلین نے وہ ثابت قدمی دکھائی کہ عالم ملائکہ بھی حیرت میں آ گیا اور ان پر

اِنِّیْ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ کا راز منکشف ہوگیا۔

Marfat.com

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

سب جاں نثار ایک ایک کر کے حضرت امام پر جانیں قربان کر گئے۔ اب وہ وقت آ گیا کہ حضرت امام تنہا ہیں اور آپ کے ساتھ صرف ایک حضرت امام زین العابدین جن کی عمر سولہ سال ایک ماہ ہے وہ بھی بیمار اور نہایت کمزور ہیں کہ کھڑے ہونے کی بھی طاقت نہیں رکھتے۔ یہ حضرت امام کو تنہا دیکھ کر خیمہ سے باہر آئے اور ہاتھ میں نیزہ لے کر میدان کارزار کا رخ کیا لیکن بیماری، سفر کی تھکان وکوفت، متواتر بھوک و پیاس سے ضعف اس قدر ترقی کر گیا تھا کہ کھڑے ہونے سے بدن مبارک لرزتا تھا۔ باوجود اس کے ہمت مردانہ کا یہ حال تھا کہ میدان کا عزم کر دیا۔

حضرت امام نے فرمایا: اے جان پدر! واپس آ جاؤ۔ آپ یہ قصد نہ کرو میں تمام کنبہ عزیز واقارب، خدام وموالی جو ہمراہ تھے راہ حق میں نثار کر چکا ہوں الحمد للہ کہ ان مصائب کو جدّ اکرم کے صدقہ میں صبر وتحمل کے ساتھ برداشت کیا ہے۔ اب اپنی جان ہے یہ بھی ناچیز ہدیہ اس کی راہ میں نذر کرنے کے لئے حاضر ہے۔ پیارے عابد! آپ کی ذات سے بہت سی امیدیں وابستہ ہیں۔ بے کسانِ اہل بیت کو وطن تک کون پہنچائے گا۔ بیبیوں کی نگہداشت کون کرے گا۔ جد و پدر کی جو امانتیں میرے پاس ہیں یہ کس کو سپرد کی جائیں گی۔ قرآن کی محافظت اور حقائق عرفانیہ کی تبلیغ کا فرض کس کے سر پر رکھا جائے گا۔ میری نسل کس سے چلے گی حسینی سیدوں کا سلسلہ کس سے جاری ہوگا یہ سب توقعات آپ ہی کی ذات سے وابستہ ہیں۔ آپ ہی کی طلعت زیبا سے دنیا روشن ہوگی۔ جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار وتجلیات کے نشان آپ ہی کی زیارت سے ظہور پائیں گے اور قائم ہوں

Marfat.com

گے۔اے نورنظر، اے لخت جگر! یہ تمام کام آپ کے ذمہ کئے جاتے ہیں۔ میرے بعد آپ ہی میرے جانشین ہیں۔ اس لئے میدان کارزار جانے کی اجازت نہیں ہے۔

پھر حضرت امام نے حضرت امام زین العابدین کو اپنے سینے سے لگا کر ان تمام ذمے داریوں کا حامل کیا اور خود جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام

شہادت حضرت شبیر تو محشر کا نقشہ تھا
علی جس کے تصور سے کلیجہ تھرتھراتا ہے

حضرت امام حسین علیہ السلام نے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ مبارک سر پر باندھا اور قبائے مصری پہنی۔ حضرت حمزہ شیر الٰہی رضی اللہ عنہ کی سپر پشت پر رکھی اور حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی ذوالفقار حمائل کی۔ جب امام میدان میں جانے کے لئے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اس وقت اہل خیمہ کی بے کسی انتہا کو پہنچی ہے کہ ان کا سرداران سے طویل عرصہ کے لئے جدا ہو رہا ہے۔

ناز پروردوں کے سروں سے شفقتِ پدری کا سایہ اٹھنے والا ہے، نونہالان اہل بیت کے سروں پر یتیمی منڈلا رہی ہے۔ دکھے ہوئے اور مجروح دل امام کی جدائی سے کٹ رہے ہیں۔ یہ بے کس قافلہ حسرت کی نگاہوں سے امام کے چہرۂ دل افروز کا آخری دیدار کر رہا ہے۔ آن دو آن کے بعد یہ جلوے ہمیشہ کے لئے رخصت ہونے والے ہیں۔

اہل خیمہ کے چہروں کے رنگ اڑ گئے۔ حسرت و یاس کی تصویریں ساقط کھڑی

Marfat.com

ہیں، نہ کسی کے بدن میں جنبش ہے نہ کسی کی زبان میں تاب حرکت، آنکھوں سے موتی ٹپک رہے ہیں۔ خاندان مصطفیٰ بے وطنی اور بے کسی میں اپنے سروں سے سایہ رحمت کو رخصت کر رہا ہے۔ آپ نے اہل بیت کو تلقین صبر فرمائی اور رضائے حق پر صابر و شاکر رہنے کی وصیت کی اور سپرد خدا کر کے میدان کا رخ کیا۔

خیمہ سے چلے اور میدان میں پہنچے۔ حق و صداقت کا آفتاب طلوع ہوا۔ باطل کی تاریکی اس کی نورانی شعاعوں کے سامنے شرمندہ ہو گئی۔ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرزند راہ حق میں گھر لٹا کر، کنبہ لٹا کر، سربکف موجود ہے۔ ہزار ہا سپہ گراں نبرد آزما کا لشکر گراں سامنے ہے مگر اس فرزند رسول کی پیشانی مصفا پر شکن بھی نہیں آیا۔ دشمن کی فوجیں پہاڑوں کی طرح گھیرے کھڑی ہیں مگر امام کی نظر میں ان کا وزن مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں۔ اس وقت آپ نے ایک رجز پڑھی، جو کہ آپ کے فضائل ذاتی و نسبی پر مشتمل تھی۔ اس میں شامیوں اور کوفیوں کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی اور ظلم کے انجام سے ڈرایا گیا تھا۔

فرمایا:

"جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے جد امجد ہیں' اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے اونچا مرتبہ ان ہی کا ہے انہوں نے ہماری محبت کو اپنی محبت فرمایا ہے اور ان کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت ہے' ہمارے ساتھ دشمنی اللہ و رسول کے ساتھ دشمنی ہے سیدہ پاک میری والدہ ہیں جو کہ خورشید رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت میں تمام خواتین پر سردار بنایا ہے"۔

علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ میرے ابا جان ہیں جو کہ ہاشمی خاندان جیسے عالی گھرانہ

Marfat.com

کی بہترین شخصیت ہیں، جن کا محبّ مومن ہے، جنتی ہے، جن سے بغض رکھنے والا منافق ہے، جہنمی ہے، علی (رضی اللہ عنہ) کو دیکھنا عبادت ہے، علی خیر البریہ ہیں یعنی بہترین خلائق ہیں جن کے حق میں اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا فرمان ہے۔ قیامت تک شیر دل بہادر میدانوں میں علی کا نعرہ لگایا کریں گے۔ ان کے فضائل کو تمام دنیا جانتی ہے۔

حضرت حمزہ شیر الٰہی میرے بابا جان ہیں، جن کو سید الشہداء کا مرتبہ ملا ہے۔ جعفر طیار میرے چچا ہیں جو کہ جنت میں فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے ہیں۔

نسبی فخر کے وقت میرے لئے فخر کرنے کے واسطے یہ بہت کافی فخر کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ کی سچی کتاب ہمارے گھر میں نازل ہوئی، ہمارا گھر ہدایت کا گھر، ہمارا گھر وحی الٰہی نازل ہونے کا گھر، ہمارا گھر خیر و برکت کا گھر، یہ وہ گھر ہے جس گھر کے فیض و نعمت کا جس کی نیکیوں کا ہر جگہ ذکر ہوتا ہے اور قیامت تک ہمیشہ ہوتا رہے گا (رضی اللہ عنہم)

بزرگیاں کل دینا کی ہیں گم ان کی فضیلت میں
یہ گھر ہے گھر نبوت کا ولایت کا امامت کا

خطبہ

پھر آپ نے ایک خطبہ دیا:

حمد و صلوٰۃ کے بعد فرمایا اَے قوم! اللہ سے ڈرو، جو سب کا مالک ہے۔ جان دینا اور لینا سب اس کے اختیار میں ہے۔ اگر تم اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتے ہو اور میرے جد امجد سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہے تو ڈرو کہ قیامت کے دن

Marfat.com

میزان عدل قائم ہوگا۔ اعمال کا حساب کیا جائے گا میرے والدین اپنی آل کے بے گناہ خون کا مطالبہ کریں گے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جن کی شفاعت سے سب کی مغفرت ہونی ہے وہ تم سے میرے اور میرے جاں نثاروں کے خون ناحق کا بدلہ چاہیں گے تم میرے عیال واطفال کو اصحاب وموالی کو شہید کر چکے اور میرے قتل کا ارادہ رکھتے ہو۔ ہوش کرو، یہ عیش دنیا پائیدار نہیں۔ اگر چاہتے ہو کہ میں اس سلطنت میں نظر نہ آؤں تو مجھے موقع دو کہ میں عرب چھوڑ کر دنیا کے کسی اور حصے میں چلا جاؤں اگر یہ کچھ منظور نہ ہو اور ظلم سے باز نہ آؤ تو ہم اللہ تعالیٰ کی رضا پر صابر اور شاکر ہیں۔

حضرت امام کی زبان گوہر فشاں سے یہ باتیں سن کر لشکر اعدا سے بہت سے لوگ رو پڑے۔ وہ اپنے دل میں جانتے تھے کہ ہم برسر ظلم و جفا ہیں اور امام مظلوم حق پر ہے۔ امام کے خلاف ہماری ایک ایک حرکت آخرت کی رسوائی وخواری کا موجب ہے۔ اس لئے بہت سے لوگوں پر اثر ہوا اور خاص بد باطن ظالموں پر بھی ایک لمحہ بھر کے لئے اثر پیدا ہو گیا تھا۔ ان کے بدنوں پر ایک پھریری سی آ گئی تھی۔ لیکن شمر وغیرہ پلید طینت، بدسیرت ورذیل کچھ متاثر نہ ہوئے بلکہ یہ دیکھ کر کہ لشکریوں پر حضرت امام کی تقریر کا اثر ہو گیا ہے تو اثر زائل کرنے کے لئے کہنے لگے کہ آپ بات کو ختم کیجئے اور ابن زیاد کے پاس چل کر یزید کی بیعت کر لو تو پھر کوئی بھی آپ سے کچھ تعرض نہ کرے گا ورنہ بجز جنگ کے کوئی چارہ نہیں۔

حضرت امام عالی مقام کو انجام تو معلوم تھا۔ یہ تقریر صرف قطع حجت کے لئے فرمائی تھی کہ انہیں کوئی عذر باقی نہ رہے۔ حضرت فرزند رسول بے کسی اور بھوک پیاس کی حالت میں آل واصحاب کی مفارقت کے زخم دل پر لئے ہوئے گرم

Marfat.com

ریگستان میں بیس ہزار کے جرار لشکر کے سامنے تشریف فرما ہیں اور تمام حجتیں قطع کردی گئی ہیں۔ اپنے فضائل اور اپنی بے گناہی سے اعدا کو اچھی طرح آگاہ کر دیا ہے مگر یہ بیس ہزار کی تعداد امام کو بے کس و تنہا دیکھ کر جوش بہادری دکھانا چاہتی ہے۔ جب امام کو یقین ہو گیا کہ یہ سیاہ دل باز آنے والے نہیں تو فرمایا کہ تم جو ارادہ رکھتے ہو پورا کرو اور جس کو میرے مقابلے کے لئے بھیجنا چاہتے ہو بھیجو۔

مشہور بہادر

مشہور بہادر اور یگانہ نبرد آزما جن کو سخت وقت کے واسطے محفوظ رکھا گیا تھا میدان میں بھیجے گئے ایک بے حیا فرزند رسول کے مقابل تلوار چمکاتا ہوا آتا ہے اور امام تشنہ کام کو آب تیغ دکھاتا ہے۔ پیشوائے دین کے سامنے اپنی بہادری کی ڈینگیں مارتا ہے۔ غرور قوت پر مست اور تنہائی امام اور کثرت لشکر پر نازاں ہے۔ آتے ہی امام پر تلوار کا وار کیا آپ نے وار بچا کر ضرب فرمائی تو موذی کا سر کٹ کر دور جا پڑا۔ غرور شجاعت خاک میں مل گیا ایک اور بڑھا اس نے چاہا کہ امام کے مقابلے میں اپنی ہنرمندی کا اظہار کرے اور سیاہ دلوں کی جماعت میں سرخروئی حاصل کرے۔ ایک نعرہ مارا اور پکار کر کہنے لگا کہ بہادران کوہ شکن شام و عراق میرا لوہا مانتے ہیں۔ میری بہادری کا مصر و روم تک شہرہ ہے۔ دنیا کا کوئی بہادر نہیں جو مجھے نہ مانتا ہو۔ آج تم سب میرے زور و قوت اور داؤ و پیچ کو دیکھو۔ ابن سعد کے لشکری اس متکبر و سرکش کی باتوں سے بہت خوش ہوئے اور سب دیکھنے لگے کہ یہ حضرت امام سے کس طرح مقابلہ کرتا ہے۔ لشکریوں کو یقین تھا کہ امام پر بھوک و پیاس کی تکلیف حد سے گزر چکی ہے اور صدموں نے ضعیف کر دیا ہے۔ ایسے وقت میں امام پر غالب آجانا

Marfat.com

کچھ مشکل نہیں۔

جب وہ گستاخ گھوڑا کوداتا ہوا سامنے آیا تو حضرت امام نے فرمایا کہ تو مجھے جانتا نہیں جو میرے مقابل اس شوخی سے آتا ہے، ہوش کر۔ اس طرح ایک ایک مقابل آیا تو تیغ خوں آشام سے سب کا کام تمام کر دیا جائے گا۔ بے حیاؤ! حسین کو بے کس و تنہا سمجھ کر بہادریوں کے اظہار کر رہے ہو۔ نامردو! میری نظر میں تمہاری کچھ حقیقت نہیں۔ شامی جوان یہ سن کر اور طیش میں آیا اور بجائے جواب کے امام پر تلوار کا وار کیا۔ آپ نے اس کا وار بچا کر کمر پر ایسی تلوار ماری معلوم ہوا کہ کھیرا تھا کاٹ ڈالا۔

چونکہ اہل شام کو یہ اطمینان تھا کہ امام کے سوا اب باقی کوئی بھی نہیں رہا، کہاں تک نہ تھکیں گے۔ پیاس کی یہ شدت دھوپ کی تپش قوی مضمحل کر چکی ہے۔ اب ہماری بہادری کے جوہر دکھانے کا وقت ہے۔ جہاں تک ہو سکے ایک ایک مقابل کیا جائے کوئی تو کامیاب ہوگا۔ اسی طرح دم بدم نئے نئے شیر صولت، پیل پیکر، تیغ زن حضرت امام کے مقابل آتے رہے مگر جو سامنے آیا ایک ہی ہاتھ میں اس کا قصہ تمام فرما دیا۔ کسی کے سر پر تلوار ماری تو زین تک کاٹ ڈالا کسی کے حمائلی ہاتھ مارا تو قلمی تراش دیا۔ خود و مغفر کاٹ ڈالے، جوشن و آئینے قطع کر دیئے۔ کسی کو نیزے پر اٹھایا اور زمین پر پٹک دیا، کسی کے سینہ میں نیزہ مارا اور پار نکال دیا، زمین کربلا میں بہادران شام اور کوفہ کا کھیت بو دیا۔ ناموران صف شکن کے خونوں سے کربلا کے تشنہ ریگستان کو سیراب فرما دیا۔ نعشوں کے انبار لگ گئے۔ بڑے بڑے فخر روزگار بہادر کام آ گئے۔ لشکر اعدا میں شور برپا ہو گیا کہ اگر جنگ کا یہی انداز رہا تو حیدری شیر کوفہ و شام کے زن و اطفال کو بیوہ و یتیم بنا کر چھوڑے گا اور اس کی تیغ بے پناہ

Marfat.com

سے کوئی بہادر جان بچا کر نہیں لے جا سکے گا۔ موقع مت دو اور چاروں طرف سے گھیر کر یکبارگی حملہ کر دو۔

فرومائیگان روباہ سیرت (سفلے، کمینے، گھٹیا، لومڑی کی خصلت والے)، امام عالی مقام کے مقابلے سے عاجز آ گئے۔ اب چاروں طرف سے ایک دم حملہ کی صورت اختیار کی۔ حقانیت کے چاند پر جور و جفا کی تاریک گھٹا چھا گئی۔ ہزارہا اشقیا دوڑ پڑے اور حضرت امام کو گھیر لیا اور تلواریں برسانی شروع کر دیں۔ آپ ان خونخواروں کے انبوہ میں بھی اپنی تیغ آبدار کے جوہر دکھاتے رہے۔ حضرت امام کی بہادری کی نمائش ہو رہی تھی، جس طرف گھوڑا بڑھا دیا پرے کے پرے کاٹ ڈالے۔ دشمن ہیبت زدہ ہو گئے اور حیرت میں آ گئے کہ امام کے حملہ جاں ستاں سے رہائی کی کوئی صورت نہیں۔ ہزاروں آدمیوں میں گھرے ہوئے ہیں اور دشمنوں کے سر اس طرح اڑا رہے ہیں جس طرح بادِ خزاں کے جھونکے درختوں سے پتے گراتے ہیں۔ ابن سعد اور اس کے مشیروں کو بہت تشویش ہوئی کہ اکیلے امام کے مقابل ہزاروں کی جماعتیں ہیچ ہیں۔ ہماری عزت خاک میں مل گئی۔ تمام نامورانِ کوفہ و شام و بصرہ و ایران کے لشکر ایک حجازی جوان کے ہاتھ سے جان نہ بچا سکے۔ تاریخ عالم میں ہماری نامردی کا یہ واقعہ ہمیشہ رسوائے عالم کرتا رہے گا۔ کوئی تدبیر کرنی چاہئے۔

دست بدستی جنگ سے ہماری ساری فوج بھی اس شیر حق سے مقابلہ نہیں کر سکتی۔ بجز اس کے اور کوئی صورت نہیں ہے کہ ہر چہار طرف سے امام پر تیروں کا مینہ برسایا جائے۔ جب خوب زخمی ہو چکیں تو پھر نیزوں سے تن نازنین کو مجروح کیا جائے۔

Marfat.com

اب تیر اندازوں کی جماعتیں چاروں طرف سے گھر آئیں اور امام تشنہ کام کو گرداب بلا میں گھیر لیا۔ تیر برسنے شروع ہو گئے گھوڑا بھوک پیاس اور تیروں کے زخموں سے اس قدر نڈھال ہو گیا کہ اس میں کام کرنے کی قوت نہ رہی۔ ناچار حضرت امام کو ایک جگہ ٹھہرنا پڑا۔ ہر طرف سے تیر آ رہے تھے اور امام مظلوم کا وجود مقدس نشانہ بنا ہوا ہے۔ نورانی جسم زخموں سے چکنا چور اور لہولہان ہو رہا ہے۔ آخر ایک تیر پیشانی اقدس پر لگا، جس پیشانی کو جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم چوما کرتے تھے۔ بے ادبان کوفہ نے اس پیشانی مصفا اور جبیں پُرضیا کو تیر سے گھائل کیا ہے۔ حضرت امام کو چکر آ گیا اور آپ گھوڑے سے نیچے اتر آئے۔ اب سیاہ باطنوں نے نیزے مارنے شروع کئے۔ نورانی پیکر خون میں نہا گیا۔

روایت ہے کہ جب آپ عرش زین سے فرش زمین پر تشریف لائے تو آسمان و زمین تھرتھرانے لگے۔ پھر لشکر ابن سعد کے دس سوار پیادہ ہو کر تلواریں کھینچے ہوئے قتل امام کے لئے بھاگے اور ان میں سے ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ پہلے میں امام تشنہ کام کا سر کاٹ کر ابن سعد کے پاس لے جاؤں تاکہ انعام و خلعت پاؤں لیکن جو آگے آتا تھا مارے خوف کے اس سے تلوار نہیں چلتی تھی اور پیچھے کو ہٹ جاتا تھا۔ ان میں سے اخیر والے نے جب تلوار اٹھائی تو آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ تو ہٹ جا تو مجھے مار نہیں سکتا مجھے افسوس آتا ہے کہ تو خواہ مخواہ عذاب دوزخ میں گرفتار ہو گا میں اپنے مارنے والے کو جانتا ہوں، وہ سفید داغ والا ہو گا۔

اب وہ شخص رونے لگا اور کہا یا فرزند رسول! آپ اس حال کو پہنچ گئے ہیں لیکن پھر بھی ہم لوگوں کا غم کھاتے ہیں۔ اب بھی نہیں چاہتے کہ کوئی دوزخ میں جائے اور عذاب الٰہی میں گرفتار ہو پھر یہ شخص واپس ہو کر ابن سعد کی طرف بھاگا اور اس کو قتل

Marfat.com

کرنے کے لئے تلوار ماری لیکن کامیاب نہ ہوئی۔ ابن سعد کے حفاظتی دستے نے اس شخص کو قتل کر دیا۔

پھر اس کے بعد جو شخص آپ کو شہید کرنے آتا تھا آپ آنکھیں کھول کر اس کو دیکھتے تو وہ مارے شرم کے واپس پھر جاتا تھا۔

شمر پلید

آخر شمر لعین آیا تو آپ نے فرمایا تو کون ہے۔ اس نے کہا شمر ہوں۔ آپ نے فرمایا تو اپنے منہ سے ڈھاٹا کھول کر دکھا۔ اس نے ڈھاٹا کھول دیا تو آپ نے دیکھا کہ اس ملعون کے دانت سور کی طرح منہ سے باہر نکلے ہوئے ہیں۔ آپ نے جان لیا کہ میرے قاتل کی ایک نشانی یہی سور کے دانتوں کی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اپنا سینہ کھول کر دکھا اس نے سینہ کھولا تو آپ نے دیکھا کہ اس کے سینے پر برص کے سفید داغ ہیں۔ آپ نے فرمایا، میرے قاتل کی یہی دو نشانیاں تھیں تجھ میں یہ دونوں موجود ہیں۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ اے شمر! آج کون سا دن اور کون سی تاریخ اور کیا وقت ہے۔ شمر نے کہا، ۱۰ تاریخ محرم ۶۱ھ اور جمعہ کا دن ہے۔ دوپہر ڈھل چکی ہے اور نماز کا وقت ہے۔

آپ نے فرمایا کہ اے شمر! نماز میں شہید ہونا میرے ابا جان شیر خدا کی سنت ہے تو مجھے فرصت دے کہ قبلہ رو ہو کر نماز ادا کرلوں۔ شمر پیچھے ہٹ گیا۔ آپ تیمّم کر کے نماز میں مشغول ہو گئے۔ جب آپ سجدے میں گئے تو شمر لعین نے تلوار مار دی روح مقدس کلمہ طیبہ پڑھتی ہوئی جنت الفردوس کو سدھاری۔ اگرچہ آپ کے قتل میں بہت سے خبیث شامل تھے لیکن شمر پلید ہی کی ضرب سے آپ شہید ہوئے

Marfat.com

ہیں۔

اور پھران ظالم دشمنان ایمان نے اتنے پر ہی اکتفانہیں کیا بلکہ تن اقدس سے سر مبارک کو جدا کرتے ہیں۔خولی بن یزیداس ناپاک ارادے سے آگے بڑھا مگر امام کی ہیبت سے وہ پلید کتے کی طرح ہانپنے لگا۔اس کے ہاتھ کانپنے لگے اور تلوار گرگئی۔پھرشبل بن یزید نے تن نازنین سے سراقدس کو جدا کر کے اپنے بھائی خولی شیطان کو دیا۔

حضرت سیدالشہدا کی شہادت کے وقت زمین وآسمان کانپنے لگے۔فرش سے عرش تک لرزہ پڑگیا۔وحوش وطیوراور جن وملک کے دلوں میں نیزہ غم گڑگیا۔

نظم

اندریں غم پیشوا ارض وسما بگریستند کامل عالم از ثریا تا ثری بگریستند
آفتاب و ماہ وعرش وکرسی ولوح وقلم درغم حضرت شہید کربلا بگریستند
ازظلم کشتند تشنہ برلب آب فرات ماہی اندرآب ومرغاں درہوا بگریستند
اولیا گشتند بہرمرتضیٰ زاری کناں انبیا بر اتفاق مصطفیٰ بگریستند
درقصور جنت الفردوس حوراں سربسر
از برائے خاطر خیر النساء بگریستند

امام پاک کا استقلال

محرم الحرام ۶۱ھ کی دسویں تاریخ جمعہ کا دن ۵۶ سال ۵ ماہ ۵ دن کی عمر میں سید الشہداء نے اس دارناپائیدار سے رحلت فرمائی۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ

صادق جانباز اپنی بات پرقائم رہا۔اپنی جان،اپنا کنبہ راہ خدامیں قربان کردیا

Marfat.com

مگر باطل کے سامنے نہ جھکا، دین حق کی حمایت میں وہ نا قابل فراموش درس دیا ہے کہ قیامت تک جس کی مثال نہ ملے گی۔ زمانوں کی تبدیلیوں کے ہاتھ اس یادگار کو کبھی بھی مٹا نہیں سکتے۔

آپ نے اپنے جد کریم کے بتائے ہوئے اسلام کے صحیح اصولوں میں رخنہ اندازیوں کی اٹھتی ہوئی بنیادوں کو ایسا تباہ کیا ہے کہ وہ کبھی پورا نہ ہو سکیں گی۔

غنڈہ ازم اپنی شدید سے شدید طاقت و ہنر کو استعمال میں لائی لیکن ایک لمحہ کے لئے بھی ٹھوس اشرافت کو اس کی جگہ سے نہ بدل سکی۔

اس ٹھوس عزیمت مند اشرافت کے مقابلے پر آنے والی غنڈہ گردی تحریک اور اس کے قائد و علمبرداروں کا ایسا نشان مٹا ہے کہ ان کی نسبتوں کا کوئی نام نہیں لیتا۔ کوئی نہیں جو اپنے کو یزید یا شمر یا ابن زیاد پلید کی اولاد سے کہے کیونکہ اب ان خبیثوں کی رشتہ داریاں عار ہیں۔ شمر کا بچہ کہنا گالی ہے مسلمان تو علیحدہ رہا، کافر بھی اپنے بچے کا نام شمر یا یزید نہیں رکھتا، دیکھو شمر و یزید پلید کا نام بھی ہمیشہ کے لئے مر گیا ہے۔

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

حق و صداقت کے علمبردار حضرت حسین پاک اور ان کے ساتھیوں کو ہمیشہ کی زندگی مل گئی ہے۔ دیکھو قرآن پاک میں:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ (پ۲:ع۳)

Marfat.com

رباعی

سید است حسین شہنشاہ است حسین
دیں است حسین دیں پناہ است حسین
سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بقائے الا اللہ است حسین

حضرت امام کی شہادت کے بعد یزیدی لشکر میں خوشی کا شادیانہ بجنے لگا پھر ابن سعد خبیث اور شمر پلید اور ان کے لشکری فتح کی نوبت بجاتے ہوئے خیمہ عالی کی طرف آئے۔ اس خیمے والے وہ اہل بیت، جن کے دروازے پر جبرئیل جھک جھک کر سلام کرتا تھا اور بلا اجازت اندر نہیں آتا تھا جہاں آج پلید یزیدی بے حیائی سے گھستے چلے آرہے ہیں۔ شور وغل کی آواز سن کر بیبیوں نے خیمے کے اندر ایک خاص خیمہ عورتوں کے لئے بنا ہوا تھا، اس میں اپنے کو چھپایا۔ پھر تو بے شرم یزیدی لوٹ پر ٹوٹ پڑے۔ خیمے کا تمام سامان لوٹ لیا، یہاں تک کہ ایک تنکا بھی نہ چھوڑا مگر بیبیوں کے خیمے کی طرف نظر نہ اٹھائی۔ بنی ہاشم کے چھوٹے چھوٹے بارہ لڑکے خیمے کے اندر سے ملے تھے جن کو قید کر کے چاروں طرف پہرے لگا دیئے۔ پھر شمر پلید نے دیکھا کہ حضرت عابد بستر بیماری پر اللہ اللہ کر رہے اور بار بار آہ سرد بھر رہے ہیں، چاہا کہ آپ کو شہید کر دے تو فوراً ایک شخص نے شمر کا ہاتھ پکڑ کر کہا، اے بے رحم! مسلمان تو کفار کے لڑکوں کو بھی نہیں مارتے اور تو مسلمانوں کے سردار کے بچے کو قتل کرتا ہے۔ خدا سے ڈرتا نہیں شمر بولا کہ مجھے ابن زیاد نے حکم دیا تھا کہ خبردار! آلِ مصطفیٰ کا کوئی بچہ بھی زندہ نہ رہے۔ چھوٹے بڑے سب کو قتل کر ڈالنا۔ اس شخص نے

Marfat.com

جواب دیا کہ آخر یہ تمام ابن زیاد کے پاس ہی جائیں گے وہ جس طرح کرنا چاہے گا پھر کرلے گا تو کیوں ظلم کرتا ہے۔

پھر ابن سعد نے منادی کرادی کہ خبردار! کوئی بھی حسینی خیمے کی طرف نہ جائے اور عابد بیمار کو کچھ ایذا نہ پہنچائی جائے۔

روایت ہے کہ اس کے بعد یزیدی افسروں کے حکم سے کئی سواروں نے گھوڑوں پر سوار ہو کر شہداء کی لاشوں کو روند ڈالا۔

لاشوں پر گھوڑے دوڑانے کے بعد فوراً ہی اشقیا کو اس قدر پیاس غالب ہوئی کہ وہ پانی پیئے جاتے تھے لیکن پیاس نہ بجھتی تھی۔ ان میں سے ایک سو تریسٹھ کے پیٹ اس طرح پھٹے جیسا کہ کوٹ اتارا جاتا ہے۔

اس واقعہ سے یزیدیوں کے دل لرزنے لگے اور ان کو معلوم ہو گیا کہ ہمارے دونوں جہان برباد ہو چکے۔ شمر وغیرہ بڑے پلیدوں پر بھی اس واقعہ سے بہت دہشت ہوئی لیکن وہ مارے شرم کے ظاہر نہ ہونے دیتے تھے۔

اہل بیت کی کربلا سے کوفے کو روانگی

ابن سعد نے ہفتے کے روز یزیدیوں کے مردوں کو جمع کر کے ان کی نماز جنازہ پڑھوا کر دفن کروا دیا۔

حضرت سید الشہداء اور آپ کے ساتھیوں کی لاشیں اسی طرح خاک و خون میں پڑی رہنے دیں

ے یہ سارے انبیاء کیوں غم کے مارے سر بہ زانو ہیں
سر شبیر نیزے پر چڑھا کوفے کو جاتا ہے

Marfat.com

تیسرے روز صبح کے وقت ابن سعد نے کربلا سے ڈنکا کوچ بجایا اور حضرت امام کے خیمے میں کہلا بھیجا کہ اہل بیت اطہار کی تمام بیبیاں جس طرح مکہ سے کربلا تک ہاتھ منہ چھپائے ہوئے اپنے کجاووں پر بحفاظت وعزت تمام آئی تھیں، اسی طرح باعزت و پردہ کجاووں میں بیٹھ جائیں۔ اب کربلا سے کوفہ جانا ہے۔ چنانچہ اہل بیت اطہار کی مستورات عزت واحترام سے سوار کرائی گئیں پھر حضرت عابد بیمارؔ اور اہل بیت کے دوسرے بچوں کو قیدی بنایا گیا۔

بعض کہتے ہیں کہ حرم عصمت کو ننگے سر، ننگے پاؤں بے پردہ اونٹوں پر سوار کر کے کوفے کو روانہ کیا گیا تھا یہ بات محض غلط ہے (معاذ اللہ)

اگر ایسا ہوتا تو آسمان سے آگ برستی اور اشقیا جھلس جاتے، زمین پھٹ جاتی اور موذی دھنس جاتے۔

اب ابن سعد مظلومان اہل بیت اطہار کو اور شہداء کرام کے سروں کو لے کر چلا' آگے آگے فتح کا شادیانہ بجتا ہوا جا رہا تھا۔

جس وقت میدان کربلا میں اہل بیت کی سواری آئی اور دیکھا کہ شہیدوں کی لاشیں خاک وخون میں پڑی ہیں تو حضرت زینب نے امام تشنہ کام کی لاش دیکھ کر دل پر درد سے آہ کھینچی اور فرمایا، نانا جان! نانا جان!! یہ آپ کے پیارے حسین کا بدن ہے جسے آپ خطبہ پڑھتے ہوئے منبر سے اتر کر گود میں اٹھا لیتے تھے۔ یہی حسین ہیں جن کے منہ پر آپ بوسے دیتے تھے۔ یہی حسین ہیں جن کے سینے پر آپ اپنا منہ مبارک ملتے تھے۔ یہی حسین ہیں جو آپ کے کاندھے پر چڑھ کر چلتے تھے۔ یہی حسین ہیں، جب آپ نماز پڑھ رہے ہوتے تو اگر یہ آپ کے اوپر آ کر بیٹھ جاتے تو آپ سجدہ لمبا کر دیتے تھے۔

Marfat.com

یہی علی اکبر، یہی قاسم طوطی بوستان رسالت ہیں جو کربلا کے توے پر تل دیئے گئے۔

یہ سب آپ کے نونہالان اہل بیت ہیں جن کے سروں پر ایک تیشے ستم کے چل گئے۔

اس وقت اہل بیت پر جو حالت طاری ہوئی سوز آہ کے شراروں سے اگر پانی قریب ہوتا تو آگ ہو جاتا اور آگ پانی ہو جاتی۔

شہدائے کرام کا دفنایا جانا

روایت ہے کہ ابن سعد کا لشکر جانے کے بعد اسی دن فرات کے کنارے ایک گاؤں جس کا نام عاصریہ تھا، وہاں کے لوگ آئے اور انہوں نے حضرت امام پاک کو ایک قبر میں دفن کیا اور پاس ہی حضرت علی اکبر اور حضرت علی اصغر کو دفن کیا تھا اور حضرت قاسم اور باقی شہداء کو ایک بڑی قبر میں اکٹھے ہی دفن کر دیا۔ اس کا نام گنج شہیداں ہے اور حضرت عباس کو عاصریہ کی راہ پر جہاں آپ نے شہادت پائی تھی اسی جگہ دفن کر دیا۔ حضرت امام پاک کے سر مبارک کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ دمشق میں بعض کہتے ہیں کربلا میں اور بعض کہتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں دفن کیا ہوا ہے۔ صحیح یہی معلوم ہوتا ہے کہ سر مبارک اہل بیت کرام کے ساتھ ہی مدینہ طیبہ پہنچ گیا اور خوشبودار کفن میں لپیٹ کر جنت البقیع میں حضرت سیدہ پاک کے پاؤں کی طرف حضرت امام حسن کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

Marfat.com

Marfat.com

قابل قدر کتاب

واقعات کوفہ ودمشق ومدینہ منورہ کا صحیح اور

لاجواب بیان، قابل مطالعہ ویقین اہل ایمان

حصہ دوم

حسین پاک رضی اللہ عنہ

اور

یزید پلید

اثر خامہ

جناب محبوب الٰہی سید علی حسینی، حضرت امام عالی مقام کے فرزند کی زبان اور قلم سے اس کے جد امجد کے حالات وواقعات کا بیان کچھ اور ہی تاثیر رکھتا ہے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ (پ۴:ع۸)

''اور جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو گئے انہیں ہرگز مردہ گمان نہ کرنا (اگرچہ یہ آیت شہدائے احد کے حق میں اتری مگر تا قیامت تمام شہداء کی زندگی ثابت کر رہی ہے کیونکہ آیت کی عبارت عام ہے اس میں کوئی قید نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ شہداء کے جسم اور روح دونوں ہی زندہ ہیں' اس لئے ان کے اجسام قبر میں گلنے سے محفوظ رہتے ہیں، جس کا بکثرت مشاہدہ ہوا۔ البتہ ان کی حیات ہماری حس سے بالاتر ہے) بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، روزی پاتے ہیں (یہاں روزی سے مراد صرف روحانی روزی یعنی ثواب قبر ہی نہیں وہ تو تمام مومنوں کو ہوتا ہے بلکہ جنت کے میوے اور وہاں کے عیش مراد ہیں کہ شہدا کی روحیں جنت کی سیر کرتی ہیں اور جو چاہیں کھاتی پیتی ہیں، شاد ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا) (تفسیر نور العرفان ص ۱۱۴)

سر مبارک

یہ سارے انبیاء کیوں غم کے مارے سر بہ زانو ہیں
سر شبیر نیزے پر چڑھا کوفے کو جاتا ہے

Marfat.com

روایت ہے کہ ابن سعد بد بخت نے عاشورہ کے روز ہی حضرت سید الشہداء کا سر مبارک خولی خبیث کو دے کر ابن زیاد پلید کی طرف کوفہ کو روانہ کر دیا اور خود کربلا میں رہا۔

روضۃ الشہداء میں روایت ہے کہ خولی پلید حضرت امام پاک کا سر مبارک لئے ہوئے اپنے گھر گیا جو کہ کوفہ سے ایک کوس کے فاصلے پر تھا۔ اس کی عورت دل و جان سے محبّ اہل بیت تھی۔ اب خولی اپنی عورت کے ڈر سے سر مبارک کو تنور میں چھپا کر اس کے پاس گیا۔ عورت نے پوچھا کہ اتنے دنوں سے کہاں گئے ہوئے تھے۔ اس نے کہا کہ ایک شخص یزید کا باغی ہو گیا تھا، اس سے لڑنے کو گئے تھے۔ بی بی نے کھانا پکایا اور وہ پلید کھا کر سو گیا۔ عورت نیک بخت اپنے حسب معمول نماز تہجد پڑھنے کو اٹھی، کیا دیکھتی ہے کہ تنور والے گھر میں ایسی روشنی ہے گویا کہ ہزار ہا شمعیں جل رہی ہیں۔ غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ سب روشنی اس تنور سے نکل رہی ہے اور آسمان کو جاتی ہے۔

پھر کیا دیکھتی ہے کہ اچانک چار عورتیں تنور کے پاس آئیں۔ ایک بی بی نے تنور میں ہاتھ ڈال کر کسی انسان کا سر باہر نکالا اور بار بار چومنے لگی اور سینے سے لگا کر کہتی تھی۔ اے مظلوم! اے شہید اعظم!! قیامت کے دن حق تعالیٰ تیرے قاتلوں کو سخت سزائیں دے گا جب تک بارگاہ الٰہی سے فیصلہ نہ ہو جائے گا میں عرش کا پایہ نہ چھوڑوں گی اور دوسری عورتیں بھی بہت رو رہی تھیں۔ پھر سر کو اسی تنور میں رکھ کر غائب ہو گئیں۔

اس کے بعد وہ عورت تنور کے پاس آئی اور سر مبارک کو تنور سے نکال کر بغور دیکھا چونکہ حضرت امام حسین کو اس نے کئی بار دیکھا ہوا تھا، اس لئے پہچان گئی۔ پس

Marfat.com

آہ کا نعرہ مارا اور بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ اس حالت بے ہوشی میں اسے فرمایا گیا کہ فکر مت کر حق تعالیٰ تجھے تیرے شوہر کے گناہ میں نہیں پکڑے گا۔ پھر اس عورت نے پوچھا کہ وہ چار بیبیاں جو تنور کے پاس روتی چلی گئی ہیں، وہ کون تھیں۔ فرمایا گیا کہ وہ بی بی جو سب سے زیادہ رو رہی تھیں اور سر مبارک کو بار بار چومتی اور سینے سے لگاتی تھیں وہ بنت رسول اللہ تھیں۔ اس حسین پاک کی والدہ تھیں اور دوسری بی بی حضرت خدیجۃ الکبریٰ (رضی اللہ عنہا) حسین پاک کی نانی تھیں اور تیسری بی بی مریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ماں تھی اور چوتھی بی بی آسیہ (رضی اللہ عنہا) تھیں۔

پھر وہ ہوش میں آئی اور سر اقدس کو تنور سے نکال کر بڑے ادب کے ساتھ کیوڑہ اور گلاب سے گرد و غبار کو دھو ڈالا اور خوشبوئے مشک ملی اور زلفان مشکیں کو کنگھی کر کے ایک جگہ عزت سے رکھ دیا اور پھر خولی پلید کو جگا کر کہا کہ اے شیطان سیرت! تو نے یہ فرزند رسول کا سر مبارک لا کر تنور میں رکھ دیا ہے۔ اب دیکھ آسمان سے فرشتوں کی فوجیں زیارت کے لئے آتی ہیں اور ان پر رو رو کے درود پڑھ کر اور تجھ پر لعنت کر کے جا رہی ہیں۔ عنقریب تو اس کی سزا پائے گا۔ اے بدبخت! تو سیدھا جہنم میں جائے گا یہ کہہ کر چادر لپیٹ کر گھر سے نکل گئی۔ خولی نے کہا! اری بچوں کو یتیم کر کے کہاں جا رہی ہو، تو اس نے جواب دیا کہ تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کو یتیم کیا، اور خدا اور رسول کا لحاظ پاس نہ کیا، تو تیرے بچے کیوں یتیم نہ ہوں۔ پھر اس کے بعد اس بی بی کا کچھ پتا نہیں چلا کہ وہ کہاں چلی گئی۔

کوفے میں جلوس

جب ابن سعد شہدائے کرام کے سروں کو نیزوں اور برچھیوں پر چڑھائے ہوئے کوفے کے قریب پہنچا تو ابن زیاد پلید نے یہ خبریں سن کر کوفے میں منادی

Marfat.com

کرادی کہ خبردار کوئی ہتھیار لاٹھی وغیرہ لے کر باہر نہ نکلے۔

اور دس ہزار سوار بازاروں میں پہرے کے لئے کھڑے کر دیئے تا کہ کوئی بلوہ نہ ہوسکے۔

پھر اعلان کیا کہ ہر امیر وغریب بلا عذر کچہری میں حاضر آئے اور حسین ابن علی کے قتل کی خوشی منانے میں شریک ہو۔

اب اس شقی کی کچہری اور مکانات سجنے لگے اور نقارے فتح وخوشی کے بج رہے تھے۔

جس وقت اہل بیت اطہار کا قافلہ کوفہ میں داخل ہوا تو اہل کوفہ کوچہ و بازاروں میں اپنے در و بام پر کھڑے ہو کر اہل بیت اطہار کا یہ حال پر ملال دیکھ کر زار زار رونے لگے اور بعض سے ''واحسینا'' کے نعرے چھٹ گئے پھر تو ہر طرف سے ہائے ہائے کا شور برپا ہو گیا اور اکثر دشمن کے لشکری بھی اپنی ناشائستہ حرکات سے پشیمان ہو کر رونے اور چھاتی کوٹنے لگ گئے (۱) اس وقت حضرت امام زین

---

(۱) شیعہ اثنا عشریہ کی کتاب جلاء العیون میں یوں لکھا ہے کہ جب اہل بیت رسالت کوفے پہنچے تو بے حیا اہل کوفہ تماشا دیکھنے آئے۔ اہل کوفہ نے حضرت امام زین العابدین کو دیکھا کہ بہت رنجور ونحیف ہیں۔ اسیران اہل بیت کا یہ حال دیکھ کر صدائے گریہ ونوحہ بلند کی۔ حضرت امام زین العابدین نے فرمایا......تم ہم پر گریہ ونوحہ کرتے ہو لیکن یہ بتاؤ ہمیں قتل کس نے کیا؟

اس وقت حضرت زینب دختر امیر المومنین نے فرمایا خاموش رہو اے اہل کوفہ! اے اہل مکر وعذر وحیلہ! تم ہم پر گریہ کرتے ہو اور خود تم نے ہم کو قتل کیا ہے۔ ابھی تمہارے ظلم سے ہمارا رونا موقوف نہیں ہوا تم نے اپنے لئے آخرت میں توشہ وذخیرہ بہت خراب بھیجا اور اپنے کو ابد الآباد سزاوار جہنم کیا تم ہم پر گریہ ونالہ کرتے ہو حالانکہ خود تم ہی نے ہم کو قتل کیا ہے۔ خدا کی قسم لازم ہے کہ تم بہت گریہ کرو اور کم خندہ کرو۔ تم پر لعنت خدا ہو۔ تم نے وہ گناہ کیا جس سے رحمت خدا سے ناامید ہو گئے اور گنہگار دنیا و آخرت ہو کے مستحق غضب الٰہی ہوئے اور اپنے لئے ذلت و خسران مول لیا تمہارے ہاتھ قطع کئے جائیں۔ اے اہل کوفہ! تم پر وائے ہو۔ (جلاء العیون ج ۲ ص ۲۲۰)

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

العابدین نے فرمایا کہ اے کوفیان بے وفا، لشکریان بے حیا، اب جو میرے ابا جان اور ان کے اہل بیت کا یہ حال دیکھ کر تم رو رہے ہو، تو بھلا ان اہل بیت کو شہید کس

حضرت فاطمہ بنت سید الشہداء نے فرمایا: اے اہل کوفہ! اہل مکر و عذر و حیلہ وائے ہو تم پر، لعنت اور عذاب خدا کے منتظر رہو۔ تمہارے دل سنگین اور جگر غلیظ ہیں۔ تمہارے دلوں پر مہر شقاوت کی گئی ہے۔ حق کی طرف سے تمہاری آنکھیں اندھی اور کان بہرے ہو گئے۔ شیطان نے تمہاری نظروں میں اعمال قبیح کو زینت دی اور تمہارے دیدۂ بصیرت کے سامنے پردۂ ضلالت ڈال دیا۔ تم پر راہ راست مسدود کر دی ہلاک ہو تم اے اہل کوفہ! کن کن خونوں کا تم سے حضرت رسالت قصاص لیں گے۔ ان معظمہ جگر سوختہ کے سخنان جاں سوز سے جوش و خروش برپا ہوا اور صدائے نوحہ بلند ہوئی اور کہا: اے دختر پاکاں! خاموش رہو کہ ہمارے دلوں کو تم نے جلا دیا اور ہمارے سینہ میں آتش روشن کر دی اور ہمارے دلوں کو کباب کیا۔ (جلاء العیون ص ۲۲۱، ۲۲۲)

حضرت ام کلثوم نے آواز دی کہ اے اہل کوفہ! تمہارا حال اور مآل برا ہو اور تمہارے منہ سیاہ ہوں۔ تم نے کس سبب سے میرے بھائی حسین (علیہ السلام) کو بلایا اور ان کی مدد نہ کی اور انہیں قتل کر کے مال و اسباب ان کا لوٹ لیا اور ان کے پردگیانِ عصمت و طہارت کو اسیر کیا' وائے ہو تم پر اور لعنت ہو تم پر۔ یہ سننے سے اہل کوفہ نے خروش واویلا واحسرتا بلند کیا۔ غلغلہ و نالہ و زاری و گریہ و سوگواری و نوحہ فلک سیاہ پوش تک پہنچتا تھا۔ ان عورتوں نے اپنے بال کھول دیئے۔

خاک حسرت اپنے سروں پر ڈال کر اپنے منہ پر طمانچے مارتی تھیں اور واویلا واثبورا کہتی تھیں اور ماتم برپا تھا۔ (جلاء العیون ص ۲۲۳)

حضرت امام زین العابدین نے لوگوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا خاموش رہو۔ میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں۔ تم جانتے ہو کہ میرے پدر کو تم نے خطوط لکھے اور ان کو فریب دیا اور ان سے عہد و پیمان کیا اور بیعت کی آخر ان سے جنگ کی اور دشمن کو ان پر مسلط کیا۔ پس لعنت ہو تم پر تم نے اپنے پاؤں سے جہنم کی راہ اختیار کی۔ یہ سن کر صدائے گریہ ہر طرف سے بلند ہوئی۔ آپس میں ایک دوسرے سے کہتے تھے، ہم ہلاک ہوئے، جب صدائے فغاں کم ہوئی۔ حضرت نے فرمایا، خدا اس پر رحمت نازل کرے جو میری نصیحت قبول کرے اور میرے وصیت بحق خدا اور رسول اہل بیت یاد رکھے کیونکہ مجھے تبلیغ رسالت میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی لازم ہے۔ جب حضرت کا یہ کلام سنا سب نے فریاد کی یا ابن رسول اللہ! ہم نے آپ کا کلام سنا۔ ہم آپ کی اطاعت کریں گے۔ ہم آپ کی حرمت کو پہچانتے ہیں اور آپ کے خواہان خدمت ہیں، جو کچھ آپ فرمائیں ہم اس کو بجا لائیں جو آپ سے جنگ کرے ہم اس سے جنگ کریں جو آپ سے صلح کرے اس سے صلح کریں۔ اگر آپ کہیں آپ کے ستم گاروں سے آپ کا خون طلب کریں۔

Marfat.com

نے کیا۔ ان کے سروں کو کن بے رحموں نے اتارا ہے۔ خود تم لوگوں نے ہی فریب کے ساتھ مکہ سے بلایا اور پانی سے ترسا ترسا کر کربلا کے توے پر کباب بنا دیا۔ دیکھو! یہ خود ہی ہمیں مار کر اب ہمارا ہی ماتم کر رہے ہیں۔ ارے اب رونے سے کیا ہوتا ہے، جو تم نے کرنا تھا سو کر چکے۔ اب سر پیٹو یا چھاتی کوٹو، امام تو شہید ہو چکے۔

روایت ہے کہ امام عالی مقام کا سر مبارک سروں کے درمیان اس طرح چمکتا تھا جس طرح ستاروں میں چاند چمکتا ہے۔ چہرے سے نور برستا تھا۔ اس وقت کوفیاں بے حیا کی زبانوں پر بار بار یہ آتا تھا کہ الٰہی! یہ تو تیری قدرت کی خاص صورت ہے جس کے سامنے ماہ فلک بھی ماند ہے۔

سر مبارک کا قرآن پڑھنا

روایت ہے ابن عساکر نے منہال بن عمرو سے روایت کی ہے کہ خدا کی قسم میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک ایک مکان کے قریب سے گزار رہے تھے تو اس مکان میں ایک شخص قرآن کریم کی تلاوت کر رہا تھا۔ جب اس نے یہ آیت پڑھی:

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ ۙ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝ (پ۱۵: ع۱۳)

''کیا تمہیں معلوم ہوا کہ اصحاب کہف اور وادی رقیم والے ایک عجیب

آپ نے فرمایا۔ ہیہات ہیہات اے غدارو! اے مکارو! مجھ سے بھی وہی سلوک کرو جو میرے بزرگوں سے کیا۔ بحق خداوند آسمان! میں تمہارے قول و اقرار پر اعتماد نہیں کرتا اور کیونکر تمہارے دروغ بے فروغ پر یقین کروں۔ حالانکہ میرے زخمہائے دل ہنوز تازہ ہیں میرے پدر اور ان کے اہل بیت کل کے روز تمہارے مکر سے قتل ہوئے۔ (جلاء العیون ج ۲ ص ۲۲۳، ۲۲۴)

Marfat.com

نشانی تھے"۔

تو اس وقت حضرت امام کے سر مبارک نے باآواز بلند فرمایا:

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ ۙ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ○

پڑھنے والے تو اس طرف کیوں غور نہیں کرتا کہ ان قتل الحسین کان منہ اعجبا (میرا یہ واقعہ تو اصحاب کہف کے قصے سے بدرجہا عجیب تر ہے)

راوی کہتا ہے کہ خدا کی قسم! میں نے یہ فرماتے ہوئے اور آیت قرآنی پڑھتے ہوئے سر مبارک کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا ہے۔ اس وقت میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور میں نے رو رو کر عرض کیا کہ

یا فرزند رسول! بے شک آپ کا یہ قصہ اصحاب کہف کے قصہ سے زیادہ متعجب کرنے والا ہے۔

اصحاب کہف کو تو فقط کافروں نے ستایا تھا تو وہ غار میں جا کر سو گئے پھر پانچ سو سال بعد اٹھے اور کلام کیا تھا۔ ان کے بدن میں تو روح موجود تھی۔

لیکن آپ کے سر مبارک نے بدن اقدس سے جدا ہونے کے کئی بدن بعد کلام فرمایا ہے۔ فی الحقیقت آپ کا یہ واقعہ اصحاب کہف کے واقعہ سے بدرجہا عجیب تر ہے۔

روایت ہے کہ جب ابن زیاد کے پھاٹک پر پہنچ کر امام پاک کا سر مبارک نیزہ پر سے اتارنے لگے تو راوی کہتا ہے کہ میں بھی نزدیک ہی کھڑا تھا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ کے لب مبارک ہل رہے تھے۔ کان لگایا تو سنا کہ آپ یہ آیت تلاوت کر رہے تھے: لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ (یعنی ظالموں کے عمل سے اللہ تعالیٰ کو غافل نہ جاننا)

Marfat.com

سر مبارک

ابن زیاد پلید کے سامنے

حضرت امام کا سر جب نیزے سے اتارا اور طشت میں رکھ کر ابن زیاد شقی کے پاس لایا گیا تو وہ سر مبارک کو دیکھ کر مسکرایا۔ اس ملعون کے ہاتھ میں ایک بید کی چھڑی تھی وہ بار بار امام کے ہونٹوں پر لگاتا اور واہیات بکتا تھا اور خوشی سے مونچھوں پر تاؤ دے کر حاضرین کا منہ دیکھتا تھا اور کہتا تھا کہ اے حسین تم اس منہ سے یزید کی بیعت کا انکار کرتے تھے۔

پھر کہنے لگا کہ حُسین جیسا میں نے کوئی حُسین نہیں دیکھا۔ حضرت انس نے کہا کہ اے ابن زیاد! امام کے منہ پر چھڑی مت لگا میں نے خود دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس منہ کو چوما کرتے تھے۔ بے ادب تو یہاں چھڑی لگاتا ہے ارے کم بخت حضرت امام حسین تو رسول اللہ کے بالکل مشابہ ہیں تو پھر اس پلید نے چھڑی اٹھالی۔

روایت ہے کہ زید بن ارقم صحابی بھی اس وقت وہاں موجود تھے اور وہ رو رہے تھے انہوں نے بے اختیار ہو کر کہا: اے ابن زیاد، اے شوخ چشم، او ظالم! تجھ پر خدا کی مار، چھڑی ہٹا لے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ خدا کی قسم یہ وہ مبارک لب ہیں، جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چومتے تھے۔ اے مرجانہ کے بیٹے! اللہ تعالیٰ تجھے تباہ کرے۔ تجھے پتا نہیں کہ حضرت امام حسین کے متعلق جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حُسَيْنٌ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْ حُسَيْنٍ (حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں)

Marfat.com

آپ کا ان سے بہت پیار تھا۔ یہ کہہ کر زید باآواز بلند رو پڑے تو حاضرین مجلس بھی رونے لگے۔ اب ابن زیاد غصے میں آیا اور دانتوں سے اپنے ہونٹ کاٹ کر کہنے لگا کہ اے زید تو بوڑھا ہو گیا ہے اور دوسرا تو رسول اللہ کا صحابی ہے۔ اگر صحابی نہ ہوتا تو میں تجھے اپنی تلوار کا مزا چکھاتا۔ زید نے کہا کہ جب تو نے رسول اللہ کے لخت جگر کو کاٹ کر رکھ دیا ہے تو ہم صحابی کس شمار میں ہیں۔ صحابی تو فقط رسول اللہ کے پاس بیٹھنے والا ہی ہے لیکن حضرت امام حسین فرزند رسول ہیں اور کہا: اے ابن زیاد! میں تجھے ایک اور بات سناتا ہوں وہ یہ کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسین کو ایک ران پر اور حضرت امام حسن کو دوسری ران پر بٹھایا ہوا تھا اور ان کے سروں پر ہاتھ پھیر رہے تھے اور فرماتے تھے کہ الٰہی میں ان دونوں پیاروں کو تیرے اور تیرے صالح بندوں کے سپرد کرتا ہوں یعنی امانت دھرتا ہوں۔ تو اے ابن زیاد سچ بتا کہ تو نے رسول اللہ کی امانت کے ساتھ کیا کیا۔ پھر کہا کہ اے آلِ رسول کے دشمن تجھ پر اللہ و رسول راضی نہیں۔ اے ابن زیاد تو نے یزید پلید کو اپنا بادشاہ بنایا اور فرزند رسول کو شہید کیا۔ تف ہے تجھ پر، یہ کہہ کر روتے ہوئے مجلس سے نکل گئے۔ (رضی اللہ عنہم)

روایت ہے کہ اس کے بعد ابن زیاد نے منبر پر چڑھ کر یزید کی مدح میں خطبہ پڑھا اور کہا کہ خدا نے حق کو فتح دی اور ابطال باطل کیا۔ یعنی امام حسین پر یزید کو غلبہ دیا۔ اسی طرح کے اور کئی کلمات کفر بکنے لگا اور پھر داد لینے کے لئے حاضرین کا منہ دیکھنے لگا۔

اس کی یہ باتیں سن کر عبداللہ بن عفیف مارے غصے کے جل بھن کر کھڑے ہوئے، کہنے لگے۔ اے ابن زیاد! اے دشمن خدا و رسول! تو جھوٹا تیرا باپ جھوٹا اور

Marfat.com

جس پلید نے تجھے حاکم بنایا وہ جھوٹا۔ تو نے فرزند رسول کو شہید کیا اور اہل بیت نبوت کو تکلیف پہنچائی ہے اور پھر منبر پر چڑھتا ہے جو کہ نیک لوگوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔ ہوش کر تیری زبان سے کیا نکلتا ہے۔ کلمات کفر بک رہا ہے۔ تف ہے تجھ پر اگر شرم ہو تو ڈوب کر مر جائے تو پھر ابن زیاد شرمندہ سا ہو گیا۔

روایت ہے کہ اس کے بعد ابن زیاد پلید اپنے ہاتھ میں سر مبارک اٹھا کر تماشا کرنے لگا مگر مارے خوف اور ہیبت کے کانپ گیا اور ہاتھ اس کا رعشہ کرنے لگا۔ آخر مجبور ہو کر سر مبارک کو اپنی ران پر رکھ کر روئے انور کو اور گیسوئے مشک بار کو بنظر غور دیکھنے لگا۔ وہ اللہ کی بنائی ہوئی کمال خوبیوں والی صورت، چہرہ ایسا ہشاش بشاش کہ چودھویں رات کے چاند کی طرح نور برستا تھا اور ایسے ہنستے ہوئے معلوم ہوتے تھے جیسا کہ ابھی کچھ بولیں گے۔

روایت ہے کہ جب ابن زیاد نے سر مبارک کو اپنی ران پر رکھا ہوا تھا تو اس میں سے خون کا ایک قطرہ ٹپک کر ابن زیاد کی قبا پر پڑا اور جبہ اور پیراہن اور پائجامہ کو سوراخ کرتا ہوا اس کی ران کو چھید گیا اور پھر اس بدبخت کے تخت سے پار ہو کر زمین میں غائب ہو گیا۔ اس کے بعد وہ سوراخ اس شیطان کی ران میں ہمیشہ کے لئے رہ گیا جوں جوں دوا کرتا سوراخ بڑھتا گیا اور نیچے سے اوپر کو چڑھتا تھا اور اس زخم سے ایسی سڑی ہوئی بدبو آتی تھی کہ اس پلید کے پاس بیٹھنے والوں کی جان جاتی تھی پھر وہ بدبو دفع کرنے کے لئے زخم پر نافہ مشک باندھے رکھتا تھا، مگر پھر بھی زخم کی بدبو بوئے مشک پر غالب رہتی تھی اور یہ زخم اس بدذات کی آخر حیات تک رہا۔

جب یہ پلید مرا تو مختار کی فوج کے سپہ سالار ابراہیم بن مالک اشتر نے کشتوں کے پشتوں میں سے اسی بدبو کی نشانی سے اس کی نعش کو پہچان کر نکالا تھا۔

Marfat.com

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اور ابن زیاد پلید

روایت ہے کہ اس کے بعد ابن زیاد نے کہا خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمارے دشمنوں کو رسوا کیا۔ امام حسین کی باتوں کو جھوٹ بنایا اور اس کا سر کٹ کر یہاں آیا' اس کے نام کو بٹا لگایا۔

اس کے جواب میں حضرت امام زین العابدین نے فرمایا کہ شکر ہے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا جس نے ہمیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زینت دی اور عزت بخشی ہمیں اولاد رسول بنایا اور ہم اہل بیت کو آیت تطہیر سے معزز و بزرگ فرمایا نہ کہ جیسا تو کہتا ہے رسوا وہ ہوتے ہیں جو فاسق ہوں اور بٹا ان کے نام کو لگتا ہے جو فاجر ہوں۔

پھر اس شقی نے کہا کہ تم نے خدا کی قدرت دیکھ لی کہ اس نے تم کو کیسا خاک میں ملایا ہے۔

جواب میں حضرت عابد نے فرمایا کہ اللہ و رسول نے پہلے ہی سے خبر دی ہوئی تھی کہ امام حسین کربلا میں شہید ہوں گے۔ اس بات پر تمام صحابہ گواہ ہیں۔ جد امجد نے میرے ابا جان کو بتلایا ہوا تھا کہ ہمارے بعد یہ مصائب و آلام پیش آئیں گے، رضائے حق پر راضی رہنا ہوگا۔ سو وہ کمال استقلال کے ساتھ تشنہ لب شربت شہادت پی کر اپنے مولیٰ کو راضی کر گئے۔

تو نے اگر ہم مسافروں کے ایک چھوٹے سے قافلے کے ساتھ ستر آدمیوں کو بائیس ہزار فوج سے مروا دیا ہے، تو اس میں تو نے کیا کمال کیا ہے۔ خاطر جمع رکھ کہ

Marfat.com

عنقریب تو بھی مرے گا اور تیرا ہمارا معاملہ حاکم حقیقی فیصل کرے گا۔

اب ابن زیاد غصہ میں آ کر بولا کہ اللہ اکبر! ابھی تک ان لوگوں میں تیزی باقی ہے۔ پوچھا یہ کس کا لڑکا ہے۔ بتایا گیا کہ یہ علی سجاد بن حسین ہے۔

تو اب وہ غصہ میں ابن سعد کو کہنے لگا، تجھے حکم دیا گیا تھا کہ ان کا کوئی شیر خوار لڑکا تک بھی باقی نہ رہے تو نے اسے کیوں چھوڑا۔

پھر جلاد کو کہا کہ اس کو باہر لے جاؤ اور اس کا سر کاٹ کر ابھی میرے پاس لے آؤ۔

اپنے قتل کا حکم سن کر سیّدنا امام زین العابدین نے اس جرأت اور شجاعت کے ساتھ جواب دیا جو کہ حضرت امام حسین کے فرزند کی شان کے مطابق تھا۔

آپ نے فرمایا: اے ابن زیاد! تو اب بھی ہمیں موت سے ڈراتا ہے حالانکہ تو خوب آزما چکا ہے کہ ہم حق کے راستے پر موت سے ڈرنے والے نہیں۔

اگر اولاد رسول کے قتل سے ابھی تک تیرا جی نہیں بھرا، تو مجھے بھی مار لے۔ ہم لوگ شہادت کو عین سعادت جانتے ہیں۔

جلاد نے چاہا کہ حضرت عابد کو باہر لے جا کر قتل کر دے مگر یہ حال دیکھ کر حاضرین کے کلیجے پھٹ گئے اور کچھ لوگ حضرت عابد کے گلے میں لپٹ گئے اور کہنے لگے کہ اے ابن زیاد! واقعہ کربلا کو ابھی کچھ دیر نہیں ہوئی تو سارے اہل بیت کا خون پی چکا ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تیری طبیعت سیراب نہیں ہوئی۔

ہم کہتے ہیں ان کو چھوڑ دے، چراغ اہل بیت کو گل مت کر۔ خدا سے ڈر، قطع نسل کیوں کرتا ہے۔

تو پھر ابن زیاد بہت شرمندہ ہوا اور امام زین العابدین کے قتل سے باز آ گیا۔

Marfat.com

قافلہ اہل بیت کی کوفہ سے دمشق کو روانگی

اب ابن زیاد خبیث نے شمر پلید کو پانچ ہزار سوار کے ساتھ مقرر کیا کہ شہداء کے سروں کو اور بندیان اہل بیت اطہار کو دمشق میں یزید خبیث کے پاس لے جائے۔ چنانچہ قافلہ اہل بیت کا کوفہ سے دمشق کو روانہ ہوا۔ آگے آگے فتح کا نقارہ بجتا جاتا تھا اور پیچھے شہدائے کرام کے سر نیزوں اور برچھیوں پر چڑھائے ہوئے لئے جا رہے تھے اور اس کے پیچھے بندیان اہل بیت اونٹوں پر کجاووں میں لوگوں کی نظروں سے محفوظ چلے جا رہے تھے۔

اس سفر میں حضرت امام کے سر مبارک سے ہر منزل پر کئی کئی کرامتیں ظاہر ہوتی گئیں تاکہ لوگوں کو خبر ہو کہ واقعہ کربلا ایک حادثہ عظیمہ ہے اور ظالمین بھی سمجھ سکیں کہ قتل سید الشہداء سے ہم نے اپنے دونوں جہان برباد کر لئے ہیں۔

ابونعیم نے ابن لہیعہ ابی حنبل سے روایت کی ہے کہ جب پہلی منزل پر ایک جگہ اشقیا کھانا کھانے کے لئے بیٹھے تھے تو اتنے میں غیب سے ایک لوہے کا قلم پیدا ہوا اور اس نے زمین پر خون کے ساتھ یہ شعر لکھ دیا:

اترجوا فاسق قتلت حسینا   شفاعة جده یوم الحساب

امام حسین کو قتل کرنے والے بدمعاش قیامت کے دن ان کے نانا جان کی شفاعت کی کیا امید رکھ سکتے ہیں۔

عزیز بن ہارون

روضۃ الشہداء میں روایت ہے کہ جب قافلہ حلب پہاڑ کے نیچے اترا ہے تو اس پہاڑ کے ساتھ معمورہ شہر تھا۔ وہاں کے سردار کا نام عزیز بن ہارون تھا۔ اس کا

Marfat.com

مذہب یہودی تھا اور وہ بہت صاحب اکرام آدمی تھا۔

حضرت شہر بانو کی لونڈی شیریں رات کے وقت رونے لگی۔ رونے کا یہ سبب ہوا کہ جب شہر بانو مدینہ طیبہ میں آئی تھیں اس وقت آپ کے پاس سو کے قریب لونڈیاں تھیں پھر جس دن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا تو خوشی میں پچاس لونڈیاں آزاد کر دیں اور پھر جس دن حضرت امام زین العابدین پیدا ہوئے تو چالیس اور آزاد کر دیں اب فقط دس لونڈیاں باقی رہ گئیں۔ ان میں سے شیریں بہت خوش خو اور خوش رو تھیں۔ ایک دن حضرت امام حسین نے شہر بانو کے روبرو شیریں کی کچھ تعریف کی تو حضرت شہر بانو نے سمجھا کہ شاید امام کو شیریں سے محبت ہے اسی وقت کہا کہ میں نے آج سے شیریں آپ کی نذر کر دی۔

امام عالی مقام نے شیریں کو اسی وقت براہ خدا آزاد کر دیا اب حضرت شہر بانو نے اسی وقت اپنے پاس سے شیریں کو خلعت گراں مایہ پہنا دیا تو امام نے فرمایا کہ آپ نے بہت سی لونڈیاں آزاد کی تھیں مگر کسی کو ایسا قیمتی خلعت نہیں پہنایا تھا۔ اب اس کی وجہ کیا ہے؟ تو حضرت شہر بانو نے عرض کیا کہ وہ سب لونڈیاں میری آزاد کردہ تھیں لیکن شیریں آپ کی آزاد کردہ ہے۔ ان کے درمیان فرق ہونا چاہئے تھا۔ حضرت امام یہ بات سن کر بہت خوش ہوئے اور حضرت شہر بانو کے لئے دعا کی۔ اب شیریں نے آزاد ہونے کے باوجود بھی حضرت شہر بانو کی خدمت سے جدا ہونے کو قبول نہ کیا۔

آج اس مصیبت کی رات شیریں نے دیکھا کہ حضرت شہر بانو کے کپڑے پرانے ہوئے پڑے ہیں تو شیریں کو وہ خلعت فاخرہ یاد آ گیا جو کہ حضرت شہر بانو نے آزاد کرنے کے وقت حضرت امام کے سامنے شیریں کو پہنایا تھا۔ اس وقت کا

Marfat.com

اور اس مصیبت و بے کسی کا خیال کر کے بے بس ہو کر رونے لگی۔ پھر شیریں نے حضرت شہر بانو سے عرض کیا کہ میرے پاس ایک زیور ہے۔ اگر اجازت ہو تو پہاڑ پر جاؤں اور اس بستی میں اپنے زیور کو بیچ کر کچھ کپڑے خرید لاؤں۔ حضرت شہر بانو نے فرمایا کہ تو آزاد ہے، جہاں چاہے جا سکتی ہے۔ ایک پہر رات گزر چکی تھی کہ شیریں قلعہ کے دروازے پر پہنچ گئی۔ دروازہ بند تھا شیریں نے دروازہ کو دستک دی تو اندر سے عزیز بن ہارون بولا کہ کیا شیریں آئی ہے۔ کہا، ہاں۔ دروازہ کھولو۔ عزیز نے دروازہ کھولا اور بڑی تعظیم و توقیر سے پیش آیا اور شیریں کو اپنے گھر لے گیا اور بہت عزت کی۔ اب شیریں نے کہا کہ مجھے بڑا تعجب ہے کہ آپ نے میرا نام کیونکر جانا۔ عزیز نے کہا کہ ابھی ابھی میں نے حضرت موسیٰ و ہارون (علیہما السلام) کو خواب میں دیکھا تھا کہ وہ ننگے پاؤں کھڑے رو رہے تھے۔ کسی کے غم میں بے تاب تھے میں نے عرض کیا کہ جناب اس رنج و ملال کا باعث کیا ہے۔ فرمایا تجھے معلوم نہیں آہ آہ! اشقیا نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حضرت امام حسین کو شہید کر دیا ہے اور اب ان کا سر نیزے پر چڑھا کر اور ساتھ ان کے اہل بیت کو قیدی بنا کر دمشق کی طرف لے جا رہے ہیں ہم انہی کے غم میں رو رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ آپ لوگ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتے ہیں اور کیا آپ ان کے مذہب کو سچا مانتے ہیں۔ فرمایا کہ وہ تو ہم تمام رسولوں کے بھی رسول ہیں۔ خدا کے حبیب مطلق ہیں، جو ان پر ایمان نہیں لائے گا ہم سارے انبیاء اس شخص سے بیزار ہیں اور ہماری محبت اس شخص کو کچھ فائدہ نہ دے گی۔ میں نے کہا کہ میرے حال پر کرم فرمایئے اور میرے دل کی تسلی کے لئے ان کے رسول برحق ہونے کی کوئی نشانی بتا دیجئے۔ پس حضرت موسیٰ و ہارون نے

Marfat.com

فرمایا کہ اٹھ قلعہ کے پھاٹک کے پاس منتظر کھڑا رہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی آزاد کردہ شیریں نام لونڈی آئے گی اور حلقہ پھاٹک کو ہلائے گی پھر تم حضرت امام حسین کے سر مبارک کے پاس جانا اور ادب سے ہمارا سلام پہنچانا تو پھر امام کا سر اقدس ہمارے سلام کا جواب دے گا۔ حضرت امام کی یہ کرامت دیکھ کر تم پر اسلام کی حقانیت واضح ہو جائے گی اور تم مسلمان ہو جاؤ گے، پھر شیریں سے تمہارا نکاح بھی ہو جائے گا۔ اب میں نیند سے چونک پڑا اور دوڑتا ہوا پھاٹک پر پہنچا کہ آپ نے پھاٹک ہلا دیا۔ اس واسطے میں نے جان لیا کہ آپ کا نام شیریں ہے۔ یہ واقعہ سن کر شیریں فوراً وہاں سے واپس لوٹ آئی اور یہ سب باتیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اہل بیت اطہار کو سنائیں، تو سب حضرات یہ عجیب باتیں سن کر بہت روئے۔

علی الصبح عزیز بن ہارون آیا اور لشکریان یزید کو ایک ہزار درہم دے کر اہل بیت اطہار کی خدمت میں پہنچنے کی اجازت لی۔ اب حضرت امام زین العابدین کے حضور پہنچ کر بیش قیمت کپڑے اور ایک ہزار اشرفی نذرانہ پیش کیا اور پھر حضرت زین العابدین کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت امام حسین کے سر اقدس کے پاس پہنچا اور رو کر عرض کی کہ یا امام! میں یہودی سے مسلمان ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ حضرت موسیٰ و ہارون نے آپ کو السلام علیک کہا ہے۔

حضرت امام عالی مقام کے سر مبارک سے آواز آئی کہ میری طرف سے بھی تجھ پر اور ان دونوں حضرات پر سلام ہو اور فرمایا کہ اے عزیز! قیامت کے دن تو ہمارے ساتھ ہو گا اور ہم تیری بخشش کرا دیں گے۔

Marfat.com

پھر اس قلعہ کے تمام یہودی مسلمان ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت شہر بانو نے شیریں اور عزیز کا نکاح کرا دیا۔

راہب کا اسلام لانا

روایت ہے کہ ایک منزل میں جب اس قافلہ نے قیام کیا وہاں پر ایک دَیر تھا۔ دیر کے راہب نے یزیدیوں کو اسی ہزار درہم دے کر سر مبارک کو ایک رات کے لئے اپنے پاس رکھا۔ غسل دیا، عطر لگایا، ادب و احترام کے ساتھ تمام رات زیارت کرتا رہا اور رحمت الٰہی کے انوار جو سر مبارک پر نازل ہو رہے تھے ان کا مشاہدہ کرتا رہا۔ حتیٰ کہ یہی اس کے اور اس کے ساتھیوں کے اسلام لانے کا باعث ہوا۔

یزیدیوں نے جب آپس میں درہم تقسیم کرنے کے لئے تھیلیوں کو کھولا تو دیکھا کہ وہ سب ٹھیکریاں ہو گئے تھے اور ان کی ایک طرف لکھا تھا:

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ط (ابراہیم:۴۲)

خدا کو ظالموں کے کردار سے غافل نہ جاننا۔

اور دوسری طرف یہ آیت لکھی ہوئی تھی:

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ○ (الشعراء:۲۲۷)

اور ظلم کرنے والے عنقریب جان لیں گے کہ کس کروٹ پر بیٹھتے ہیں۔

اس طریقہ سے ہر موقع اور ہر منزل پر حضرت امام کی بے شمار کرامتیں ظاہر ہوتی رہیں اور اسلام کو ترقی اور قوت حاصل ہوتی گئی جو کہ دوسری کتابوں میں مذکور ہیں، میں نے اس لئے زیادہ نہیں لکھا کہ یہ کتاب بڑی نہ ہو جائے۔

Marfat.com

قافلہ دمشق میں

حضرت امام زین العابدین کا ایک بوڑھے کی بات کا جواب دینا:

روایت ہے کہ جب اہل بیت اطہار کا قافلہ شہر دمشق میں داخل ہوا تو پہلے ایک جامع مسجد آئی مسجد کے صحن میں ایک بوڑھا سفید داڑھی والا بغل میں قرآن اور تسبیح زیب دست اور جبہ پہنے سر پر عمامہ باندھے ٹہل رہا تھا۔ جب اس نے شہدائے کرام کے سروں کو اور حضرت عابد بیمار کو دیکھا تو کہا خدا کا شکر ہے کہ اس نے ان باغیوں کو ہلاک کیا ہے اور اہل شام کو ان کے فتنہ سے نجات دی ہے۔

حضرت امام زین العابدین نے یہ بات سن کر فرمایا کہ بڑے میاں قرآن مجید پڑھتے ہو؟

بوڑھے نے کہا کیوں نہیں، میں نے تو تیسوں پارے حفظ کئے ہوئے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ اس آیت میں غور نہیں کیا:

قُلْ لَّا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی ط (الشوریٰ:۲۳)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مقبول کو یعنی ہمارے جدامجد کو فرمایا ہے کہ لوگوں سے فرما دو کہ میں اس تبلیغ رسالت اور ارشاد وہدایت پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا، مگر میرے قرابت والوں سے محبت رکھو۔

سوائے بڑے میاں! رسول اللہ کے ذوی القربیٰ ہم ہی تو ہیں ہماری محبت ہر ایمان دار پر فرض ہے۔

پھر فرمایا کہ آپ کو یہ آیت حفظ ہوگی:

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ

Marfat.com

وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۝ (الاحزاب:۳۳)

بوڑھے نے کہا، ہاں مجھے حفظ ہے۔ آپ نے فرمایا، وہ اہل بیت نبوت ہم ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو ہر قسم کے اخلاق رذیلہ اور مذمومہ سے اور گناہوں اور عیبوں سے پاک کر کے صاف ستھرا فرما دیا ہے امام کے اس کلام کو سن کر وہ بوڑھا شرم وحیا سے سر جھکا کر رونے لگا اور کہنے لگا کہ یا فرزند رسول! میری یہ خطا معاف کیجئے مجھے پتا نہیں تھا۔ یزید پلید نے غلط خبریں پھیلائی ہوئی تھیں اور لوگوں کو دھوکا میں رکھا ہے۔ وہ تو کہتا تھا کہ کوئی جنگلی قبیلہ ہے اور وہ حکومت کا مقابلہ کر رہا ہے۔

یہاں سے فوجیں اس لئے جا رہی ہیں کہ وہ زور پکڑتا جا رہا ہے۔

اگر یہ پتا چل جاتا کہ اہل بیت کرام سے جنگ ہے تو تمام زمانہ خاندان نبوت پر قربان ہو جاتا۔ کوئی تمام دنیا تو کافر نہیں ہو گئی تھی اور یزید کی حقیقت ہی کیا تھی کہ وہ آپ لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچا سکتا۔

اب وہ بوڑھا رو بہ قبلہ ہو کر زار زار رونے لگا اور کہتا تھا کہ الٰہی! میں ان لوگوں کے دشمنوں سے بیزار ہوں۔ الٰہی! مجھے اہل بیت کی محبت پر ہمیشہ قائم رکھنا۔ پھر قرآن اور تسبیح مسجد میں رکھ دی اور سرد آہ بھر کے حضرت امام زین العابدین کے اونٹ کے آگے خاک پر مرغ بسمل کی طرح لوٹنے لگا اور کہتا تھا کہ آہ یا اللہ توبہ، الٰہی! اگر آپ کی جانب میں میری توبہ قبول ہو جائے تو اسی دم میری جان نکال لینا۔ لہٰذا توبہ اس کی مقبول ہو گئی نعرہ مارا اور جان نکل گئی اور اہل بیت کی محبت میں جنتی روح جنت کو روانہ ہوئی۔

Marfat.com

یزید پلید کی کچہری

ظہر کے وقت شہدائے کرام کے سر یزید پلید کے پھاٹک پر پہنچے۔ یزید نے اہل بیت اطہار کو ایک کمرے میں علیحدہ اور نظروں سے محفوظ بٹھایا اور کمرے کے دروں پر ہر طرح سے پردے کرا دیئے۔ اس کے بعد شہدائے کرام کے سر منگائے اور ایک ایک سر کو دیکھنا اور اس کا نام و پتا و حال پوچھنا شروع کیا۔ جب تمام سروں کے متعلق بات ہو چکی تو سب سے اخیر شمر نے امام پاک کا سر بشیر ابن مالک کو دے کر بھیجا اور کہا کہ یہ تحفہ یزید کے پیش کر کے اس کے قتل پر فخر کرنا اور یزید سے انعام مانگ لینا۔

حضرت امام حسین کا سر یزید پلید کے آگے رکھتے ہوئے بشیر ابن مالک نے کہا یہ لیجئے امام حسین کا سر۔

پھر امام کے قتل پر فخر کر کے انعام مانگنے لگا پہلے اس نے عربی کے چند اشعار پڑھے، جن میں امام کے حسب و نسب و بزرگی کی تعریفیں بیان کر کے پھر کہنے لگا کہ میں نے ایسے شہنشاہ کو مارا۔ اس رسول اللہ کے فرزند کو مارا۔ علی مرتضیٰ کے ماہ پارے کا سر اتارا ہے۔ یزید پلید امام پاک کی تعریف سن کر جل گیا اور اس شقی کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور وہ بشیر سے، کہنے لگا کہ ارے! اگر تو امام حسین کو ایسا اچھا جانتا تھا تو تو نے اسے مارا کیوں؟ پھر غضبناک ہو کر کہا اس کو باہر لے جاؤ اور فوراً اس کا سر کاٹ کر میرے پاس لاؤ۔

جلاد نے بشیر کو باہر لے جا کر ایک ہی وار میں فی النار کر دیا۔

یہ بشیر ابن مالک ان دس پلیدوں میں سے تھا جس نے کربلا میں حضرت امام

Marfat.com

حسین کے قتل پر اتفاق کیا تھا۔

روایت ہے کہ اس کے بعد یزید پلید نے سر اقدس کو طشت زریں میں آگے رکھوایا اور کوفی افسران سے دریافت کیا کہ حسین کو کس کس طرح مارا۔ شمر بد بخت نے کہا کہ یہ بیاسی افراد کو ساتھ لئے مکہ سے کوفہ آ رہے تھے کہ ہم لوگوں نے خبر پا کر شہر اور آبادی سے دور جنگل کربلا میں پہنچ کر راستے ہی میں گھیر لیا اور کہا کہ یزید کی بیعت کر لیجئے ورنہ گردن دھر دیجئے۔ امام نے نہ مانا۔ ہمارے سخن کو واہی تباہی جان کر انکار کر دیا۔ پھر ہم نے تین روز تک ان پر کھانا پانی بند کر دیا اور دریا پر پہرے لگا دیئے۔ آگے یا پیچھے کسی شہر یا آبادی میں ان کی خبر کیا' ہم نے کسی کو ان کی ہوا بھی نہیں پہنچنے دی کہ ان کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ تین روز تک پانی سے خوب ترسا ترسا کر دس محرم کو بائیس ہزار سوار لے کر دھاوا کیا۔ صبح سے دوپہر ڈھلنے تک امام کے سب ساتھیوں کو مار کر آخیر میں جمعہ کے وقت امام کا سر بھی اتار لیا۔

پھر تمام مقتولین کے سر اتار لئے اور ان کی نعشوں کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے کچل دیا اور پھر ان کے اہل بیت کو اسیر کر کے اور مقتولوں کے سر نیزوں پر چڑھا کر آپ کے حضور لے آئے ہیں۔

اس وقت یزید نے یہ باتیں سن کر سر جھکا لیا اور کسی کو کچھ جواب نہ دیا۔ کچھ دیر بعد پھر سر اٹھا کر حاضرین کا منہ دیکھنے لگا۔ پھر شعر پڑھ پڑھ کر خوشی اور غرور کی باتیں کر کے مونچھوں کو تاؤ دینے لگ گیا۔

روایت ہے کہ جب حضرت امام حسین کا سر اس موذی پلید کے آگے رکھا گیا تو وہ خوشی کے دم میں پھولا اور خدا و رسول کو بھولا ہوا شراب پی رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں بید کی چھڑی تھی۔ اب وہ بد بخت مسکرا مسکرا کر اور سر ہلا ہلا کر بار بار وہ چھڑی امام

Marfat.com

کے ہونٹوں اور دانتوں پر لگاتا تھا اور کہتا تھا کہ اے امام حسین! تمہاری اتنی عمر ہوئی ہے لیکن ابھی تک تمہارے بال خضاب سے محفوظ ہیں یعنی سفید نہیں ہوئے۔ وہاں پر حضرت سمرہ بن جندب صحابی (رضی اللہ عنہ) موجود تھے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ یزید پلید امام کے ہونٹوں اور دانتوں پر چھڑی مارتا اور بے ادبی کرتا ہے تو بے اختیار ہو کر زار زار روئے اور یزید پلید سے مخاطب ہو کر کہنے لگے:

قطع الله يدك يا يزيد

اے یزید تیرے ہاتھوں کو اللہ تعالیٰ کاٹ دے۔

اب یزید پلید غصے میں آ کر کہنے لگا کہ اے سمرہ کیا کروں تیری صحابیت کا لحاظ مارتا ہے اگر تو رسول اللہ کا صحابی نہ ہوتا تو ابھی تیری گردن اڑا دیتا۔ حضرت سمرہ نے فرمایا کہ سبحان اللہ! تیری مسلمانی! ارے ملعون تو ہم صحابیوں کا اس لئے لحاظ کرتا ہے کہ ہم رسول اللہ کے پاس بیٹھنے والے ہیں اور فرزند رسول کو پانی سے ترسا کر کربلا کے توے پر تل ڈالا ہے۔ آہ آہ تیرے ظلم سے خدا کی پناہ! یہ بات تو حاضرین کے دل میں برچھی سی ہو کر گڑ گئی۔ سب کے سب رونے لگے۔ طبیعت سب کی بگڑ گئی قریب تھا کہ کوئی فتنہ حادث ہو جائے۔ آخر سمرہ روتے ہوئے اس شیطان کے دربار سے نکل گئے۔

پھر صحابہ کرام خبریں سن کر دوڑتے ہوئے آئے اور اس ظالم کو لعنتیں، پھٹکاریں دینے لگے۔ ان میں سے اس پلید نے سات صحابہ کو قتل کرا دیا۔ پھر تو سب طرف سے یزید پر لعنت ملامت ہونے لگی۔

Marfat.com

حضرت امام زین العابدین

اور یزید پلید

اب یزید پلید سب کی طرف سے منہ موڑ کر حضرت امام زین العابدین کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا کہ یہ کس کا بیٹا ہے۔ کوفیوں نے جواب دیا کہ یہی علی اوسط امام حسین کا بیٹا علی مرتضیٰ کا پوتا ہے۔ پلید کہنے لگا کہ میں نے تو سنا تھا کہ علی بن حسین مارا گیا ہے۔ کوفیوں نے جواب دیا کہ امام حسین کے تین لڑکے تھے۔ علی اکبر اور علی اصغر کو تو ہم نے کربلا ہی میں مار دیا تھا اور یہ علی اوسط بستر بیماری پر پڑا نہایت کمزور تھا۔ اسے قیدی بنا کر آپ کے حضور لے آئے ہیں۔

تو پھر پلید نے حضرت زین العابدین کو کہا: اے لڑکے! تو کچھ جانتا ہے، تیرا باپ چاہتا تھا کہ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہو اور منبروں پر اس کے نام کا خطبہ پڑھا جائے۔ تیرے باپ کی تمنا پوری نہ ہوئی اور وہ بری طرح ہلاک ہوا۔ حضرت امام زین العابدین نے جواب دیا کہ اے یزید! تو یہ بتا کہ یہ منبر جو مسجدوں میں بنے ہوئے ہیں، یہ ہمارے باپ دادا کے ہیں یا اور کسی کے، قرآن اور ایمان ہمارے گھر سے ملا ہے یا اور کسی جگہ سے۔ ارے ہمارے گھرانے نے ہی راہ خدا میں جہاد کئے اور کفار و مشرکین کو تباہ کر کے شہروں کو مسلمانوں سے آباد کیا ہے، تو پھر خلافت و امامت ہمارے خاندان میں زیبا ہے یا تیرے خاندان کو؟ جو لوگ کہ پہلے تو شرک و کفر پر ڈٹے رہے اور پھر جب ایمان لائے تو طلب دنیا اور جاہ کے پیچھے لگے رہے۔

صبر کر عنقریب تو بھی مرے گا اور اللہ تعالیٰ ہمارا تیرا اچھی طرح فیصلہ فرمائے گا

Marfat.com

اور بے شک ہماری داد دے گا۔

امام زین العابدین کی ان باتوں کو سن کر یزید غصے سے بھڑکا اور جلاد کو کہا کہ ہاں اس لڑکے کو پکڑ کر باہر لے جاؤ اور ابھی اس کا سر کاٹ کر لے آؤ۔ جلاد نے باہر لے جانے کے لئے امام زین العابدین کا ہاتھ پکڑا۔

حضرت زینب کا رسول اللہ سے فریاد کرنا

جب جلاد نے ہاتھ پکڑا تو پردے کے اندر سے حضرت زینب نے فرمایا: خبردار! اس لڑکے کو مت ہاتھ لگانا، اس کے قتل سے اپنے ہاتھ روکو۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مخاطب ہو کر یہ بیت پڑھا:

اتـاديك يـا جده يا خير مرسل　　　حسينك مقتول و نسئلك ضائع

"پکارتی ہوں میں آپ کو اے نانا جان! اے بہتر تمام رسولوں سے ہماری خبر لیجئے، آپ کے حسین تو شہید ہو ہی چکے، اب آپ کی نسل کو بھی ختم کرنا چاہتا ہے"۔

اس وقت رسول اللہ کی طرف سے ایسی جلالی توجہ آئی کہ جس سے کچہری میں زلزلہ آ گیا۔ یزید مارے خوف کے کانپنے لگا اور جلاد کو کہا کہ اس لڑکے کو چھوڑ دو، مت قتل کرو۔

روایت ہے کہ اس کے بعد پلید نے حضرت عابد کو اپنے پاس بلا کر اپنے بیٹے کے سامنے بٹھایا اور کہا کہ اے فرزند حسین! یہ ہمارا لڑکا تمہارا ہم عمر ہے۔ بھلا تم اس سے کشتی لڑ سکتے ہو تا کہ تمہارا زور ہاشمیت دیکھیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہم لوگوں کو کشتی لڑنے سے کیا کام ہاں اگر تو چاہتا ہے کہ میرے زور ہاشمیت کا تماشا دیکھے اور میرا یا

Marfat.com

اپنے لڑکے کا لاشہ دیکھے تو مجھے اسی طرح بیڑیاں اور ہتھکڑیاں لگی رہنے دے لیکن میرے ہاتھ میں صرف تلوار دے دے اور اپنے بیٹے کے ہاتھ میں بھی تلوار دے کر اسے کھلا چھوڑ دے اور یہ لکھ دے کہ جو غالب آوے مغلوب کو مار ڈالے، تو اس پر کچھ مواخذہ نہ ہوگا تو پھر میرے ہاشمی ہاتھ کو دیکھ کہ پہلی تلوار ہی سر سے کاٹتی ہوئی ناف تک اس کے دو ٹکڑے کر دیتی ہے یا نہیں، اب یزید گھبرایا اور اس بات پر راضی نہ ہوا۔

اتنے میں یزید کی نوبت بجنے لگی، تو پلید کے بیٹے نے کہا کہ اے فرزند حسین! دیکھ یہ نوبت میرے باپ کے نام کی بج رہی ہے۔ بتاؤ تمہارے باپ کے نام کی نوبت کہاں ہے۔ حضرت امام زین العابدین نے فرمایا ذرا ٹھہر جا، ہمارے باپ کے نام کی نوبت بجنے کی ابھی باری آتی ہے، جب وہ نوبت بجے گی تو اس وقت تیرے باپ کی نوبت چپ ہو جائے گی۔ یہ نوبت سن کر دنیا یاد پڑتی ہے اور فرشتے لاحول پڑھتے ہیں۔

لیکن ہماری نوبت سنتے ہی لوگ دل اور زبان سے صل علیٰ پڑھتے ہیں اور دنیا کو چھوڑ کر سر بسجود ہو جاتے ہیں۔

اتنے میں موذن نے اذان شروع کی جب یہ نوبت اللہ اکبر کی بجنے لگی تو یزید کی نوبت فوراً بند ہوگئی۔

اب حضرت امام زین العابدین نے فرمایا کہ اے پسر یزید! دیکھ یہ نوبت ہمارے باپ کی پنج وقتہ ہے اور یہ قیامت تک بجتی رہے گی' دیکھ ابر رحمت کی طرح کیسا برس رہی ہے؟

ارے تو اپنی دو روزہ نوبت پر کیا پھولا اور خدا و رسول کو بھولا ہے۔ تازمان

Marfat.com

قیامت جب بھی خطیب منبروں پر چڑھیں گے تو خطبہ امامت وفضیلت کا ہم لوگوں کے نام کا ہی پڑھیں گے۔

پھر فرمایا کہ یزید سچ بتا؟ جبرئیل امین ہمارے گھر آیا کرتے تھے یا کہ تمہارے گھر میں؟ وحی کہاں اترتی تھی۔

اے یزید! تو بھی جانتا ہے کہ کلمہ ہمارے گھر کا ہے آیت تطہیر ہمارے حق میں نازل ہوئی ہے بتا ہماری محبت لوگوں پر فرض ہے یا تمہاری؟

اے یزید! کیا تو ہمیشہ زندہ رہے گا اور اسی طرح مونچھوں پر تاؤ دیتا رہے گا اور شراب پیتا رہے گا۔

کیا قیامت تک تو ہی صاحب تخت وتاج رہے گا؟ دیکھ لینا عنقریب تیری بھی یہ ساری دولت لٹ جائے گی۔ یہی لوگ ہوں گے اور تیرا لاشہ ہوگا۔

ان باتوں کو سننے والوں کے رونگٹے دہشت سے کھڑے ہوگئے اور یزید کے بدن پر رعشہ آ گیا اور مارے ہیبت کے تھرا گیا۔

روایت ہے کہ جب یزید حضرت امام زین العابدین کی باتوں سے متاثر ہوا تو کہنے لگا کہ یا امام! اگر کوئی ضرورت ہو تو بتاؤ کہ میں اسے پورا کروں۔

آپ نے فرمایا کہ چار باتیں ہیں ایک یہ کہ میرے باپ کا قاتل میرے حوالے کر دے تا کہ میں خود اس کو سزا دوں۔

دوسرا: تمام بندیان اہل بیت اطہار کو چھوڑ دے اور ہم سب کو مدینہ منورہ پہنچا دے تا کہ میں اپنے جد بزرگوار کے روضہ اقدس پر پہنچ کر تادم زیست یاد الٰہی میں مشغول رہوں۔

تیسرا: میرے ابا جان کا سر اور دیگر شہدائے کرام کے سروں کو میرے حوالے

Marfat.com

کردے تاکہ میں ان کو اپنے ساتھ لے جاؤں۔

چوتھے: جمعے کے روز مجھے اجازت دے کہ میں منبر پر چڑھ کر خطبہ پڑھوں۔

یزید نے کہا تین باتیں تو منظور ہیں لیکن خطبہ منظور نہیں۔

روایت ہے کہ اس کے بعد یزید نے حکم دیا کہ شہیدوں کے سروں کو دمشق کے دروازے پر لٹکا دیا جائے تا کہ لوگ دیکھیں کہ جو کوئی میری بغاوت پر سر اٹھائے گا اس کا سر اسی طرح کاٹ کر لٹکا دیا جائے گا۔ چنانچہ تین روز تک شہداء کے سر دمشق کے دروازے پر لٹکتے رہے۔

روایت ہے کہ جب جمعے کا دن آیا تو یزید نے منادی کروادی کہ آج تمام اہل دمشق جامع مسجد میں حاضر آئیں۔ چنانچہ جمعہ کے وقت اس قدر ہجوم ہوا کہ شانے سے شانہ چھلتا تھا۔ اس وقت یزید نے ایک شامی خطیب کو کہا کہ منبر پر چڑھ کر حاضرین کو میرے حق پر ہونے کا اور امام حسین کے برسر باطل ہونے کا خطبہ سنا دے۔

لہٰذا اس خطیب بدنصیب نے منبر پر چڑھ کر ابوسفیان کی اولاد کی تعریف کی اور آلِ ابوطالب کی مذمت میں زبان کھولی اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے غلطی پر اور یزید پلید کے حق پر ہونے کا بیان شروع کیا۔

اس وقت سیّدنا امام زین العابدین نے للکارا کہ او خطیب! تو برا خطیب ہے۔ ارے آلِ عبا کی مذمت کرتا ہے، تو مسلمان ہے؟

خطبہ

اب حضرت امام زین العابدین کو دیکھ کر لوگوں نے ہر طرف سے شور مچا دیا کہ

Marfat.com

جب اہل بیت رسالت کا فرد موجود ہے تو پھر دوسرے لوگوں کو منبر پر چڑھنے کا حق نہیں حاصل ہوسکتا۔

اس خطیب کو منبر سے اتار دو ہم فرزند رسول سے خطبہ سننا چاہتے ہیں۔ وہ خطیب منبر سے اتر گیا اور آپ منبر پر رونق افروز ہوئے۔

آپ نے پہلے ایک خطبہ مشتمل بہ حمد وصلوٰۃ بفصاحت و بلاغت سنایا کہ جس کو سن کر بلغائے شام وعراق نے مارے شرم کے سر جھکا لئے۔ آپ کا لہجہ دیکھ کر تمام فصحا و فضلائے روم وشام دنگ رہ گئے کہ یہ غریب الوطنی اور کم سنی اور ایسی کمال شیریں زبانی، غرض کہ علمائے وقت پر آپ کا ایسا رعب بیٹھا کہ سوائے واہ واہ! کے کچھ بول نہ سکے۔

پھر آپ نے فرمایا: اَیُّھَا النَّاسُ! اللہ تعالیٰ نے ہم اہل بیت رسالت کو بارہ فضیلتوں سے تمام مخلوقات پر فضیلت دی ہے، علم سے، بردباری سے، جوانمردی سے، فصاحت سے، شجاعت سے اور تمام مومنوں کے دلوں کو ہماری محبت عطا کی گئی ہے۔ ہمیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زینت دی اور عزت بخشی گئی ہے۔ ہم کو اولاد رسول بنایا اور ہم کو آیت تطہیر سے معزز اور بزرگ فرمایا گیا ہے سلطان الاولیاء حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ہم سے ہیں اور جعفر طیار جو کہ اپنے دونوں پروں سے ملائکہ کے ہمراہ بہشت میں پرواز کرتے ہیں وہ ہم سے ہی ہیں اور حضرت حمزہ شیر خدا اور رسول بھی ہم سے ہیں اور سردار جوانان اہل بہشت حضرت امام حسن وحضرت امام حسین ہم سے ہیں۔

پھر فرمایا کہ اے اہل شام! تم میں سے جو کوئی مجھے جانتا ہے وہ تو جانتا ہی ہے لیکن جو مجھے اور میرے خاندان کو نہیں پہچانتا، میں اسے بتادوں کہ میں کون ہوں۔

Marfat.com

اے لوگو! پہچان لو کہ میں حبیب رب العالمین کا، صاحب معراج کا، رحمۃ للعالمین کا، خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرزند ہوں اور امیر المومنین سبط رسول قرۃ العین امام زمن حضرت امام حسن مجتبیٰ کا بھتیجا ہوں۔

بنت رسول اللہ کا روح رواں ہوں اور امیر المومنین فاتح خیبر اسد اللہ الغالب امام المشارق والمغارب حضرت مولیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ برادر رسول کا پوتا ہوں۔

اور ریحانہ رسول، جگر گوشہ بتول نور دیدہ علی سید الشباب اہل جنت حضرت امام حسین شہید کربلا کا بیٹا ہوں۔

ہمیں دھوکا دے کر مکہ سے بلایا گیا اور ہم مسافروں کے چھوٹے سے قافلے کو جنگل کربلا میں گھیر کر اس یزید کی فوجوں نے کئی روز تک بھوکے پیاسے رکھ کر میرے ابا جان کو ساقی کوثر کے فرزند کو قطرۂ آب سے ترسا ترسا کر کربلا کے توے پر تل ڈالا اور ان کے تمام رفقائے اہل بیت رسالت کو بھی تیر وسنان کی بارش برسا کر لہولہان کر کے شہید کر ڈالا ہے اور پھر تیغ ظلم سے ان تمام کے سر کاٹ کر نیزوں پر چڑھا لئے اور پھر سروں کا جلوس بنا کر شہر بشہر پھراتے ہوئے اب یزید کے پاس ہدیہ لائے ہیں۔

آپ کی یہ باتیں سنتے ہی اہل مسجد نے اس قدر ہائے ہائے کے نعرے اور آہ! کے شرارے عرش تک پہنچائے کہ شہر دمشق والے چھوٹے بڑے اپنے اپنے گھروں سے باہر نکل آئے۔

اب یزید پلید ڈرا کہ ایسا نہ ہو کہیں ان کے بیان سے بلوۂ عام ہو جائے اور لوگ ہم کو لوٹ لیں اور قتل کر ڈالیں۔ لہٰذا اس نے حکم دیا کہ جلدی سے شہیدوں کے سر دروازوں سے اتار کر چھپا لئے جائیں۔

Marfat.com

اس کے بعد اس نے موذن کو کہا ہاں تکبیر کہہ دے۔ موذن نے تکبیر شروع کر دی جب اس نے اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہا تو حضرت امام زین العابدین نے فرمایا کہ اے موذن! تجھے انہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم دیتا ہوں کہ ذرا ٹھہر جا، موذن چپ ہو گیا۔

تو آپ نے یزید سے فرمایا اے یزید! سچ بتا یہ محمد رسول اللہ میرے جد بزرگوار ہیں یا تیرے اور اگر تو جانتا ہے کہ ہمارے ہیں تو پھر تو نے میرے ابا جان کو کیوں ناحق قتل کروایا۔ ارے یہ وہ اہل بیت اطہار کہ جن کے دروازے سے بلا اجازت جبریل امین اندر نہیں آسکتے تھے تو نے ان کے حریم عصمت کو شہر بشہر پھرایا اور ابھی تو ان کے جد امجد کا کلمہ پڑھتا ہے۔

پھر آپ نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ بتاؤ سوائے ہمارے کوئی اپنا ہے جس کا نانا پیغمبر ہو اور جس کا دادا ساقی کوثر ہو۔

اس کلام کو سن کر سب بے اختیار رونے لگے کسی پر حالت غشی طاری ہو گئی اور کوئی عالم تحیر میں انگشت بدندان ٹکٹکی باندھے کھڑا ہے۔ پھر تو چاروں طرف سے امام حسین کے قاتلوں پر لعنتیں برسنے لگیں اور یزید کی طرف سے لوگوں کی طبیعت بگڑ گئی۔ اب یزید پلید غوغائے عام سے خوفزدہ ہو کر اٹھ کھڑا ہوا اور موذن سے جلد تکبیر کہلا دی۔

نماز کے بعد یزید نے ایسی مکاری کی چال کھیلی کہ تمام کو دھوکا میں ڈال دیا اور اپنے قبضے سے نکلنے نہ دیا۔

یعنی یزید نے بیان کیا کہ اے مسلمانو! میں سچ کہتا ہوں کہ چند بے ایمان آدمیوں نے مجھے اندھیرے میں رکھا ہے اور اس وقت میری عقل بھی دھوکا کھا گئی

Marfat.com

کہ میں ان کی چال کو سمجھ نہ سکا تھا۔ بے شک اس وقت مجھے جتنا بھی برا کہا جائے بجا ہے کیونکہ اگر میں ان کے فریب میں نہ آتا تو ایسا نہیں ہوسکتا تھا۔

ان کافر قسم کے لوگوں نے مجھے یہ غلط خبر دی تھی کہ کوئی جنگلی قبیلہ ہے اور بڑی جمعیت سے مقابلہ پر آیا ہے اور وہ زبردست طاقت سے لڑ رہا ہے۔ ان کی بغاوت کو روکنے کے لئے حکومت سے مزید امداد کی اشد ضرورت ہے سو میں نے نافہمی سے جنگی افسران کو سفارش کر دی کہ ہاں ان کو امداد دی جائے۔

لیکن یہ تو اب پتا چلا ہے کہ مجھے دھوکا دینے والے بے ایمان لوگ دراصل اہل بیت کرام کے دشمن تھے۔ اچھا اب اہل بیت اطہار کے دشمنوں کو زندہ تو میں بھی نہیں چھوڑوں گا ابھی ان کے وارنٹ گرفتاری جاری کرتا ہوں۔

ماتم اور سوگ

اب یزید پلید نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے سوگ میں سیاہ لباس پہنا اور تمام کو حکماً سیاہ لباس پہنایا اور صف ماتم بچھا کر بیٹھا اور ماتم کی مجلسیں قائم کیں جن میں بڑے زور شور اور کمال مکر کے ساتھ رنج والم کا اظہار کیا اور حکم دیا کہ تمام شہر میں حضرت امام کی شہادت کے افسوس میں مکمل ہڑتال کی جائے۔

یزید پلید کے محل میں نوحہ ولباس ماتم

کتاب جلاء العیون میں لکھا ہے کہ جس وقت مستورات اہل بیت عصمت و طہارت یزید پلید کے محل میں داخل ہوئے تو عورات ابی سفیان نے اپنے زیورات اتار دیئے اور لباس ماتم پہن کر آواز بنوحہ وگریہ زاری بلند کی اور تین روز ماتم رہا۔

(جلاء العیون جلد دوم ص ۲۴۵)

Marfat.com

ہند دختر عبداللہ بن عامر کہ اس زمانہ میں یزید کی وجہ تھی۔ اس نے پردہ کا خیال نہ کیا اور گھر سے نکل کر مجلس یزید ملعون میں جس وقت کہ مجمع عام تھا، آ کر کہا: اے یزید! تو نے سر مبارک امام حسین علیہ السلام پسر فاطمہ زہراء کا میرے دروازے پر لٹکایا ہے۔ یزید نے دوڑ کر کپڑا اس کے سر پر ڈال دیا اور کہا گھر چلی جا اور گھر میں جا کر فرزند رسول خدا، بزرگ قریش پر نوحہ وزاری کر۔ ابن زیاد نے ان کے بارہ میں جلدی کی میں ان کے قتل پر راضی نہ تھا۔ مولف فرماتے ہیں کہ یہ بات اس ملعون نے اپنی زوجہ کو سمجھانے کے لئے کہی تھی، ورنہ قاتل امام حسین کا وہی ملعون تھا۔

(جلاء العیون جلد دوم ص ۲۴۶)

کچھ دن اسی طرح سوگ وماتم کے بہانہ سے نکال لئے اتنے میں بات ٹھنڈی پڑ گئی۔

پھر ایک روز یزید نے سرداران کوفہ سے پوچھا کہ سچ بتاؤ، امام حسین کو شہید کس نے کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ خولی نے، خولی ملعون نے ڈر کے مارے کہا کہ حاشا میں نے نہیں مارا ہے۔ سنان نے مارا ہے۔ سنان سے پوچھا تو اس نے کہا کہ حضرت امام حسین کے قاتلوں پر لعنت ہو، میں نے نہیں مارا بلکہ شمر نے مارا ہے۔ اب یزید نے شمر سے پوچھا کہ ارے! سب لوگ کہتے ہیں کہ تو نے ہی امام کو شہید کیا ہے۔ شمر نے کہا، معاذ اللہ! میں نے نہیں شہید کیا۔ وہ سب جھوٹ کہتے ہیں۔ تو پھر یزید نے بہت غصے میں آ کر کہا کہ سچ بتاؤ ان کو شہید کس نے کیا ہے۔ ورنہ تجھے سزا دوں گا۔ شمر بولا کہ سچ بتا دوں: امام حسینؑ کے قاتل کو صاف ظاہر کر دوں۔ یزید نے کہا، ہاں، امام حسین کے قاتل کا جلد پتا بتا۔

شمر نے کہا کہ امام حسین کا قاتل وہی ہے جس نے پہلوانان عرب اور شام کو

Marfat.com

جمع کیا اور ان کو انعامات دینے کے لئے خزانوں کے منہ کھول دیئے اور ان کو وردیاں دیں، گھوڑے دیئے، ہتھیار دیئے جس نے نعمان ابن بشیر کو معزول کر کے اس کی جگہ ابن زیاد کو خاص اسی کام کے لئے کوفے کا گورنر بنایا تاکہ وہ امام حسین اور ان کے ساتھیوں کے سر کاٹ کر دمشق کے دارالحکومت میں پیش کرے۔

یزید نے یہ سن کر آتش ندامت سے جل بھن کر شرم سے سر جھکالیا اور شمر کو کچھ جواب نہ دیا۔

بخشش کی اپیل

اب یزید نے حضرت امام زین العابدین سے کہا کہ قتل امام کی وجہ سے بے شک میں اپنی جان پر ظلم کر بیٹھا ہوں۔

آپ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باطنی امانتوں کے وارث اور تمام جہان کے واسطے رحمت ہو۔ آپ مجھے کوئی عمل بتاؤ تاکہ میری بخشش ہو سکے۔ حضرت امام نے فرمایا کہ نماز اوابین پڑھا کر۔ جب اس نے نماز کی نیت باندھی تو اسے مرگی کا دورہ پڑ گیا دوسرے روز پھر نماز شروع کی تو پھر مرگی پڑ گئی تو اب اس نے حضرت امام سے آکر عرض کی کہ یہ نماز مجھ سے پڑھی نہیں جاتی۔

امام صاحب نے فرمایا کہ اگر تو پڑھا کرتا تو تیری بخشش ہو جاتی۔ اب چونکہ تو پڑھ نہیں سکتا تو یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے۔ پتا نہیں کہ وہ تیرے معاملے میں کیا کرنا چاہتا ہے۔

دمشق سے مدینہ منورہ

یزید نے اہل بیت اطہار کو مدینہ جانے کے واسطے اسباب سفر مہیا کر دیا۔ ہر

Marfat.com

ایک کے لئے بقدر حاجت خرچ اور کپڑے دیئے اور نعمان ابن بشیر کو تیں جوان مسلح دے کر حکم دیا کہ اہل بیت اطہار کے ہمراہ جاؤ اور ان کو بڑے آرام اور حفاظت سے مدینہ طیبہ پہنچا آؤ۔

حضرت امام زین العابدین جب شہداء کے سروں کو ساتھ لے کر دمشق سے روانہ ہوئے تو قدم قدم پر پدر بزرگوار کو یاد کر کے روتے تھے

کیا کہیں آ کے ہم اس دشت میں کیا کھو کے چلے
گھر سے آئے تھے یہاں ہنستے ہوئے رو کے چلے
دست امید چلے دھو کے ہر اک بات سے ہم
ہائے کیا آئے تھے گھر بار سے کیا ہو کے چلے

حضرت نعمان بن بشیر اہل بیت اطہار کو کمال تعظیم و تکریم کے ساتھ لے کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوا اور راستے میں بھی وہ ہر طرح سے اطاعت بجالائے۔ انہوں نے اہل بیت کے ساتھ تعظیم و تکریم کا کوئی دقیقہ نہ چھوڑا۔ جس جگہ اور جس وقت اہل بیت چاہتے عماری سے اتر آتے اور جب چاہتے اپنی مرضی سے سوار ہو جاتے۔ اترتے اور چڑھتے وقت نعمان اور دیگر سواران مسلح اہل بیت کے پاس سے الگ ہو جاتے اور دوسری طرف منہ پھیر کر کھڑے رہتے۔ رات کو سوتے وقت خصوصاً اہل بیت حضرات کی حفاظت کے واسطے چاروں طرف گھیرا باندھ کر کھڑے رہتے۔

روایت ہے کہ جب قافلہ مدینہ منورہ کے قریب آیا تو حضرت زینب نے ام کلثوم سے فرمایا کہ اے بہن! نعمان نے اہل بیت رسول کے ادب و احترام کا بہت خیال رکھا ہے اس کے صلے میں انہیں کچھ دینا چاہیے۔ حضرت ام کلثوم نے فرمایا کہ

Marfat.com

ہاں ضرور دینا چاہئے مگر کیا دیں۔ لہٰذا دونوں نے اپنے پاس جو کچھ خرچہ یا زیور تھا، اتار کر نعمان کو بھیج دیا اور فرمایا کہ آپ کا حق خدمت تو ہم اپنے پر بہت سمجھتے ہیں لیکن فی الحال یہی ہوسکا ہے۔ باقی قیامت کے دن بھی ہم لوگ آپ کے ساتھ بحسن سلوک پیش آئیں گے اور شفاعت کر کے بہشت میں لے جائیں گے۔

حضرت نعمان نے عرض کیا کہ اہل بیت اطہار کی خدمت تمام اہل ایمان پر فرض ہے۔ یہ میں نے کوئی احسان نہیں کیا بلکہ ایک غلام نے اپنا فرض ادا کیا ہے۔ الحمدللہ! کہ میری خدمت آپ کو قبول ہوگئی۔ آپ کی خوشنودی سے مجھ پر اللہ ورسول خوش ہوگئے۔ مجھے اور کیا چاہئے۔ (رضی اللہ عنہم)

اہل مدینہ

اہل بیت اطہار کے قافلے کی آمد کی خبر جب اہل مدینہ نے سنی تو ہر محلے کوچے کے مہاجر وانصار، مرد وعورت، چھوٹے بڑے استقبال کے لئے گھروں سے باہر آگئے۔ جب حضرت امام زین العابدین اور دختران وخواہران امام کی حالت کو دیکھا اور ادھر شہزادۂ کونین کے سر پر نظریں پڑیں تو اہل بیت کو اس مصیبت میں دیکھنا گویا کہ ایک سیخ گرم تھی جو کہ ان کے دلوں سے پار ہوگئی۔ روتے روتے سب بے اختیار ہوگئے۔ چہرے فق اور سینے شق ہوگئے۔ ان کی بے قراری سے حجر وشجر سے غم کا اظہار ہو رہا تھا۔ پہروں تک خاک پر لوٹ لوٹ کر سب چلاتے رہے اس وقت سینوں میں ایسا برچھا گڑ گیا کہ وہ مرغ بسمل کی طرح تڑپ رہے تھے۔ زبان اس حالت کی ترجمانی نہیں کرسکتی اور اس کی تحریک سے قلم کا جگر شق ہوا جاتا ہے۔

روایت ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایسا جانگداز رنج وغم پانچ مرتبہ گزرا ہے کہ اس

Marfat.com

وقت لوگوں نے سمجھا تھا کہ لامحالہ آج ہی قیامت قائم ہوگئی ہے۔

(۱) ایک جبکہ جنگ احد کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق شیطان لعین نے جھوٹی خبریں پھیلا دیں اور مدینہ طیبہ میں آکر آواز دی تھی کہ اے اہل مدینہ تمہارے محمد رسول اللہ کو کفار نے شہید کر دیا ہے، تو یہ خبر وحشت اثر سن کر مدینہ میں ایسا غم اور صدمہ ہوا کہ لوگوں نے جانا آج ہی قیامت قائم ہوگئی۔ اس وقت عورتیں بھی شہید ہونے کے لئے میدان کی طرف چل پڑی تھیں کہ جب رسول اللہ نہیں رہے تو ہم کیوں زندہ رہیں۔

(۲) دوسرے جس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو اس روز اہل مدینہ کے لئے گویا کہ قیامت قائم ہوگئی تھی وہ حالت تحریر و بیان سے باہر ہے۔

(۳) تیسرے جس روز سیّدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خبر شہادت کوفہ سے مدینہ پہنچی ہے تو اس وقت رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کے زخم پھر تازہ ہوگئے زمین تھرا رہی تھی اور آسمان پھٹتا نظر آ رہا تھا۔ وہ دن بھی بے شک قیامت ہی تھا۔

(۴) جس روز حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ مدینہ سے مکہ کو روانہ ہوئے تو امام کی جدائی اہل مدینہ کے لئے گویا رسول اللہ کی جدائی تھی۔ اہل مدینہ کے واسطے وہ صدمہ بھی قیامت سے کم نہ تھا۔

(۵) جس روز اہل بیت کا یہ قافلہ دمشق سے آیا تو اہل مدینہ نے آہ کے نعرے آسمان تک پہنچائے۔ لکھا ہے کہ بروز وفات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اہل مدینہ پر جو گزری تھی وہی حالت اس وقت نظر آئی جبکہ اہل بیت کرام کا یہ قافلہ

Marfat.com

دمشق سے مدینے پہنچا ہے۔

روایت ہے کہ جس وقت حضرت امام زین العابدین مع اہل بیت اطہار شہدا کے سروں کو لے کر مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے ہیں تو بے قرار ہو کر ام المومنین حضرت ام سلمٰی اپنے حجرہ سے باہر نکل آئیں اور وہ شیشہ جس میں کربلا کی خاک رکھی ہوئی تھی اب وہ خاک ''خون'' ہو چکی تھی یہ شیشہ ہاتھ میں لئے ہوئے آئیں جس وقت اہل بیت نے حضرت ام سلمٰی کو اور وہ شیشہ پر خون ان کے ہاتھ میں نظر آیا تو رنج و غم ان کا دوبالا ہو گیا۔

حضرت ام المومنین نے حضرت امام زین العابدین کو جب گلے سے لگایا ہے اس وقت کی آہ وزاری اور ہر ایک کی بے قراری اور حضرت ام سلمٰی کا ایک ایک کو آغوش میں لے لے کر رونا، یہ حالت احاطہ تحریر سے باہر ہے۔

حضرت زینب اور حضرت ام کلثوم نے جب حضرت ام سلمٰی سے لپٹ کر کہا کہ اے نانی! کیا کہیں کہ ہم تو دشت کربلا میں لٹ گئے۔ بھائی، بھتیجے، بیٹے سبھوں کے ساتھ چھٹ گئے۔

الغرض اسی حال میں حضرت ام سلمٰی اہل بیت رسول اولاد بتول کو اپنے ساتھ لے کر روضہ اقدس پر آئیں اور حضرت امام کا سر مبارک مزار اقدس پر رکھ دیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ آپ کا پیارا حسین ہے جو کہ رات و دن آپ کی آغوش رحمت میں پلا تھا۔

پھر بے اختیار ہو کر دلوں سے پر سوز آہیں چھٹ گئیں کہ جن سے روضہ اقدس جنبش میں آ گیا اور مسجد نبوی میں ایک زلزلہ پڑ گیا۔ جب مزار اقدس نے جنبش کھائی تو اندر سے آواز آئی: واحسینا نور عینا۔

Marfat.com

اس کے بعد حضرت ام سلمٰی نے اہل بیت اطہار کو تلقین صبر و رضا فرمائی اور تسلیاں دیتے ہوئے ہاتھ پکڑ کر سب کو گھر لے آئیں۔

اب حضرت امام زین العابدین نے حضرت امام عالی مقام کا سر مبارک کفنا کر جمیع مہاجر وانصار کے ساتھ جنت البقیع میں حضرت سیدہ پاک کے پاس امام حسن رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن کر دیا۔

اس کے بعد شہر و دیار کے لوگ مرد و عورتیں خبر شہادت سن سن کر جوق در جوق فاتحہ خوانی کے لئے آتے تھے اور واقعات کربلا سن کر آتش غم میں جل بھن کر بے خود ہو جاتے اور پھر افسوس کرتے کہ ہم کو خبر نہ ہوئی، ہم آپ کے ساتھ کیوں شہید نہ ہو گئے۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

بعد اس کے حضرت امام زین العابدین دن رات یاد الٰہی میں مشغول ہوئے اور دنیا کی لذتوں کو چھوڑ دیا اور واقعات کربلا اور مصیبت اہل بیت کو یاد کرتے رہتے۔

روایت ہے کہ ایک روز حضرت امام زین العابدین نے مدینہ طیبہ کے بازار میں ایک قصائی کو دیکھا کہ وہ ایک بکری کو ذبح کرنے کے لئے لے جا رہا تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ تو نے اس بکری کو دانہ گھاس کھلایا ہے یا نہیں' کیا اسے ٹھنڈا پانی پلایا ہے؟

قصائی نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ یا فرزند رسول! میں نے تین دن سے اس کو معمول سے زیادہ دانہ و گھاس کھلایا اور بروقت ٹھنڈا پانی پلایا ہے اور ابھی اسے

Marfat.com

پیٹ بھر کر آب و دانہ کھلا کر مذبح کی طرف لایا ہوں۔

یہ سن کر آپ نے آہ سرد بھری اور زار زار رونے لگے اور کلیجے کو تھام کر فرمایا کہ کوفیوں نے میرے ابا جان کو اس بکری جیسا بھی نہ جانا۔ دشت کربلا میں تین دن تک بھوکا پیاسا رکھا اور چوتھے روز پہلے تیروں سے چھلنی کر کے پھر ذبح کر ڈالا، اور پھر سر کاٹ کر لاشوں کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے کچل دیا یہ کہہ کر روتے روتے بے ہوش ہو گئے۔

ایک مرتبہ حضرت امام محمد باقر نے عرض کیا کہ ابا جان اتنی مدت ہو چکی ہے، لیکن ابھی تک آپ اس صدمہ کو کیوں نہیں بھولتے۔

آپ نے فرمایا کہ بیٹا جو کچھ میں نے دیکھا ہے وہ کسی نے نہیں دیکھا اور وہ باتیں بھولنے والی نہیں۔ (رضی اللہ عنہم)

واقعات روز عاشورہ

حضرت امام پاک کی شہادت کے بعد ایسا سرخ غبار اٹھا کہ ساری دنیا اندھیر ہو گئی کہ کسی کو اپنا ہاتھ نہ سوجھتا تھا۔ آفتاب سیاہ ہو گیا تھا۔

حدیث بیہقی کی روایت ہے کہ جس روز حضرت امام حسین شہید ہوئے آسمان سے اس قدر خون برسا کہ ہم لوگوں کے جتنے برتن گھڑے مٹکے تھے وہ سب کے سب خون سے لبالب بھر گئے۔

علی بن مسہر کا بیان ہے کہ میری دادی کہا کرتی تھیں کہ جب حضرت امام حسین شہید ہوئے تھے ان دنوں میں جوان لڑکی تھی۔ امام پر کئی دن آسمان رویا یعنی خون برسا اور چھ مہینے تک آسمان کے کناروں پر سرخی رہی۔

Marfat.com

بعض روایتوں میں ہے کہ سات دن تک آسمان ایسا خون رویا کہ اس کی سرخی سے دیواریں اور عمارتیں اس طرح سرخ ہوگئیں کہ جیسے کسم کے رنگ میں کپڑا رنگتے ہیں جو چیز اور جو کپڑا آسمان کے خون سے رنگین ہوا اس کی سرخی ٹکڑے ٹکڑے ہونے تک نہ گئی اور ایک مدت تک زمین پر خون کا اثر باقی رہا۔

بعض روایات میں ہے کہ کوفہ، شام، خراسان کی ہر گلی کوچہ میں خون بہتا تھا۔

ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ سرخی شفق کی جو کنارہ آسمان پر اب دنیا میں نظر آتی ہے یہ حضرت امام کی شہادت کے بعد ظاہر ہوئی ہے۔ اس سے پہلے یہ مطلقاً نہیں تھی۔

حدیث بیہقی کی روایت ہے کہ جس روز حضرت امام حسین شہید ہوئے تھے اس دن جس نے جو پتھر بیت المقدس کا اٹھایا تو نیچے اس کے تازہ تازہ سرخ لہو پایا اور اس روز سے تین روز بعد تک برابر اندھیرا رہا۔ ایسی تاریکی تھی کہ کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا اور سورج بباعثِ سورج گہن کے اتنا سیاہ ہوگیا کہ لوگوں کو گمان ہوگیا کہ قیامت آگئی ہے۔

ان دنوں جو کوئی اپنے منہ پر زعفران ملتا تھا تو اس کا منہ جل جاتا تھا چند روز تک آسمان مثل خون بستہ کے نظر آتا تھا۔

روایت ہے حضرت ام سلمٰی فرماتی ہیں کہ ایک دن دونوں نور عین حضرت امام حسن و حسین میرے گھر میں کھیلتے تھے۔ اس وقت جبرائیل امین نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ آپ کے بعد آپ کی امت کہلانے والے ہی قرۃ العین حضرت امام حسین کو شہید کر دیں گے۔ یہ مٹی ان کے مقتل کی ہے پس حضور نے وہ مٹی مجھے دی اور رو کر فرمایا کہ ام سلمٰی! یہ مٹی شیشہ میں بند کرلو جب یہ مٹی خون ہو جائے تو جانیو

Marfat.com

کہ میرا بیٹا حسین شہید ہوگیا میں نے رو کر وہ مٹی شیشہ میں بند کر کے رکھ لی۔

جب امام حسین مکہ سے کوفہ گئے تو میں بار بار وہ مٹی دیکھا کرتی تھی۔ عاشورہ کے دن دو پہر ڈھلے جب دیکھا تو اس مٹی کی کنکریوں سے خون ٹپ ٹپ نکلا چلا آ رہا تھا۔ یہ حال دیکھ کر میں بے اختیار رونے لگی۔ پھر جب خبر شہادت آئی تو معلوم ہوا کہ جس وقت یہاں شیشے کی مٹی خون ہوئی ہے اسی وقت رسول اللہ کے لخت جگر نے شہادت پائی تھی۔

ابو نعیم نے حبیب بن ثابت سے روایت کی ہے کہ حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا۔ اس کے بعد میں نے جنوں کا رونا کبھی نہیں سنا تھا پس آج جنوں کے رونے سے بھی میں نے جانا کہ میرا بیٹا حسین شہید ہوگیا۔ پھر حضرت ام سلمیٰ نے لونڈی کو فرمایا کہ باہر جا کر خبر تو لا کہ احباب کیوں روتے ہیں۔ لونڈی باہر جا کر خبرِ وحشت اثر لائی کہ جناب امام حسین شہید ہوگئے اور جن ان کے غم میں روتے ہیں جن جو شعر عربی کا پڑھتے اور روتے تھے وہ یہ ہے:

الا یاعین فابتھلی بجھد	ومن یبقی علی الشھداء بعدی
ہو سکے جتنا رو لے اے میری آنکھ	کون روئے گا پھر شہیدوں کو
علی رھط تقودھم المنایا	انی متجبر فی ملک عھدی
پاس ظالم کے کھینچ کر گئی لے	وائے موت! ان عزیزوں کو

راوی کہتا ہے کہ حضرت ام سلمیٰ سن کر بے اختیار ہوگئیں اور اتنا روئیں کہ غش آگیا اور دیر تک بے ہوش رہیں اور پھر تا زیست آنسو جاری رہے۔

روایت ہے کہ جابر حضرمی کی ماں کہتی ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

Marfat.com

کے غم میں میں نے جنوں کو روتے سنا کہ وہ بآواز بلند روتے تھے اور عربی کا یہ شعر پڑھ پڑھ کر بے قرار ہوتے تھے۔ اس شعر کا ترجمہ یہ ہے:

حسین کان رضا اور حسین کے اختر ہوئے شہید سناؤں تجھے اے دیدۂ تر

ابونعیم نے حبیب بن ثابت سے روایت کی ہے کہ جس روز حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی تھی تو میں نے خود سنا کہ اس روز جن امام پاک کے غم میں روتے تھے اور یہ شعر پڑھ پڑھ کر بے قرار ہو رہے تھے

مسیح النبی جبینہ فلہ بریق فی الخدود

ان کی جبیں کو چومتے تھے نبی، تھی چمک کیا ہی ان کے چہرے پر

ابواہ من علیا قریش جدہ خیر الجدود

ان کے ماں باپ تھے قریش سے افضل، ان کے نانا جہان سے بہتر

روایت ہے روضۃ الشہداء میں لکھا ہے کہ ام معید نے کہا کہ ایک دن جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے خیمے میں سو کر اٹھے تو وضو فرماتے ہوئے آپ نے کلی کا پانی ایک درخت کی جڑ میں پھینک دیا۔ صبح کو دیکھا تو اس جگہ ایک درخت پیدا ہو گیا تھا پھر اس میں پھل لگے، پھر تو وہ نوبت پہنچی کہ اگر اس پھل کو بھوکا کھاتا تو شکم سیر ہو جاتا اور پیاسا کھاتا تو سیراب ہو جاتا اور اگر بیمار کھاتا تو شفایاب ہو جاتا اور اگر کوئی دودھ والا جانور اس کے پتے کھالیتا تو اس کا دودھ زیادہ ہو جاتا تھا۔ ہم نے اس درخت کا نام شجر مبارک رکھا تھا۔

پھر اس بات کی مشہوری ہوگئی اور اطراف سے لوگ بطلب شفا آتے تھے اور ہم سے پتے مانگ کر لے جاتے تھے۔

ایک روز صبح کو دیکھا تو اس کے پھل سب جھڑ گئے تھے اور پتیاں چھوٹی چھوٹی

Marfat.com

ہو گئی تھیں۔ اس وقت میری طبیعت بہت گھبرائی تو پھر اچانک جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر آ گئی۔

اس کے بعد پھر چھوٹے چھوٹے پھل لگتے تھے اور اس سے لوگوں کو فائدہ ہوتا رہا۔ پھر اس سے تیس سال بعد صبح کو دیکھا کہ اس درخت کے پھل اور پتے سب جھڑ گئے اور اس میں کانٹے نکلے ہوئے ہیں تو اچانک حضرت امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کی خبر مل گئی۔

پھر اس کا پھل تو نہ نکلا لیکن ہم اس کے پتوں سے فیض اٹھاتے، بیمار لوگ آرام پاتے تھے۔

پھر ایک روز صبح کو دیکھا کہ اس درخت سے خون جاری ہے یہ دیکھ کر میں نے کہا کہ دیکھئے اب کون سا حادثہ عظیم سننے میں آتا ہے تو پھر اس درخت سے رونے کی آواز آنے لگی بظاہر کوئی رونے والا نظر نہیں آتا تھا۔ اتنے میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی خبر شہادت پہنچ گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

حضرت امام پاک کے گستاخوں کو قدرتی عذاب

زہری سے روایت ہے کہ جو لوگ معرکہ کربلا میں حضرت امام کے قتل میں شریک تھے یا فقط یزیدی لشکر میں شامل تھے مگر لڑتے نہ تھے، صرف کھڑے تماشا دیکھتے تھے، یا جو لوگ وہاں حاضر تو نہ تھے لیکن امام حسین کے قتل کی خبر سن کر خوش ہوئے تھے۔

یہ سب کے سب طرح طرح کی بلاؤں میں گرفتار ہوئے۔ انہوں نے موت سے پہلے بڑے بڑے عذاب اٹھائے ہیں۔

Marfat.com

سب سے پہلے تو ایک سو تر یسٹھ کے پیٹ پھٹنے کا واقعہ گزرا۔

پھر بعض اندھے ہو گئے اور بعضوں کے منہ کالے ہوئے۔

بعضوں کی دولت وسلطنت چند ہی دنوں میں لٹ گئی اور غم وغصہ میں جل بھن کر ذلت کی موت مرے۔

بعض پیاس کے مارے پانی پانی کرتے اور پانی پیتے جاتے تھے مگر پیاس نہیں بجھتی تھی۔اس شدت پیاس کے عذاب سے مر گئے اور بعض قتل ہوئے۔

غرض کہ بعد واقعہ کربلا ابن زیاد کے لشکری کیا پیادہ کیا سوار، کیا خادم کیا مخدوم، دم بھر بھی آرام سے جی نہ سکے۔

روایت: امام سدی (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ ایک مقام میں مجمع کثیر تھا اور کربلا کا ذکر ہو رہا تھا اور میں سن سن کر رو رہا تھا۔اہل مجمع کہہ رہے تھے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے دشمنوں سے ہم نے کسی کو بھی ایسا نہیں دیکھا جو کہ مصیبت اور فضیحت دنیا میں گرفتار نہ ہوا ہو ہر ایک قبل مرنے کے کسی نہ کسی بلائے عظیم میں ضرور مبتلا ہوا ہے۔

ایک بوڑھا کمبخت اس مجلس میں تھا اس نے کہا کہ تم لوگ غلط کہتے ہو۔میں بھی تو قتل حسین میں شریک تھا، مگر اب تک کسی بلا میں گرفتار نہیں ہوا۔اچھا بھلا ہوں میں تو کبھی بیمار بھی نہیں ہوا۔یہ کہتا ہوا چراغ کی بتی نکالنے لگا ناگاہ چراغ سے شعلہ بھڑکا اور اس بوڑھے کو گھیر لیا۔پھر تو سارا بدن اس کا موم بتی کی طرح جلنے لگا۔اب وہ اچھلتا، کودتا اور کہتا تھا کہ ہائے جلا ہائے جلا آخر دریا کی طرف بھاگا اور چھلانگ لگا دی۔دریا کا پانی اس کے لئے تیل بن گیا دریا کے اندر ہی اس کی ہڈیاں جلنے لگیں اور اس کے منہ سے چنگاریاں نکلنے لگیں۔آخر دریا میں ہی جل کر خاک سیاہ ہو گیا۔

Marfat.com

روایت: سدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک امیر نے میری مہمانی کی اور اس مجلس میں اور بھی بہت سے لوگ بلائے ہوئے تھے۔ اس نے سبھوں کی خوب قدر دانی کی۔ بعد میں تذکرہ شروع ہوا کہ جو لوگ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک ہوئے تھے، عذاب آخرت کے علاوہ دنیا میں ہی وہ بری طرح رسوا ہو کر ذلت کی موت مرے ہیں۔ ان کا جینا بھی ان کے لئے عذاب بن گیا ہے اور جب مرے تو بھی بری موت مر کر فی النار ہوئے۔ وہی امیر مجلس جس کے گھر دعوت تھی یہ بے دھڑک ہو کر بول اٹھا کہ آپ لوگ یہ کیا کہتے ہیں میں بھی قتل حسین میں شریک تھا مگر اب تک مجھ پر کوئی بلا نہیں آئی۔ واقعہ کربلا کے بعد آج تک کوئی بیماری نہیں دیکھی۔ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ ایک شعلہ چراغ سے نکل کر اس کی طرف دوڑا اور روئی کی طرح اس کو آگ لگ گئی۔ جس نے اس شیطان کے جسم کو کوئلہ بنا دیا۔ راوی کہتا ہے کہ خدا کی قسم میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے یہ معلوم ہوتا تھا کہ لکڑی کا کندا جل کے سیاہ کوئلہ ہو گیا۔

واقدی سے روایت ہے کہ حاضرین معرکہ کربلا میں سے ایک بوڑھا تھا۔ بعد واقعہ کربلا کے وہ یکدم اندھا ہو گیا تو لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تیری بینائی یکدم کیوں جاتی رہی۔ اس نے کہا کہ ایک رات میں نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ آستین مبارک چڑھائے ہوئے ہیں اور ہاتھ میں ننگی تلوار لئے کھڑے ہیں۔ آپ کے آگے چمڑا بچھا ہوا ہے میرے دیکھتے ہی دیکھتے آپ نے حضرت امام حسین کے دس قاتلوں کو ہلاک کر کے اس چمڑے پر ڈال دیا اور جب آپ کی نظر مجھ پر پڑی تو آپ نے مجھ پر بہت لعنت و ملامت کی اور لہو میں ڈبو کر ایک سلائی میری آنکھوں میں لگا دی تو اسی وقت میں اندھا ہو گیا۔

Marfat.com

شواہد النبوت میں لکھا ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک بدبخت نے خطبہ پڑھتے وقت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر اظہار خوشی کیا تھا تو پھر اسی وقت ہاتف غیبی نے بآواز بلند عربی کے تین شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

(۱) اے شہید کرنے والو! حضرت امام حسین علیہ السلام کو مژدہ ہو تم کو عذاب وذلت کا۔

(۲) آسمان پر ارواح انبیاء اور فرشتے تم پر نفرین کرتے ہیں۔

(۳) بے شک تم ملعون ہو سلیمان کی زبان سے اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ و السلام کی زبان سے۔

روایت ہے شیخ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کہ ہمارے پاس ایک شخص مسائل شرعیہ سیکھنے آیا کرتا تھا مگر ہمیں اس کی صحبت سے بہت نفرت آتی تھی اور اس کے بولنے کے وقت اس کے منہ سے ایسی بدبو آتی تھی کہ جان نکلی جاتی تھی۔ آخر ایک دن میں نے اس سے بدبو کا سبب پوچھا تو وہ بہت شرمندہ ہوا اور اس نے سر جھکا لیا۔ پھر کہنے لگا کہ میں آپ سے اس بدبو کا حال عرض کرتا ہوں مگر آپ مجھ پر ناراض ہو جائیں گے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ میں معرکہ کربلا میں لشکر ابن زیاد میں تھا اور دریائے فرات پر نگہبانی کرتا تھا۔ امام حسین علیہ السلام کے لشکریوں کو پانی نہیں لینے دیتا تھا۔ بعد واقعہ کربلا کے ایک رات خواب میں دیکھتا ہوں کہ قیامت قائم ہے اور میں پیاس سے بے اختیار ہوں۔ لب اور زبان پر کانٹے پڑ گئے اور بولنے سے لاچار ہو گیا تھا، جس شخص سے پانی مانگتا ہوں مجھے دیتا نہیں۔ واویلا کرتا ہوں کوئی میری خبر نہیں لیتا۔ ناگاہ دیکھتا ہوں کہ حضرت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیّدنا علی مرتضیٰ اور حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین اور بھی بعض اکابر صحابہ

Marfat.com

کرام رضوان اللہ علیہم حوض کوثر کے کنارے پر بیٹھے ہوئے ہیں اور کچھ صحابہ گرد و پیش کھڑے ہیں اور لوگوں کو پانی پلا رہے ہیں میں دوڑتا ہوا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پہنچا اور پانی طلب کیا۔ آپ نے حکم دیا کہ اسے پانی پلاؤ مگر کسی نے مجھے پانی نہ دیا اور میری طرف التفات نہ کیا۔ اسی طرح تین مرتبہ میں نے حضور نبوی میں استغاثہ کیا مگر کسی نے بھی میرے حال پر رحم نہ کھایا مجھے پانی نہ ملا۔

چوتھی بار میں نے بآواز بلند سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پانی نہ ملنے کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا اسے پانی کیوں نہیں دیتے۔ ان لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ شخص لشکریان ابن زیاد میں سے ہے اور یہ فرات کنارے پانی پر نگہبان تھا۔ یہ حضرت امام حسین کے ساتھیوں کو فرات کنارے آنے نہ دیتا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں تب اسے قطران (۱) پلا دو۔ غرض لوگوں نے مجھے قطران پلا دیا اور میں فوراً نیند سے چونک پڑا۔ اس وقت میرے منہ سے ایسی بدبو آتی تھی کہ توبہ توبہ جان نکلی جاتی تھی۔ اس وقت کے بعد جو بھی کھاتا پیتا ہوں قطران ہو جاتا ہے اور اس کی بدبو سے میرا اور میرے پاس بیٹھنے والوں کا کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ شیخ حسن بصری نے فرمایا کہ دور ہو جا آج کے بعد میرے سامنے مت آنا۔ آخر وہ بدبخت ذلیل و خوار ہو کر مر گیا۔

ابو المفاخر سے روایت ہے کہ ایک شخص کعبہ معظّمہ کا طواف کر رہا تھا اور منہ پر ایک پردہ لٹکایا ہوا تھا اور آہ سرد بھر بھر کر کہہ رہا تھا کہ خداوندا! میرا گناہ بخش دے میں یقین کے ساتھ جانتا ہوں کہ میرا گناہ نہیں بخشا جائے گا میری خطا معاف نہیں ہو سکتی مشائخ حرم نے کہا کہ بھائی! منہ پر پردہ ڈالے تم اتنا کیوں رو رہے ہو خدا کی رحمت

---

(۱) قطران سیاہ رنگ کا ایک نہایت بدبودار تیل ہوتا ہے۔

Marfat.com

سے کیوں ناامید ہوتے ہو جو کوئی یہاں پہنچ کر گریہ وزاری کرتا اور خشوع وخضوع کے ساتھ توبہ کرتا ہے خواہ اس کے گناہ ریگ دریا کے دانوں سے بھی زیادہ ہوں اللہ تعالیٰ معاف فرمادیتا ہے صفحہ اعمال سے اس کے حرف خطا کو بالکل مٹادیا جاتا ہے۔

تجھے خدا کی رحمت سے ناامیدی کیوں ہے، بتلاؤ تو سہی وہ کیا خطا کر چکا ہے کہ جس سے تو اس قدر بدحواس ہے۔

اس شخص نے کہا اچھا، ادھر آؤ میرا حال سنتے جاؤ۔

مشائخ حرم ایک طرف ہو کر اس کے پاس بیٹھ گئے اور وہ سنانے لگا کہ میں کربلا کے اندر لشکر ابن زیاد میں شریک تھا اور پھر بعد واقعہ کربلا کے ہم لوگ حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر لے کر دمشق کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک منزل پر رات کے وقت ہم چالیس سپاہی پہرہ پر تھے۔ اس رات مجھے اپنی بدبختی پر رونا آیا کہ ہم لوگوں نے آلِ رسول کے ساتھ کیا کیا ہے۔ اس رات میری طبیعت بہت گھبرائی تھی۔ ناگاہ کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں اور آپ کے ساتھ حضرت شیر خدا علی المرتضیٰ اور حضرت امام حسن اور حضرت حمزہ اور حضرت جعفر طیار رضوان اللہ علیہم اجمعین آئے ہیں اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کے ساتھ پیار کرتے اور روتے ہیں۔

پھر حضرت جبرئیل نے حاضر ہو کر عرض کی کہ یارسول اللہ! یہ کچھ فرشتے آئے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ ان مغرور پہرہ داروں کو ہلاک فی النار کرو۔ آپ نے فرمایا ہاں حکم الٰہی بجالائیں۔ پھر تو ان پہرے داروں پر شپاشپ فرشتوں کی آتشیں تلواریں برسنے لگیں اور لاشیں اشقیا کی لکڑی کی طرح جلنے لگیں۔ یہاں تک کہ انتالیس تو جل گئے جب میری باری آئی تو میں نے کہا آہ الا ان یا رسول اللہ

Marfat.com

تب آپ نے فرمایا کہ میرے سامنے سے دور ہو جا لا غفر اللہ لك یعنی خدا تیری مغفرت نہ کرے، تجھے جنت نصیب نہ ہو۔

اس واسطے میں جانتا ہوں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان سے نکلے ہوئے لفظ بدل نہیں سکتے، میری بخشش نہیں ہوگی۔

پھر اہل حرم نے کہا دکھا تو سہی تو نے چہرے کو کیوں چھپایا ہوا ہے اس نے کہا کہ اس واقعہ سے میرا منہ جل گیا ہوا ہے۔ رنگ چہرے کا بدل گیا ہے لوگوں کے بہت اصرار کرنے سے اس نے منہ سے کپڑا اٹھایا تو بجنسہ منہ اس کا خنزیر کا سا ہو گیا تھا اور دانت اس کے سور کی طرح منہ سے باہر نکلے ہوئے تھے۔

دیکھتے ہی مشائخ حرم نے کہا دور دور، ایسا نہ ہو کہ تیری شامت ہم لوگوں کو بھی اثر کرے۔ پھر وہ منہ پر پردہ لٹکائے حرم سے باہر نکلا۔ ابھی دس قدم بھی نہ گیا تھا کہ غضب الٰہی کی بجلی اس پر گری اور وہ شیطان اسی جگہ جل کر راکھ ہو گیا۔

روایت ہے کہ جس شقی نے حضرت امام پاک کا سر شکار بند کے ساتھ باندھا تھا وہ بد بخت پہلے نہایت خوبصورت تھا لشکر ابن زیاد میں سب سے زیادہ شکیل تھا۔ واقعہ کربلا کے بعد اس کا رنگ سیاہ ہو گیا لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تیری صورت کیوں بگڑ گئی ہے۔ اس نے کہا کہ جس دن سے میں نے حضرت امام حسین کا سر مبارک شکار بند سے باندھا ہے اس روز سے مجھ پر یہ عذاب مقرر ہو گیا ہے کہ ہر رات کو دو آدمی آتے ہیں اور وہ مجھے کھینچ کر جنگل میں لے جا کر آگ پر الٹا کر کے میرا منہ جلاتے ہیں۔ میں سخت تباہی میں ہوں، میں کیا کروں۔

راوی کہتا ہے کہ تا زندگی وہ شخص اسی بلا میں مبتلا رہا۔ آخر اسی عذاب میں ہی فی النار ہوا۔

Marfat.com

روایت ہے کہ بعد شہادت حضرت امام کے سر سے عمامہ اتار کر جابر بن یزید نے اپنے سر پر رکھا تو وہ پلید فوراً پاگل ہو گیا۔ اس کے دل و دماغ میں ایسی جھلکی آئی کہ اسے لوگوں نے طوق و زنجیر میں قید کیا۔ آخر اسی طرح طوق لعنت گلے میں ڈالے ہوئے ہلاک ہوا۔

روایت ہے کہ جونا حضرمی نے کربلا میں حضرت امام پاک کا کرتہ اتار کر خود پہن لیا تو وہ بد بخت کوڑھی ہو گیا اور اس کے سر اور داڑھی کے تمام بال گر پڑے اور رسوائے عالم ہوا۔

کرتہ پاک میں ایک سو ستر سوراخ کوفیوں نے گنے تھے جو کہ تیروں اور نیزوں سے جسم عالی زخمی کیا گیا۔

روایت ہے کہ اسود بن خظلہ نے امام پاک کی تلوار پر قبضہ کر لیا تھا تو اس بد بخت کے سارے جسم پر آبلے پڑ گئے تھے اور سر سے پاؤں تک تمام بدن اس کا سڑ گیا اور کوڑھی ہو کر بری موت مرا۔

روایت ہے کہ جس شقی نے حضرت علی اصغر کے حلق پر تیر مارا تھا اس خبیث کے پیٹ کی طرف ایسی گرمی اور جلن کی لہر دوڑتی تھی کہ مارے گرمی کے اس کو پانی میں بھگو بھگو کر پنکھا کرتے تھے اور پیچھے اس کے آگ جلاتے تھے۔ سردی سے اکڑا جاتا تھا اور واویلا کرتا تھا کہ جان جاتی ہے اور پیاس کا یہ زور کہ پانی کے مٹکے پی جاتا تھا مگر پیاس نہ بجھتی تھی، کہتا تھا اور پانی لاؤ، ہائے پانی، آخر اس کا پیٹ پھٹ گیا اور پانی پانی کہتے ہلاک ہو گیا۔

روایت ہے کہ کوفیان بد بخت نے حضرت امام کے جو اونٹ لوٹ لئے تھے جب ان کو ذبح کر کے پکاتے تو وہ گوشت تمہ سے بھی زیادہ کڑوا ہو جاتا۔ اشقیا ایک

Marfat.com

لقمہ بھی نہ کھا سکتے تھے۔

کنز الغرائب میں روایت ہے کہ بصرہ کے قاضی ابوعبداللہ کہتے ہیں کہ میرا ایک دوست یکدم اندھا ہو گیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ تم ایک دم اندھے ہو گئے، کیا سبب ہوا۔ اس نے رو رو کر کہا کہ میں اپنی شامت سے ابن زیاد کے لشکر میں مل کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے لڑنے کے واسطے گیا تھا۔ واقعہ کربلا کے بعد اپنے گھر پہنچا اور رات کو خواب دیکھتا ہوں کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور اس نے کہا کہ تجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بلاتے ہیں میں اس کے ساتھ دربار نبوی میں پہنچا اور دیکھا کہ آپ کے دائیں بائیں صحابہ کرام مودب بیٹھے ہوئے ہیں اور حضرت امام حسین بھی خون سے رنگین پیراہن پہنے ہوئے آپ کے پاس بیٹھے ہوئے کچھ آہستہ آہستہ باتیں کر رہے ہیں اور بھی بہت سے لوگ چاروں طرف کھڑے ہوئے ہیں۔ اتنے میں دیکھتا ہوں کہ ایک شخص پکڑ کر لایا گیا اور اس کے متعلق بتایا گیا کہ یہ کربلا میں لشکر اشقیا میں تھا اور اس نے اہل بیت کے فلاں شخص کو شہید کیا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ سے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ تلوار سے اس کا سر اتارو جب اس پر تلوار چلاتے ہیں تو تلوار سے آگ نکلتی ہے اور وہ منہ کے بل گر پڑتا ہے اور جل کر ہلاک ہو جاتا ہے۔ پھر اسی طرح اوروں کو پکڑ پکڑ کر لایا جاتا ہے اور اسی طریقہ سے مارا جاتا ہے۔ ان لوگوں کا حال دیکھ کر میں بے مارے ہی مر گیا۔ اب میں حاضر ہوا اور عرض کیا السلام علیک یارسول اللہ! آپ نے سلام کا جواب نہ دیا اور تیور بدل کر غصہ کی نظر سے میری طرف دیکھا اور فرمایا: اے خدا کے دشمن! تو نے میرا خوب لحاظ پاس کیا کہ میری اولاد کو مارنے گیا، تو میں نے عرض کی یارسول اللہ! میں نے حضرت امام حسین یا آپ کے کسی ساتھی پر تلوار نہیں چلائی فقط اس قدر قصوروار ہوں کہ لشکر ابن زیاد میں شریک تھا اور دونوں لشکروں کا حال دیکھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا اگرچہ تو نے تلوار سے کسی کا سر نہ اتارا لیکن شامل تو

Marfat.com

لشکر ابن زیاد میں تھا۔ پھر آپ نے فرمایا یہ دیکھ میرے جگر گوشہ کا خون میں نے دیکھا تو ایک طشت میں تازہ خون پڑا تھا۔ پس آپ نے اس خون میں ڈبو کر ایک سلائی میری آنکھوں میں لگا دی میں مارے ڈر کے چونک پڑا اور اسی وقت سے اندھا ہو گیا ہوں قاضی نے کہا: اے نالائق! یہ تو دنیا پر سزا ہے اور قیامت کے دن خدا جانے تجھے کیسی سزا ہو گی۔

امام پاک کی شہادت کے بعد

یزید پلید کا رویہ

چونکہ حضرت امام حسین کا وجود مبارک یزید پلید کی کج روی کے لئے ایک زبردست محتسب تھا۔ یزید جانتا تھا کہ آپ کے ہوتے ہوئے مجھے بے مہاری کا موقع میسر نہیں آئے گا اور میری گمراہی اور بدمعاشی پر حضرت امام صبر نہ فرمائیں گے۔

اس کو نظر آتا تھا کہ امام جیسے سچے مسلمان کا تازیانہ عبرت ہر وقت میرے سر پر گھوم رہا ہے۔

بدیں وجہ وہ امام پاک کی جان کا دشمن تھا۔ اسی لئے حضرت امام پاک کی شہادت اس کے لئے باعث مسرت ہوئی۔

حضرت امام کا سایہ اٹھنا تھا کہ اس شیطان کی طبیعت کھل گئی اور اس کی شقاوت حد سے بڑھ گئی اور وہ طرح طرح کے فتنہ وفساد پر آمادہ ہوا اور معاصیت کی گرم بازاری ہو گئی۔ حرام کاری، شراب خوری، لواطت، جوا اور سود کو اس نے دھڑلے سے رواج دیا۔

Marfat.com

پھر اس کی سرکشی یہاں تک پہنچی کہ اس نے مسلم بن عقبہ کو بائیس ہزار لشکر دے کر مدینہ طیبہ کو لوٹنے اور تباہ کرنے کے لئے بھیجا۔ یہ ۶۳ھ کا واقعہ ہے کہ اس مردود نے مدینہ طیبہ میں قتل و غارت کا وہ طوفان برپا کیا کہ اللہ کی پناہ۔

سات ہزار صحابہ کو شہید کیا اور تین ہزار دوسرے باشندگان مدینہ شہید کر دیئے۔ یعنی دس ہزار مسلمانوں کو شہید کیا اور لڑکوں کو قید کر لیا اور تمام شہر لوٹ کر برباد کر دیا۔ مسجد نبوی کے ستونوں میں گھوڑے باندھے تین دن تک مسجد میں نماز کے لئے کوئی نہ آ سکا صرف حضرت سعید بن مسیّب دیوانہ بن کر اپنی جان سے ہاتھ دھو کر وہاں حاضر رہے ہیں۔

فضیلت مدینہ طیبہ

(از کتاب "جذب القلوب" مصنفہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ

مطبع نول کشور کانپور ص ۲۶ تا ۴۰)

منجملہ اشرافت وفضیلت مدینہ منورہ کے یہ بھی ہے کہ اس زمین پاک پر مسجد نبوی ہے جو کہ انبیاء کی مسجدوں سے آخری مسجد ہے اور اسی شہر میں مسجد قبا ہے جو دین محمدی میں سب مسجدوں سے پہلے بنائی گئی ہے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف اور منبر کے درمیان چمن ہے جنت کے چمنوں میں سے یعنی ریاض الجنت اور مسجد شریف میں منبر ہے جو کہ بہشت بریں کی کرسی ہے اور اس شہر کی حد میں ایک پہاڑ ہے جنت کا یعنی جبل احد، یہ پہاڑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبّ اور محبوب ہے اور مقبرۂ جنت البقیع ہے جو کہ مقام ہے رسول اللہ کی آلِ پاک اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اور اس زمین میں مشہد مبارک ہے سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا۔

تمام شہر فتح ہوئے تلوار سے لیکن مدینہ طیبہ فتح ہوا ہے برکت سے۔

Marfat.com

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کے رہنے والوں کی تعظیم کرنے کے لئے وصیت فرمائی ہے اور فرمایا مدینہ میری ہجرت کی جگہ ہے اس جگہ میری قبر ہوگی اور یہاں سے ہی میں بروز محشر اٹھایا جاؤں گا۔ میری امت پر لازم ہے کہ وہ میرے ہمسایوں کی حفاظت اور تعظیم کریں جو شخص میرے ہمسایہ کی عزت کو نگاہ رکھے گا میں قیامت کے دن گواہ ہوں گا اور اس کی سفارش کروں گا جو شخص میرے ہمسائے کی بے عزتی کرے گا، پلایا جائے گا اس کو دوزخیوں کا خون اور پیپ جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ لڑائی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو گلائے گا آگ میں جیسا کہ آگ میں سیسہ گل جاتا ہے یا نمک گل جاتا ہے پانی میں۔

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ مبارک اٹھا کر دعا فرمائی یا اللہ جل جلالہ! جو شخص میری برائی کا، یا میرے اس شہر والوں کی برائی کا ارادہ کرے اس کو جلد ہلاک کر دینا اور ان کو گرفتار کرنا عذاب میں۔

حدیث صحیح مسلم شریف میں ہے کہ لوگوں نے اس عذاب سے عذاب آخرت مراد لیا ہے لیکن ظواہر احادیث اس کے خلاف ہے۔ اس واسطے کہ بعد مستحق ہونے عذاب آخرت کے اللہ تعالیٰ کی تقدیر کا جاری ہونا اس طور پر آیا ہے کہ جو شخص ایذا دینے اور لڑائی کرنے کے لئے اہل مدینہ پر چڑھائی کرتا ہے تو وہ تھوڑی مدت میں اس کے وبال میں گرفتار ہو کر ہلاک ہو جاتا ہے۔

امام احمد بن حنبل حدیث صحیح میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ جو شخص اہل مدینہ کو ڈرائے گا، تحقیق اس نے مجھے ڈرایا۔

روایات نسائی میں آیا ہے کہ جو شخص ڈرائے اہل مدینہ کو ظلم سے تو ڈرائے گا

Marfat.com

اس کو اللہ تعالیٰ اور ہوگی اس پر لعنت اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور انسانوں کی تمام کی اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ اس کا کوئی عمل خواہ فرض ہو یا نفل مقبول نہیں۔

چنانچہ بعض اوقات یزید پلید کے زمانہ ان احادیث مذکورہ کے مصداق ہیں۔

جیسا کہ یزید پلید کے ظلم سے حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے دوسرا ظلم اس کا واقعہ حرہ ہے جو اس پلید ستم گر نے اہل مدینہ پر ظلم کے پہاڑ الٹا دیئے۔ اس کے بعد مکہ معظّمہ میں اس کے ظلم سے پکاریں پڑ گئی تھیں۔

واقعہ حرہ

مدینہ طیبہ میں قتل و غارت کا طوفان

واقدی کتاب حرہ میں ایوب بن بشیر سے روایت کرتے ہیں کہ خورشید رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر کے لئے باہر نکلے تو حرہ زہرہ میں پہنچ کر کھڑے ہو گئے اور پڑھا: اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ یہ سن کر صحابہ کرام نے جانا کہ شاید اس سفر کا انجام اچھا نہیں اور اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی ہوگی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور سے عرض کیا کہ اِنَّا لِلّٰہِ کے پڑھنے کا کیا سبب ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مارے جائیں گے اس حرہ سنگستان میں بہترینِ امت میرے بعد۔

دوسری روایت میں آیا ہے کہ آپ اس جگہ جب پہنچے جو ہاتھ مبارک سے اشارہ کر کے فرمایا کرتے تھے کہ اس حرہ میں مارے جائیں گے میری امت کے بہترین لوگ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اور وہ حضرت کعب احبار سے

Marfat.com

روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ تورات میں آیا ہے کہ مدینہ منورہ کے پورب میں سنگستان میں کچھ ایسے لوگ شہید ہوں گے کہ قیامت کے دن ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند سے زیادہ روشن ہوں گے۔

ابن زبالہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وقت میں بہت بارش ہوئی تو امیر المومنین اپنے یاروں کے ساتھ سواد مدینہ کی سیر کو نکلے جب اس جگہ پہنچے جس کو حرہ راقم کہتے ہیں وہاں پر سیل پانی کی ہر طرف بہتی تھی۔ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ آپ کے ہمراہ تھے۔ وہ قسم کھا کر کہنے لگے: یا امیر المومنین! جس طرح یہاں سیلیں پانی کی جاری ہیں اسی طرح یہاں خون کی سیلیں جاری ہوں گی۔

حرہ زہرہ مدینہ طیبہ سے ایک میل کے فاصلے پر واقع ہے جو کچھ ہتک اور بے عزتی یزید کے ہاتھ سے اس شہر خیر البلاد کی ہوئی ہے اس کا ذکر کرنا اگرچہ اچھا معلوم نہیں ہوتا لیکن چونکہ اس کے واقع ہونے کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے سے خبر دی تھی اور فرمایا تھا جو شخص اہل مدینہ کو ایذا دے اور خوف دلائے وہ دنیا و آخرت کے عذاب میں گرفتار ہوگا۔ اس واقعہ کا انجام جیسا فرمایا تھا، ویسا ہی ہوا۔ آپ نے یہ بھی خبر دی تھی کہ مدینہ طیبہ نہایت آباد ہونے کے بعد ویران ہو جائے گا آدمی اس کو چھوڑ جائیں گے اور جنگلی جانور اس میں آ گھسیں گے۔ یہی واقعہ حرہ ہے۔ اسی کے متعلق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ مدینہ میں ایک ایسی لڑائی ہوگی کہ دین یہاں سے صاف نکل جائے گا جیسے بال مونڈتے ہیں تم لوگ اس دن مدینہ سے باہر چلے جانا اگرچہ ایک منزل کی قدر جا سکو۔

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ یا الٰہی مجھ کو ۶۰ ھ کے حادثوں سے اور لڑکوں کی حکومت سے نگاہ رکھنا اور وہ دن آنے سے پہلے مجھ کو دنیا سے اٹھا لیا جائے تو بہتر ہے۔ یہ اشارہ تھا یزید پلید کے زمانے کی طرف کہ وہ ۶۰ ھ میں تخت شقاوت پر بیٹھا اور واقعہ حرہ اس پلید کے ہاتھ سے واقع ہوا۔

طبرانی نے ایک خبر طویل میں عروہ بن زبیر سے روایت کی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مرنے کے بعد عبداللہ بن زبیر نے یزید پلید کی اطاعت اور بیعت سے انکار کیا تو یزید نے یہ سن کر قسم کھائی کہ واللہ میں عبداللہ بن زبیر کی گردن میں طوق ڈالوں گا بعد اس کے ایک شخص کو عبداللہ کے بلوانے کو بھیجا تو حضرت عبداللہ بن زبیر کے یاروں نے مشورہ دیا کہ اگر آپ چاندی کا طوق بنوا کر یزید کی قسم پوری کرنے کے واسطے اپنی گردن میں ڈال لیں اور اوپر سے کپڑے پہن لیں تو یقین ہے کہ آپ اس کے ہاتھ سے سلامت رہ سکیں گے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہرگز اس کو اس قسم میں سچا نہ کرے گا۔ میں ہرگز اس غیر حق پر نرم نہ ہوں گا' جب تک سخت پتھر دانتوں کے نیچے نرم نہ ہو جائے۔ بعد اس کے حضرت عبداللہ بن زبیر نے دعوت شروع کی اور لوگوں کو اپنی اطاعت کی طرف بلایا۔

ابن جوزی لکھتے ہیں کہ ۶۲ ھ میں یزید پلید نے عثمان بن محمد بن ابوسفیان کو جو اس کے چچا کا بیٹا تھا۔ اسے مدینہ منورہ بھیجا کہ وہ لوگوں سے یزید کی بیعت لے عثمان نے مدینہ پہنچ کر وہاں سے ایک جماعت کو یزید پلید کی طرف روانہ کیا اور وہ لوگ پلید کے پاس بیعت ہونے کے لئے گئے تو ان سے اس مضمون کی بیعت لی گئی کہ یزید چاہے تو تم کو بیچے اور چاہے آزاد کرے اور چاہے تو خدا کی اطاعت کی

Marfat.com

طرف بلائے اور چاہے تو تم سے گناہ کرائے۔ اس وقت حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ نے یزید کے سامنے کہا کہ بیعت حکم قرآن شریف اور سنت پر لینا چاہئے تو یزید پلید نے ان کو اسی وقت شہید کر ڈالا۔ جب لوگ یزید پلید کے پاس سے بیعت کر کے پھر واپس مدینے پہنچے تو یہاں آ کر یزید پلید کو برا کہنا اور گالیاں دینا شروع کیا اور کہا کہ وہ بے دین، شراب خور اور فاسق ہے ہم نے اس کی بیعت توڑ دی۔ ان بیعت توڑنے والوں میں سے حضرت منذر بھی تھے۔ انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم یزید نے مجھے ایک لاکھ درہم دیئے ہیں لیکن میں سچائی کو ہاتھ سے نہ دوں گا۔ کیونکہ وہ شراب پینے والا اور بے نماز ہے۔ یہ حال سن کر باقی اہل مدینہ کو بھی اس کی اطاعت سے بیزاری ہوئی اور سب نے یزید کی بیعت توڑ دی۔

ابن جوزی' ابوالحسن مداہنی سے روایت کرتے ہیں کہ مدینہ طیبہ والوں نے یزید پلید کے فسق اور فساد ظاہر ہونے کے بعد منبر پر چڑھ کر اس کی بیعت توڑ دی۔

عبداللہ بن ابی عمرو بن حفص نے اپنا عمامہ سر سے جدا کیا اور کہا کہ اگر چہ یزید نے مجھے انعام دیا ہے لیکن وہ دشمن خدا، دائم السکر ہے۔ میں نے اپنے کو اس کی بیعت سے یوں الگ کیا جیسا میں نے اپنا عمامہ الگ کیا یہ کہہ کر اپنا عمامہ پھینک دیا دوسرے اٹھے اور انہوں نے اپنے پاؤں سے جوتی اتار کر پھینکی اور کہا کہ میں نے یزید کی بیعت یوں توڑ دی جیسا کہ اس جوتی کو اتار کر پھینکا ہے۔ یہاں تک کہ تمام مجالس میں عماموں اور جوتیوں سے ڈھیر لگ گئے۔

حضرت عبداللہ بن حنظلہ فرماتے ہیں واللہ! ہم یزید کی بیعت سے نہ نکلے اور ہم نے اس سے مقابلہ کا قصد نہ کیا، جب تک کہ نہ ڈر گئے کہ یزید کی بدکاریوں کے سبب کہیں آسمان سے پتھر نہ برسنے لگ جائیں۔

Marfat.com

اس کے بعد مدینہ والوں نے یزید کے چچازاد بھائی عثمان کو مدینہ طیبہ سے نکال دیا اور پھر عبداللہ بن مطیع کو قریش پر اور عبداللہ بن حنظلہ کو انصار پر حاکم بنالیا اور جتنے بنی امیہ تھے، سب کو دار مروان میں محاصرہ کیا۔ مروان اور اس کے ساتھیوں نے یزید پلید کو اپنا حال کہہ بھیجا اور اپنی مدد کو ایک لشکر مانگا۔

اب اہل مدینہ نے مروان اور اس کے ساتھیوں کو کہا کہ اگر تم ہم سے اس بات کا عہد کرو کہ کچھ مکر وفساد نہ کرو گے اور جاسوسی وغیرہ عمل میں نہ لاؤ گے اور ہمارے دشمنوں کی مدد نہ کرو گے تو ہم چھوڑ دیں گے ورنہ تم کو قتل کر ڈالتے ہیں۔ بنی امیہ نے منافقانہ عہد و پیمان کر کے خلاصی حاصل کرلی۔

اب یزید پلید نے دمشق شہر میں منادی کرادی کہ جو شخص مدینے پر لڑائی کے لئے جائے گا اس کو ہماری سرکار سے اسباب سفر اور لڑائی کے ہتھیار ملیں گے اور ایک سو دینار انعام ملے گا۔ لہٰذا یزید نے بارہ ہزار آدمی مدینہ والوں سے جنگ کرنے کے لئے تیار کرلیا۔

واقدی کتاب الحرہ میں نقل کرتے ہیں کہ یزید پلید مسلم بن عقبہ کے پاس گیا اور دیکھا کہ وہ مرض فالج میں گرفتار ہے اور بستر ہلاکت پر پڑا ہے۔ یزید نے کہا کہ اگر تم اتنے ضعیف اور مریض نہ ہوتے تو میں تم کو مدینہ منورہ پر اس مہم کے سر کرنے کے لئے افسر بنا کر بھیجتا میں تم سے زیادہ اپنا مخلص اور کسی کو نہیں دیکھتا ہوں۔ وہ بوڑھا یہ بات سنتے ہی اٹھ بیٹھا اور کہنے لگا کہ تم کو قسم ہو، اے امیر المومنین یزید! کہ یہ کام کسی دوسرے کے سپرد نہ کرنا، مجھ سے زیادہ دشمن اہل مدینہ کا اور کوئی نہ ہوگا۔ میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ ایک درخت مع اپنی شاخوں کے جنت بقیع میں عثمان بن عفان کے انتقام کے لئے فریاد کررہا ہے۔ میں نے نزدیک جا کر سنا کہ وہ

Marfat.com

درخت کہہ رہا تھا کہ یہ کام مسلم بن عقبہ کے ہاتھ سے نکلے گا اسی روز سے مجھ کو یقین ہے کہ میں اہل مدینہ کو قتل کروں گا اور اسی امید سے میں نے دل کو تسلی دے رکھی ہے۔

یزید پلید نے جب اس کو اس فساد کے لئے آمادہ اور مستعد با کمال رغبت دل پایا تو کہا اچھا تم تیار ہو جاؤ اور جلدی روانہ مدینہ ہو جاؤ۔ اگر مدینے والے لوگ مدینہ میں تمہارے داخل ہونے اور قبول بیعت اور اطاعت میں سدراہ ہوں تو ان کے بڑے اور چھوٹے ایک کو بھی نہ چھوڑنا، سب کو قتل کر دینا۔ حرم مدینہ کو مباح کر دے اور وہاں کا مال اور اسباب اور ہتھیار اور کھانا کپڑا جو کچھ ہو لشکریوں پر حلال کر دے اور دن کے بعد قتل سے باز آنا۔

قرطبی کہتے ہیں کہ اہل مدینہ کا مدینہ منورہ سے باہر نکلنے کا سبب جو احادیث میں آیا ہے یہی واقعہ حرہ ہے کہ مدینہ منورہ پُر کمال رونق اور آبادی کے زمانے میں جب صحابہ کرام اور تابعین سے بڑی رونق تھی اور مدینہ منورہ علم وفنون کا مرکز بنا ہوا تھا لیکن اب پے در پے فتنہ وفساد آنے لگے تو اہل مدینہ فتنوں کے خوف سے اس پاک شہر سے رحلت اختیار کر گئے۔

اب یزید پلید نے مسلم بن عقبہ کو ایک فوج عظیم دے کر شام سے بھیجا تا کہ وہ اہل مدینہ کے ساتھ جنگ کرے تو ان اشقیا نے آ کر ان حضرات کو اسی مقام حرہ میں نہایت ذلت وخواری کے ساتھ شہید کیا اور تین دن تک ہتک اور بے عزتی سے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مشغول رہے۔ اس وجہ سے اس واقعے کو حرہ کہتے ہیں۔ اس فساد میں یزیدیوں نے آ کر مدینہ منورہ میں ایک ہزار سات سو مہاجرین اور انصار کو قتل کیا اور بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اور علماء وتابعین شہید کئے

Marfat.com

اور عوام الناس سوائے عورتوں اور بچوں کے دس ہزار قتل کیے گئے۔ سات سو حافظ قرآن شریف اور ستانوے قوم قریش کے درجہ شہادت کو پہنچے۔

ان بے دینوں سے فسق و فجور اور زنا کو (مباح کیا) زنا کی عام اجازت دی۔ یہاں تک کہ بعد اس واقعے کے ایک ہزار عورت نے بچے زنا کے جنے اور ان پلیدوں نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں گھوڑے باندھے اور روضہ ریاض الجنت میں گھوڑوں نے لید اور پیشاب کیا اور کتوں نے اس جائے پاک کو اپنی آرام گاہ بنایا۔

سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ واقعہ حرہ کے دنوں میں مسجد شریف میں کوئی شخص نہیں آسکتا تھا۔ صرف میں ایک دیوانہ بن کر حاضر رہا چونکہ اذان تو ہوتی نہ تھی نماز پنج گانہ کے وقت مجھے حجرہ شریف سے اذان اقامت کی آواز آتی تھی تو اسی اذان اقامت پر میں نماز پڑھ لیا کرتا تھا۔

مجھے دیکھ کر یزیدی کہتے تھے کہ یہ بڈھا دیوانہ یہاں کیا کرتا ہے۔ اب وہ مجھے پکڑ کر مسلم بن عقبہ پلید کے پاس لے گئے تو اس نے کہا کہ یزیدی بیعت اختیار کر تو میں نے کہا کہ بیعت کی میں نے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے طریقہ پر تو اس نے حکم دیا کہ اس کو قتل کر دو تو اس وقت ایک آدمی نے میرے پاگل ہونے کی گواہی دی اور مجھے چھوڑ دیا۔

ان پلیدوں نے منجملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قتل کرنے کے جن کو جبراً قتل کیا وہ حضرت عبداللہ بن حنظلہ غسیل تھے کہ اپنے سات بیٹوں کے سمیت شہید کیے گئے دوسرے عبداللہ بن زید جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرایا کرتے تھے اور حضرت معقل بن سنان جو کہ مکہ کی فتح کے دن اپنی قوم کا جھنڈا ہاتھ میں لے کر

Marfat.com

آئے تھے۔

ان ظالموں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی داڑھی مبارک جڑ سے اکھاڑ دی۔لوگوں نے پوچھا کہ تمہاری داڑھی کو کیا ہوا تو انہوں نے بتایا کہ یزیدیوں کا ایک ٹولا میرے گھر میں گھس آیا اور انہوں نے گھر کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا جب وہ چلے گئے تو دوسرا ٹولا آ گیا، انہوں نے دیکھا کہ میرے گھر میں کوئی مال و اسباب نہیں ہے تو بہت غصے میں آ کر کہنے لگے کہ تمہارے گھر میں مال کیوں نہیں ہے۔تو پھر انہوں نے میری تمام داڑھی اکھاڑ دی۔

جب مسلم بن عقبہ ظالم نے اہل مدینہ سے یزید پلید کی بیعت لینا چاہی تو ایک شخص نے کہا کہ میں نے بیعت کی پرہیز گاری پر نا کہ معصیت پر تو مسلم بن عقبہ نے اس شخص کو قتل کا حکم دے دیا جب وہ قتل کر دیا گیا تب اس کی والدہ نے قسم کھائی کہ اللہ تعالیٰ اس پر مجھے قدرت دے تو میں اس کو جلا دوں گی، خواہ اس کو زندہ پاؤں یا مردہ۔

ایک آدمی کو پکڑ کر اس ظالم کے پاس لے جایا گیا تو اس کی والدہ نے اس ظالم کی منت کی کہ میرے بچے کو چھوڑ دیا جائے تو پلید نے اس کا سر اتار کر اس کی ماں کے ہاتھ میں دے دیا وہ رونے لگی تو ظالم نے کہا کہ تو اپنے سینے پر بس نہیں کرتی جو اپنے بیٹے کی سفارش کرنے آئی ہے۔

روایت ہے کہ یہی مسلم بن عقبہ پلید اور اس کے ساتھ مروان بن حکم تھا۔ یہ شہداء کی لاشوں کو تماشائیوں کی طرح دیکھتے اور ہنستے تھے۔

زکوان سے روایت ہے کہ مسلم بن عقبہ نے جس مرض مین مبتلا تھا اس کی دوا کھا کر کھانا مانگا تو طبیب نے منع کیا کہ ابھی دوائی کھائی ہے تو اس پر غذا نہ کھایئے،

Marfat.com

ورنہ دوا فائدہ نہ کرے گی۔

اس پلید نے جواب دیا کہ مجھے اب اپنے جینے کی تمنا نہیں رہی۔ مجھے اپنی جان کی تمنا فقط اس وقت تک تھی کہ میں ان مدینے والوں کو مار کر اپنا دل ٹھنڈا کروں اور وہ مراد میری حاصل ہو گئی ہے۔ اب سوائے موت کے مجھے کوئی چیز محبوب نہیں مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان مدینے والوں کو قتل کرنے سے سب گناہوں سے پاک کر دیا ہو گا میں نے ان عثمان کے قاتلوں کو خوب سزا دی ہے۔

اس پلید کو یہ خیال نہ آیا کہ اس گناہ عظیم کے کرنے سے تو اس بدبخت کا چھوٹنا محال ہے۔

قرطبی کہتے ہیں کہ مسلم بن عقبہ اس واقعہ کے بعد تین راتیں نہیں گزریں کہ وہ مر گیا، اس کا پیٹ پیپ اور خون سے بھر گیا تھا۔ سخت بری حالت میں مرا، لیکن وہ بے حیا کمال حماقت اور نہایت قساوت دل سے کہتا تھا کہ خداوندا! بعد کلمہ شہادت کے کوئی عمل ایسا جو میرے نزدیک سب عملوں سے محبوب اور تیری درگاہ میں قبولیت کے لائق ہو، سوائے اہل مدینہ کے قتل سے اور کوئی نہیں ہوا۔ اگر تو مجھے باوجود ایسے عمل نیک سے بھی جہنم میں داخل کرے تو میرے برابر کوئی بدبخت نہ ہو گا۔

مرنے کے وقت اس نے حصین بن نمیر سکونی کو طلب کیا اور کہا کہ تجھ کو امیر المومنین یزید نے بعد میرے والی اور حاکم کیا ہے۔ جلد مکہ مکرمہ پہنچ کر عبداللہ بن زبیر کو قتل کرنا اور اس سے لڑنے میں کمی نہ کرنا۔ منجنیق نصب کر کے پتھروں سے مار گراؤ اگر وہ خانہ کعبہ کی طرف پناہ لے تو کچھ خوف نہ کر، منجنیق پھینکنے سے باز نہ رہ۔

جب مسلم بن عقبہ مسرف مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوا تو وہ بی بی دو تین منزل تک اس کے لشکر سے الگ الگ اپنی قوم کے جوانوں کو ساتھ لے کر پھرتی تھیں۔

Marfat.com

جونہی ظالم کے مرنے کی خبر ملی کہ وہ واصل جہنم ہوگیا ہے تو فوراً آ پہنچیں۔ اس کو قبر سے نکال کر اپنی قسم کو پورا کرنا چاہا، اس کی قبر کھودی تو دیکھا کہ ایک اژدھا اس کی گردن کو لپٹا ہوا اس کی ناک کی ہڈی کو کھا رہا ہے۔

سب لوگ یہ حال دیکھ کر ڈرے اور بی بی سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بد اعمال کی سزا دے دی ہے۔ اس کو اتنا عذاب کافی ہے۔ بی بی نے کہا کہ جب تک میں اپنے عہد کو جو اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا ہے پورا نہ کرلوں اس کو نہیں چھوڑوں گی۔ پھر اس کی قبر کو پاؤں کی طرف سے کھود کر باہر نکالنا چاہا تو اس طرف بھی ایک اژدہا اس کے پاؤں کو کاٹ کاٹ کر کھا رہا تھا۔ اب اس بی بی نے وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھ کر حق تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ! آپ کو علم ہے کہ میرا غصہ اس پلید پر تیری رضا کے واسطے ہے۔ مجھ کو فرصت دے کہ میں اسے گڑھے سے نکال کر جلا دوں۔ بعد اس کے ایک لکڑی لے کر سانپ کی دم پر ماری تو سانپ غائب ہوگیا۔

اب اس کی نعش کو نکال کر سولی دیا اور اس پر خوب سنگباری کی۔ اس کے بعد اسے جلا دیا۔ واقدی کہتے ہیں کہ وہ بی بی یزید بن عبداللہ بن زمعہ کی ماں تھیں۔

مکہ معظّمہ کی بے حرمتی

حصین بن نمیر مسلم بن عقبہ ظالم کی وصیت پر مکہ معظّمہ پہنچا اور چونسٹھ روز تک اس نے شہر پاک کو گھیرے رکھا اور قتال شروع کیا اور منجنیق (۱) سے سنگ باری کی۔ اس کی سنگ باری سے حرم شریف کا صحن مبارک پتھروں سے بھر گیا اور مسجد حرام کے کئی ستون ٹوٹ گئے اور کعبہ مقدسہ کی چھت اور غلاف شریف کو ان پلیدوں نے

(۱) منجنیق پتھر پھینکنے کا ایک آلہ ہوتا ہے جس سے پتھر پھینک کر مارا جاتا ہے۔ اس کی زد بڑی زبردست اور دور کی مار ہوتی ہے۔

Marfat.com

آگ سے جلا دیا۔ اس چھت میں اس دنبے کے سینگ بھی تبرک کے طور پر محفوظ تھے جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں قربانی ہوا تھا، وہ بھی جل گئے۔ کعبہ مقدسہ کئی روز تک بے لباس رہا اور وہاں کے باشندے سخت مصیبت میں مبتلا رہے۔ آخر انہی دنوں یزید پلید طرح طرح کی بیماریوں میں گرفتار ہو کر اچانک ظالموں کی موت مرا۔

یہ پلید تین برس سات مہینے تخت حکومت پر شیطانیت کر کے ربیع الآخر ۶۴ھ کو یعنی جس روز اس پلید کے حکم سے کعبہ معظّمہ کی بے حرمتی ہوئی تھی۔ اسی وقت وہ شہر حمص (ملک شام) میں انتالیس برس کی عمر میں ہلاک ہوا۔ مکہ شہر میں ابھی قتال جاری تھا کہ یزید پلید کی ہلاکت کی خبر پہنچ گئی تو اس وقت حضرت ابن زبیر نے ندا فرمائی کہ اے یزیدیو! تمہارا طاغوت ہلاک ہو گیا یہ سن کر وہ بے دین خائف و خاسر ہو کر بھاگنے لگے اور لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور ان کو مل کر ہلاک کیا اور اس گروہ ناپاکاں کے شر سے اہل مکہ کو نجات ملی۔

واقعہ حرہ چہار شنبہ کے روز اٹھائیس ذوالحجہ ۶۳ھ میں ہوا اور موت مسلم بن عقبہ پلید محرم ۶۴ھ میں اور مرنا یزید پلید کا پہلی تاریخ ربیع الآخر ۶۴ھ کو ہوا۔ جیسا کہ سمہودی کتاب وفا میں ذکر کر گئے۔ (جذب القلوب ص ۲۶ تا ۴۰)

پلید کی موت کے بعد اہل حجاز، یمن، عراق اور خراسان نے حضرت عبداللہ بن زبیر کو اپنا خلیفہ بنا لیا اور اہلِ شام اور مصر نے معاویہ بن یزید کو اپنا بادشاہ بنایا۔ معاویہ اگرچہ یزید کی اولاد تھا مگر آدمی نیک اور صالح تھا۔ اب وہ یزید کے ناپاک افعال کو برا جانتا تھا۔ عنان حکومت کو ہاتھ میں لینے کے بعد تین ماہ تک زندہ رہا۔ آخر وقت میں اس سے کہا گیا کہ کسی کو اپنا قائم مقام مقرر کر دو اس نے کہا کہ میں

Marfat.com

نے بادشاہی میں کوئی حلاوت نہیں پائی تو اب اس تلخی میں کسی دوسرے کو کیوں مبتلا کروں خود ہی جو چاہے گا اس بلا کو اٹھائے گا۔ اکیس سال کی عمر میں اس کی وفات ہوگئی۔

دیکھو ظلم کا انجام کہ یزید پلید کی سلطنت ختم ہوگئی اور یزید کی نسل بھی ختم ہوگئی۔

اس کے بعد شام و مصر نے بھی حضرت عبداللہ بن زبیر کو اپنا بادشاہ مان لیا۔ پھر کچھ وقت بعد مروان بن حکم نے خروج کیا اور اس کو شام و مصر پر قبضہ حاصل ہوگیا۔

قاتلانِ امام سے انتقام

عبدالملک بن مروان کے زمانے میں جب مختار بن عبیدہ ثقفی کوفہ کا حاکم مقرر ہوا تو اس نے یزیدیوں کو چن چن کر قتل کیا۔ مختار نے اہل بیت کی حمایت کا دعویٰ کیا اور حضرت امام پاک کے قاتلوں سے انتقام لینے کا اعلان کر کے تمام لوگوں کی حمایت اور ہمدردی حاصل کر لی۔ جو لوگ شہادت کے غم میں بے چین و مضطرب تھے ان لوگوں میں سے جو کوفہ میں بھی صاحب اثر اور اطراف میں بھی رسوخ رکھتے تھے۔ جناب ابراہیم بن مالک اشتر کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے جو کہ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے مشہور مخلص رفیق جناب مالک اشتر کے صاحبزادے تھے۔ کوفہ میں ان کے تعاون سے مختار کی قوت بہت زیادہ ہوگئی اور دوسرا حضرت مرتضیٰ کے فرزند محمد حنفیہ کی تائید و حمایت نے مختار کی طاقت و حکومت کے دائرہ کو وسیع سے وسیع تر کر دیا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مختار نے امام کے قاتلین کو چن چن کر قتل کر ڈالنے میں

Marfat.com

بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔

مختار کے عقائد میں بعد کو جو نقص پڑ گیا اس سے بحث نہیں چونکہ اس میں مؤرخین کو زبردست اختلاف ہے۔

لیکن جہاں تک قاتلین کو ان کے کردار کی سزا تک پہنچانے کا تعلق تھا مختار کی کامیاب کوششوں کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

مختار نے عمرو بن سعد کو بلا بھیجا تو اس کا بیٹا حفص حاضر ہوا۔ مختار نے دریافت کیا کہ تیرا باپ کہاں ہے۔ اس نے کہا کہ وہ گوشہ نشین ہو گیا ہے۔ اب گھر سے باہر نہیں نکلتا۔ مختار نے کہا کہ اب وہ رے کی حکومت کہاں ہے، جس کی چاہت میں فرزند رسول سے بے وفائی کی تھی۔ اب کیوں اس سے دست بردار ہو کر گھر میں بیٹھا ہے۔ امام کو شہید کر کے اب خانہ نشین ہونے سے کیا فائدہ؟

لہٰذا مختار نے حفص کو گرفتار کر لیا اور اس کے باپ ابن سعد کو بھی گھر سے گرفتار کرا منگایا۔ پھر شمر پلید کو بھی پکڑ لیا اور انہیں خوب ذلیل و رسوا کر کے اور ترسا ترسا کر بری طرح ہلاک کیا۔ پھر ان کے سر کٹوا کر گلی گلی پھرائے...... آج ان ظالمان ستم شعار و مغروران نابکار کی بے کسی پر دنیا میں کوئی افسوس نہیں کرتا۔ ہر شخص ان پر ملامت کرتا ہے اور نظر حقارت سے دیکھتا ہے اور ان کی اس ذلت و رسوائی کی موت پر خوش ہوتا ہے۔

تمام مسلمانوں نے مختار کے اس کارنامہ پر اظہار فرح کیا اور اس کو دشمنان امام سے بدلہ لینے پر مبارکباد دی۔

پھر خولی بن یزید کو بھی گرفتار کر کے مختار کے پاس لایا گیا۔ مختار نے پہلے تو اس کے ہاتھ اور پاؤں کٹوائے اور طرح طرح کے عذاب دے کر پھر اس کو سولی چڑھایا

Marfat.com

آخر اس کو آگ میں جھونک دیا۔

اسی طرح قیس بن اشعث، کندی، سنان بن انس، نخعی، عبداللہ بن قیس، یزید بن مالک اور باقی تمام اشقیاء جو قتل امام میں شریک اور ساعی تھے چن چن کر پکڑے اور طرح طرح کی عقوبتوں سے قتل کیے گئے اور ان کی لاشیں گھوڑوں کے ٹاپوں سے پامال کرائی گئیں اور ان کے سروں کے جلوس نکالے گئے۔

اس کے بعد مختار نے حکم عام دیا کہ کربلا میں جو جو بھی ابن سعد کا ساتھی تھا وہ جہاں ملے مار ڈالا جائے۔ یہ حکم سن کر کوفہ کے جفا شعار سورما بصرہ کو بھاگنے شروع ہوئے۔ مختار کے لشکر نے ان کا تعاقب کیا جس کو جہاں پایا ختم کر دیا اور لاشیں جلا ڈالیں اور ان کے گھر لوٹ لئے۔ اسی طرح لشکر ابن سعد کے تمام اشراروں کو طرح طرح کے عذابوں کے ساتھ ہلاک کیا گیا۔ چھ ہزار کوفی جو حضرت امام کے قتل میں شریک تھے ان کو مختار نے قسم قسم کے عذابوں کے ساتھ ہلاک کیا۔

ابن زیاد کی ہلاکت

مختار ابن زیاد کے سرداروں کو سزا دے چکا تو اب عبیداللہ ابن زیاد کے قتل کی فکر میں ہوا۔ ابن زیاد ان دنوں موصل جا رہا تھا اور اس کے ساتھ تیس ہزار فوج تھی۔ مختار نے ابراہیم بن مالک اشتر سپہ سالار کو ابن زیاد کے مقابلے کے لئے موصل روانہ کیا۔ جب ابراہیم سرحد موصل میں پہنچا تو ابن زیاد نے دریائے فرات کے کنارے موصل سے پندرہ کوس کے فاصلے پر ابراہیم کا مقابلہ کیا۔ صبح سے شام تک دونوں فوجوں میں خوب جم کر لڑائی ہوئی۔ سورج قریب غروب پہنچا تھا کہ فوج ابراہیم غالب آئی اور ابن زیاد شکست کھا کر بھاگا۔ ابراہیم نے حکم دیا کہ فوج مخالف

Marfat.com

کا جو بھی ہاتھ آئے زندہ نہیں چھوڑنا۔ چنانچہ جو ملا مار دیا گیا۔ اسی ہنگامہ میں ہی ابن زیاد بھی فرات کے کنارے محرم کی دسویں تاریخ ۶۷ ھ میں مارا گیا۔ اور اس کا سر کاٹ کر ابراہیم کے پاس لایا گیا۔ ابراہیم نے کوفہ میں مختار کے پاس پہنچا دیا۔ مختار نے دارالامارت کو سجایا اور اہل کوفہ کو جمع کر کے ابن زیاد خبیث کا سر اسی جگہ رکھوایا کہ جہاں اس مغرور نے حضرت امام رضی اللہ عنہ کا سر رکھا تھا۔

مختار نے اہل کوفہ کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ دیکھ لو، ابن زیاد نے امام کے خون ناحق کا بدلہ پا لیا۔ دیکھو! یہ اس کا سر کس طرح ذلت و رسوائی کے ساتھ پڑا ہوا ہے۔ چھ سال گزرے ہیں کہ تم نے اس مغرور فرعون خصلت کو یہاں وہ کرتے دیکھا تھا۔ آج اس کے ساتھ یہ ہو رہا ہے۔

اس کے مرنے کی جگہ وہی فرات کا کنارہ، وہی تاریخ دس محرم، یہی کوفہ کا دارالامارت اور اس میں اس کا سر اسی جگہ رکھا دیکھو جہاں کہ اس نے امام پاک کا سر رکھا تھا لیکن وہ عزت والے کا سر تھا، جس کو دیکھ دیکھ کر ہر ایک روتا تھا یہ ذلیل و خاسر کا سر ہے، جس کو دیکھ کر ہر ایک خوش ہے۔

اس بے دین کے قتل و ہلاکت پر آج جشن منایا جا رہا ہے اور کوئی ایک بھی نظر نہیں آتا جو اس کو روئے۔

ترمذی شریف کی حدیث میں ہے کہ جب ابن زیاد اور اس کے سرداروں کے سر مختار کے سامنے لا کر رکھے گئے تو ایک سانپ نمودار ہوا۔ اس کی ہیبت سے لوگ ڈر گئے۔ وہ تمام سروں میں پھرا جب ابن زیاد کے سر کے پاس پہنچا تو اس کے نتھنے میں گھس گیا اور تھوڑی دیر ٹھہر کر اس کے منہ سے نکلا۔ اسی طرح وہ سانپ تین مرتبہ اس کے سر میں داخل ہوا اور پھر غائب ہو گیا۔

Marfat.com

اس کے بعد مختار نے ان تمام پلیدوں کے سر حضرت امام عالی مقام کے بھائی محمد حنفیہ کے پاس مدینہ منورہ میں بھیج دیئے اور ان کی لاشوں کو گھوڑوں کے سموں سے پامال کرایا اور پھر جلا دیا۔

اس بات پر مختار کو دنیا بھر کے مسلمانوں کی طرف سے مبارکباد اور شاباش ملی اور تمام ملکوں میں اس بات کی خوشی منائی گئی۔

حدیث شریف میں حاکم نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی بھیجی تھی کہ امام حسین علیہ السلام کے قتل کے عوض ستر ہزار اور ستر ہزار یعنی ایک لاکھ چالیس ہزار اشقیا مارے جائیں گے چنانچہ وہ وعدہ پورا ہو گیا۔

یعنی کہ اس وقت مختار کے ہاتھ سے ستر ہزار شقی مارا گیا ہے اور دوسری مرتبہ سفا عباسی کے ہاتھ سے ستر ہزار پھر مارے گئے۔

نظم برانجام

اے ابن سعد! رے کی حکومت تو کیا ملی
ظلم و جفا کی دیکھ جو تجھ کو سزا ملی
ابن زیاد خارجی، گندے یزید کو
سب سے بری ان دونوں کو ہوگی جگہ ملی
اے شمر نابکار شہیدوں کے خون کی
کیسی سزا تجھ کو بتا اے بے حیا ملی
دنیا پرستو! دین سے منہ موڑ کر تمہیں

Marfat.com

دنیا ملی نہ عیش و طرب کی ہوا ملی
آخر دکھایا رنگ شہیدوں کے خون نے
سر کٹ گئے امان نہ تمہیں ذرا ملی
کتوں کی طرح لاشے تمہارے سڑا کئے
مردودو! تم کو ذلتِ ہر دوسرا ملی
تم نے اجاڑا حضرت سیدہ کے باغ کو
تم خود اجڑ گئے تمہیں یہ بددعا ملی
علی انہیں عذاب ہے یہ کیا ہوا ابھی
دیکھیں گے وہ جہیم میں جس دم سزا ملی

یزیدیوں کے انجام پر ایک نظر

وہ دنیا پرست، سیاہ باطن اور مغروران' تاریک دروں کیا کیا امیدیں باندھ رہے تھے اور حضرت امام عالی مقام کی شہادت سے ان دشمنان حق کو کیا کچھ توقعات تھیں کہ لشکریوں کو گرانقدر انعاموں کے وعدے دیئے گئے تھے۔ سرداروں کو عہدے اور حکومت کا لالچ دیا گیا تھا۔ یزید پلید اور ابن زیاد خبیث کے دماغوں میں جہانگیر سلطنت کے نقشے کھنچے ہوئے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ فقط امام ہی کا وجود ہمارے لئے عیش حیات دنیوی کا مانع ہے۔ اگر یہ نہ ہوں گے تو تمام کرۂ زمین پر یزیدیوں کی سلطنت ہو جائے گی اور ہزاروں برس کے لئے ہماری حکومت کا جھنڈا گڑ جائے گا۔

مگر ظلم کے انجام اور قہر الٰہی کی تباہ کن بجلیوں اور درد رسیدگان اہل بیت کی جہان برہم کن آہوں کی تاثیرات سے بے خبر تھے۔ انہیں یہ نہیں معلوم تھا کہ خون

Marfat.com

شہیداں رنگ لائے گا اور سلطنت کے پرزے اڑ جائیں گے۔ ایک ایک شخص جو قتل امام میں شریک ہوا ہے طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہوگا۔ وہی فرات کا کنارہ ہوگا، وہی عاشورہ کا دن ہوگا، وہی ظالموں کی قوم ہوگی اور مختار کے گھوڑے انہیں روندتے ہوں گے۔ ان کی جماعتوں کی کثرت ان کے کام نہ آئے گی۔ ان کے ہاتھ کاٹے جائیں گے، پاؤں کاٹے جائیں گے، گھر لوٹے جائیں گے، سولیاں دیئے جائیں گے، لاشیں جلائی جائیں گی۔ دنیا میں ہر شخص ان پر تف تف کرے گا اور اس ہلاکت پر خوشی منائی جائے گی۔ معرکہ جنگ میں ان کی تعداد اگرچہ ہزاروں کی ہوگی مگر وہ دل چھوڑ کر ہیجڑوں کی طرح بھاگیں گے اور چوہوں اور کتوں کی طرح انہیں اپنی جان بچانی مشکل ہو جائے گی۔ جہاں پائے جائیں گے وہیں مار دیئے جائیں گے۔ دنیا میں قیامت تک ان پر نفرت و ملامت کی جائے گی۔

حضرت امام کے انجام پر ایک نظر

حضرت امام کی شہادت حمایت حق کے لئے تھی۔ اس راہ کی تمام تکلیفیں عزت ہیں اور پھر وہ بھی اس شان کے ساتھ کہ اس خاندان عالی کا بچہ بچہ شیر بن کر میدان میں آیا۔ مقابل سے اس کی نظر نہ جھپکی۔ دم آخر تک مبارز طلب کرتا رہا اور جب نامردوں کے ہجوم نے اس کو چاروں طرف سے گھیر لیا، تب بھی اس کے پائے ثبات واستقلال کو لغزش نہ ہوئی۔ اس نے میدان سے باگ نہ موڑی۔ حق وصداقت کا دامن نہ چھوڑا اپنے دعوے سے دست برداری نہ کی۔ مردانہ جانبازی کا نام دنیا میں زندہ کر دیا اور حق وصداقت کی حمایت کا ناقابل فراموش درس دیا اور ثابت کر دیا کہ فیض نبوت کے پرتو سے حقانیت کی تجلیاں، ان پاک باطنوں کے رگ وریشہ میں

Marfat.com

اس قدر جاگزین ہوگئی ہیں کہ تیر وتلوار اور تیر وسناں کے ہزار ہا گہرے گہرے زخم بھی ان کو گزند نہیں پہنچا سکتے۔ آخرت کی زندگی کا دلکش منظر ان کی چشم حق کے سامنے اس طرح روکش ہے کہ آسائش حیات دنیوی کو وہ بے التفاتی کی ٹھوکروں سے ٹھکرا دیتے ہیں۔

حجاج بن یوسف کے وقت میں جب دوبارہ حضرت امام زین العابدین قیدی بنائے گئے اور لوہے کے بھاری قید و بند کا بار گراں آپ کے تن نازنین پر ڈالا گیا اور پہرے دار متعین کر دیئے گئے تو آپ کی یہ حالت دیکھ کر حضرت زاہری رو پڑے اور کہا: اے فرزند رسول! میں آپ پر یہ مصیبت گوارا نہیں کر سکتا۔ تمنا کرتا ہوں کہ آپ کی جگہ میں قید ہو جاؤں مگر آپ کو تکلیف میں نہ دیکھوں۔ زاہری کی اس بات پر حضرت امام زین العابدین (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ اے زاہری! تجھے یہ گمان ہے کہ اس قید و بند سے مجھے کرب و بے چینی ہے۔ یہ بات نہیں، حقیقت یہ ہے کہ اگر میں چاہوں تو اس سے کچھ بھی نہ رہے مگر اس میں اجر ہے اور تذکر ہے اور عذاب الٰہی کی یاد ہے۔ اتنی بات فرما کر آپ نے بیڑیوں میں سے پاؤں اور ہتھکڑیوں میں سے ہاتھ نکال لئے۔

یہ ہیں اختیارات جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں کرامۃً عطا فرمائے ہوئے ہیں۔ مگر یہ مقام صبر و رضا ہے کہ وہ اپنے آرام و آسائش اور مال و متاع سے رضا الٰہی کے لئے ہاتھ اٹھا لیتے ہیں اور اس وقت کسی چیز کی پروا نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ ان پاک لوگوں کی ظاہری و باطنی برکتوں سے مسلمانوں کو فیض یاب فرمائے اور تمام اہل اسلام کو آلِ رسول کی محبت نصیب کرے۔ شہدائے کرام کی اخلاص مندانہ قربانیوں کا صدقہ، اہل بیت کے محبوبوں کو، سلسلہ نورانی کے ہر مخلص کو

Marfat.com

دونوں جہان میں اپنی رحمت اور حمایت کے سایہ میں رکھے۔ آمین

پنجتن پاک پر الٰہی میرا درود وسلام، آلِ اطہار پر صحابہ کرام پر بھی مدام،

وصلی اللہ تعالٰی علٰی افضل کل خلقه سیّدنا محمد وعلٰی اٰله الطیبین الطاهرین واصحابهٖ و اولیاءِ امتهٖ اجمعین ۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شانِ اہل بیت

باغ، جنت کے ہیں بہرِ مدح خوانِ اہلِ بیت
تم کو مژدہ نار کا اے دشمنانِ اہلِ بیت

کس زباں سے ہو بیانِ عز و شانِ اہلِ بیت
مدح گوئے مصطفٰے ہے مدح خوانِ اہلِ بیت

اُن کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں
آیۂ تطہیر سے ظاہر ہے شانِ اہلِ بیت

مصطفٰے عزت بڑھانے کے لیے تعظیم دیں
ہے بلند اقبال تیرا دُودمانِ اہلِ بیت

اُن کے گھر میں بے اجازت جبرئیل آتے نہیں
قدر والے جانتے ہیں قدر و شانِ اہلِ بیت

رزم کا میداں بنا ہے جلوہ گاہِ حسن و عشق
کربلا میں ہو رہا ہے امتحانِ اہلِ بیت

پھول زخموں کے کھلائے ہیں ہوائے دوست نے
خون سے سینچا گیا ہے گلستانِ اہلِ بیت

حوریں کرتی ہیں عروسانِ شہادت کا سنگار
خوبرو دُولھا بنا ہے ہر جوانِ اہلِ بیت

ہو گئی تحقیق عیدِ دید آبِ تیغ سے
اپنے روزے کھولتے ہیں صائمانِ اہلِ بیت

Marfat.com

جمعہ کا دن ہے کتابیں زیست کی طے کر کے آج
کھیلتے ہیں جان پر شہزادگانِ اہلِ بیت
اے شبابِ فصلِ گل یہ چل گئی کیسی ہوا
کٹ رہا ہے لہلہاتا بوستانِ اہلِ بیت
کس شقی کی ہے حکومت ہائے کیا اندھیر ہے
دن دہاڑے لُٹ رہا ہے کاروانِ اہلِ بیت
خشک ہو جا خاک ہو کر خاک میں مل جا فرات
خاک تجھ پر دیکھ تو سُوکھی زبانِ اہلِ بیت
خاک پر عباس و عثمانِ علم بردار ہیں
بے کسی اب کون اُٹھائے گا نشانِ اہلِ بیت
تیری قدرت جانور تک آب سے سیراب ہوں
پیاس کی شدت میں تڑپے بے زبانِ اہلِ بیت
قافلہ سالار منزل کو چلے ہیں سونپ کر
وارثِ بے وارثاں کو کاروانِ اہلِ بیت
فاطمہ کے لاڈلے کا آخری دیدار ہے
حشر کا ہنگامہ برپا ہے میانِ اہلِ بیت
وقتِ رُخصت کہہ رہا ہے خاک میں ملتا سہاگ
لو سلامِ آخری اے بیوگانِ اہلِ بیت
اَبرِ فوجِ دشمناں میں اے فلک یوں ڈوب جائے
فاطمہ کا چاند' مہرِ آسمانِ اہلِ بیت
کس مزے کی لذتیں ہیں آبِ تیغِ یار میں
خاک و خوں میں لوٹتے ہیں تشنگانِ اہلِ بیت

Marfat.com

باغِ جنت چھوڑ کر آئے ہیں محبوبِ خدا
اے زہے قسمت تمہاری کشتگانِ اہلِ بیت

حوریں بے پردہ نکل آئی ہیں سر کھولے ہوئے
آج کیسا حشر ہے برپا میانِ اہلِ بیت

کوئی کیوں پوچھے کسی کو کیا غرض اے بے کسی
آج کیسا ہے مریضِ نیم جانِ اہلِ بیت

گھر لُٹانا جان دینا کوئی تجھ سے سیکھ جائے
جانِ عالم ہو فدا اے خاندانِ اہلِ بیت

سر شہیدانِ محبت کے ہیں نیزوں پر بلند
اور اونچی کی خدا نے قدر و شانِ اہلِ بیت

دولتِ دیدار پائی پاک جانیں بیچ کر
کربلا میں خوب ہی چمکی دوکانِ اہلِ بیت

زخم کھانے کو' تو آبِ تیغ پینے کو دیا
خوب دعوت کی بلا کر دشمنانِ اہلِ بیت

اپنا سودا بیچ کر بازار سونا کر گئے
کون سی بستی بسائی تاجرانِ اہلِ بیت

اہلِ بیتِ پاک سے گستاخیاں بے باکیاں
لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ دشمنانِ اہلِ بیت

بے ادب گستاخ فرقہ کو سنا دے اے حسنؔ
یوں کہا کرتے ہیں سُنّی داستانِ اہلِ بیت

Marfat.com

ان کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں
آیتِ تطہیر سے ظاہر ہے شانِ اہلبیت!

حسین پاک رضی اللہ عنہ اور واقعہ کربلا

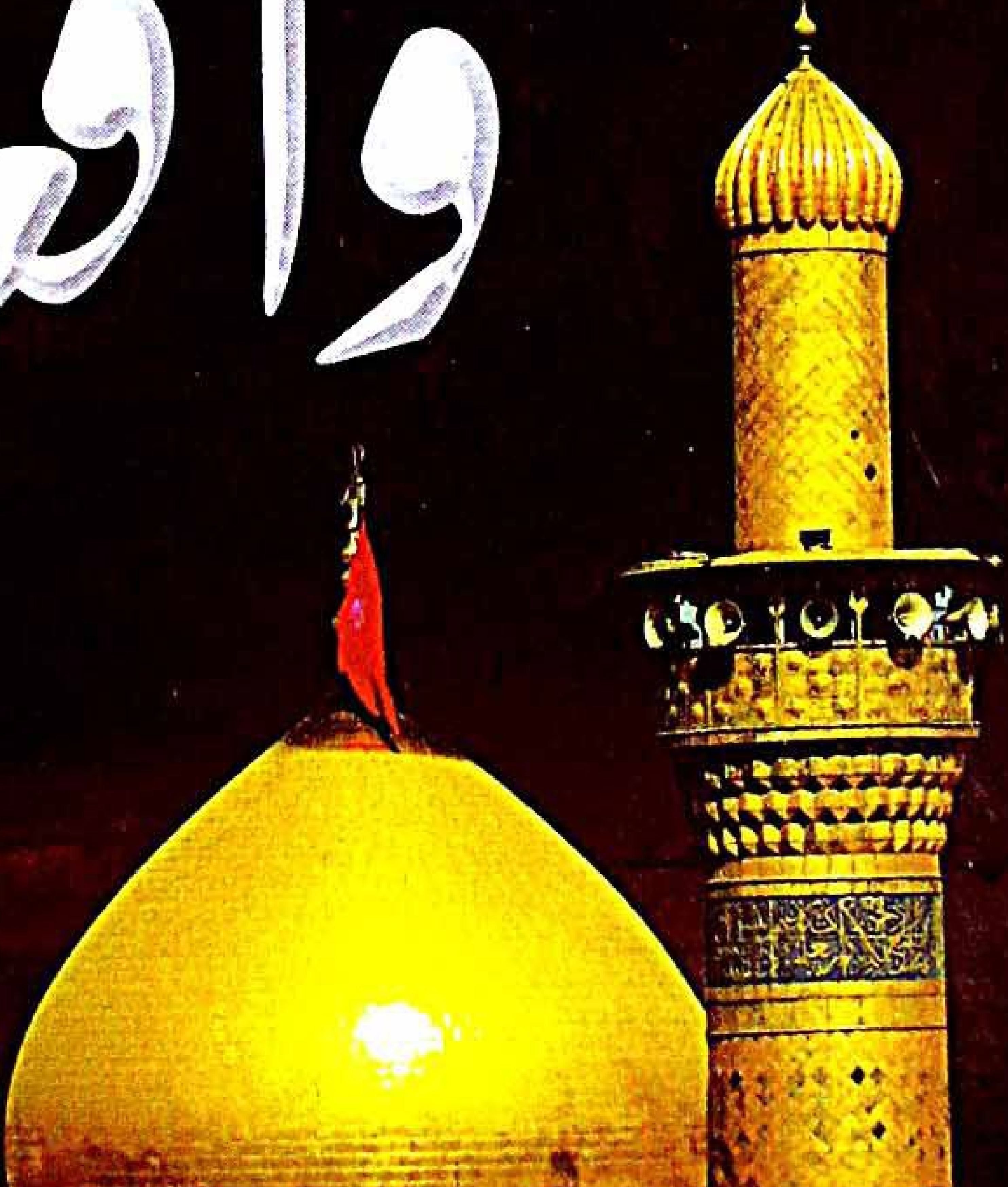

از قلم:
حضرت محبوب الٰہی سید علی حسینی صاحب دامت فیوضہم برکاتہم

نظرِ ثانی:
محمد شکیل مصطفیٰ اعوان صابری چشتی

ناشر
اکبر بُک سیلرز لاہور

Marfat.com